اردو زبان میں پہلی مرتبہ اہلِ علم کے لئے انمول تحفہ

اُصولِ ہدایہ

ہدایہ جلدِ اول میں موجود ۷۲۲ اُصول

ترجمہ، تشریح اور تخریج کے ساتھ

مولانا محمد نُعمان صاحب

استاذ الحدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن، کورنگی کراچی

اِدارۃُ المعارف کراچی

فہرست مضامین اصولِ ہدایہ

مضامین	صفحہ نمبر

کتاب الطهارات

فصل في نواقض الوضوء

باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز به

فصل فی البئر

فصل فی الآسار وغیرها

باب التیمّم

باب صفة الصلاة

فصل فی القراءة

باب صلاة الوتر

باب النوافل

باب إدراك الفريضة

باب قضاء الفوائت

باب سجود السهو

باب صلاة المريض

باب في سجدة التلاوة

باب صلاة المسافر

باب صلاة الجمعة

باب العیدین

باب الشهید

باب الصلاة فی الکعبة

کتاب الزکاة

باب صدقة السوائم

باب فيمن يمر على العاشر

باب في المعادن والركاز

باب زكاة الزروع والثمار

باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز

باب صدقة الفطر

كتاب الصوم

باب ما يوجب القضاء والكفارة

باب الاعتكاف

كتاب الحج

مقدمہ

''ہدایہ'' درسِ نظامی کی متداول اور معروف کتاب ہے، برصغیر پاک وہند کے اکثر دینی مدارس میں بطورِ نصاب کے شامل ہے۔ یہ کتاب اپنی استناد اور افادیت کی وجہ سے بے نظیر ہے۔ نقلی وعقلی دلائل کی جامعیت اور اپنے مخصوص طرز کی وجہ سے یہ کتاب فقہ حنفی میں مخصوص مقام کی حامل ہے۔ اس کتاب کی جلالتِ شان کی وجہ سے موصوف علمی حلقے میں اپنے نام ''برہان الدین'' سے زیادہ ''صاحبِ ہدایہ'' کے نام سے معروف ہیں۔

آپ کا اسم گرامی علی، والد کا نام ابو بکر اور دادا کا نام عبد الجلیل ہے، ابو الحسن آپ کی کنیت ہے، اور صاحبِ ہدایہ کے لقب سے آپ مشہور ہیں۔ ۸ رجب ۵۱۱ھ بروز پیر بعد نماز عصر آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کا مولد ومسکن مرغینان ہے، جو ماوراء النہر کے علاقے میں واقع ولایتِ فرغانہ کا ایک شہر ہے۔ وادی فرغانہ میں سے ایک روسی دریا سیحون گزرتا ہے اور شہر مرغینان اس کے مشرق میں واقع ہے۔ ❶

صاحبِ ہدایہ اسی شہر کی نسبت سے مرغینانی کہلاتے ہیں۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی وفات ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء میں مؤرخہ ۱۴ ذی الحجہ منگل کی شب کو ہوئی۔

موصوف نے جن اساتذہ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کئے ان میں سے چند معروف درج ذیل ہیں:

امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۷ھ) انہوں نے عقائد کے موضوع پر ایک رسالہ ''العقائد النسفية'' لکھا تھا، جس کی شرح علامہ تفتازانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۲ھ) نے ''شرح العقائد النسفية'' کے نام سے تصنیف کی، جو درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

امام حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن مازہ رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۶ھ) یہ ''الصدر الشہید'' کے لقب سے معروف ہیں۔

امام ابو عمرو عثمان بن علی البیکندی رحمہ اللہ، یہ علامہ سرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۳ھ) کے شاگرد تھے۔

امام قوام الدین احمد بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ، یہ کتاب ''خلاصة الفتاوى'' کے مصنف کے والد ہیں۔ ❷

---

❶ الجوهرة المضية فی طبقات الحنفية: ترجمة: علی بن ابی بکر، ج ا ص ۳۸۳

❷ الفوائد البهية فی تراجم الحنفية: ترجمة: علی بن أبی بکر، ص ۲۳۰، ۲۳۱

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں ''وتفقه عليه جم غفير منهم أولاده'' کہ آپ سے ایک بڑی جماعت نے فقاہت حاصل کی، جن میں آپ کی اولاد بھی شامل ہے۔ آپ کے تین فرزند تھے، تینوں اپنے دور کے امام تھے:

۱......شیخ الاسلام عماد الدین ابی بکر رحمہ اللہ ۲......نظام الدین عمر الفرغانی رحمہ اللہ

۳......ابوالفتح جلال الدین محمد الفرغانی رحمہ اللہ ❶

صاحبِ ہدایہ کے پوتے امام ابوالفتح زین الدین عبدالرحیم بن ابی بکر عماد الدین بن علی برہان الدین المرغینانی، یہ مشہور کتاب ''الفصول العمادية'' اور ''الفصول الأستروشنية'' کے مصنف ہیں۔

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے بلند پایہ عالم وفقیہ تھے، موصوف حافظ، مفسر، محدث، ادیب، علوم وفنون کے جامع، اصول وفروع پر کامل دسترس رکھنے والے، متقن، محقق اور مدقق عالم تھے۔ علم خلاف میں آپ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ آپ کے ترجمہ کا آغاز ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

كان إماماً فقيهاً حافظاً محدثاً مفسراً جامعاً للعلوم ضابطاً للفنون، متقناً محققاً نظاراً مدققاً زاهداً بارعاً فاضلاً ماهراً أصولياً أديباً شاعراً لم تر العيون مثله في العلم والأدب، وله اليد الباسطة في الخلاف والباع الممتد في المذهب.

یعنی صاحبِ ہدایہ امامِ وقت، فقیہ دوراں، حافظِ عصر، محدثِ زمان، مفسرِ قرآن، جامعِ علوم، ضابطِ فنون، پختہ علم، محقق وبالغ النظر، باریک بین، عابد وزاہد، پرہیزگار، فائق وفاضل، ماہرِ فنون، اصولی، ادیب اور شاعر تھے، علم وادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا، آپ کو اختلافِ ائمہ اور مذاہب کے سلسلے میں بڑی دسترس حاصل تھی۔

درسی اور زبانی افادے کے علاوہ صاحبِ ہدایہ نے قلمی اور تحریری طور پر بھی اپنے علوم کو دوسروں تک منتقل کیا، آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱...... بداية المبتدى. ۲...... التجنيس والمزيد. ۳...... شرح الجامع الكبير للإمام محمد بن الحسن. ۴...... فرائض العثماني. ۵...... كفاية المنتهى. ۶......مجموع النوازل. ۷...... نشر المذاهب. ۸...... معجم الشيوخ. ۹......منتقى الفروع.

---

❶ الفوائد البهية في تراجم الحنفية: ترجمة: علي بن أبي بكر، ص ۲۳۱

۱۰ ......الهداية لشرح البداية. ۱۱ ......مناسك الحج. ۱۲ ......مختار الفتاوى.❶

صاحبِ ہدایہ نے "بداية المبتدی" میں قدوری اور جامع الصغیر کے مسائل کو جمع کیا ہے۔ کتاب کے ابواب کو جامع الصغیر کے طرز پر مرتب کیا، قدوری کے مسائل کو پہلے اور جامع الصغیر کے مسائل کو بعد میں ذکر کیا۔ اس متن کی شرح خود صاحب ہدایہ نے "الهداية شرح بداية المبتدی" کے نام سے کی ہے۔

۲۶۷ صفحات پر مشتمل یہ متن پہلے مطبوعہ نہیں تھا، اب یہ متن مطبعہ محمد علی صبح قاہرہ سے چھپ چکا ہے۔ علامہ ابوبکر بن علی عاملی رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۵ھ) نے اس متن کو نظم کی صورت میں تحریر کیا ہے۔❷

صاحبِ ہدایہ کی تصانیف میں "التجنيس والمزيد" طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں فقہ حنفی کی اُن پیش آمدہ نئے مسائل کا تذکرہ ہے جنہیں متاخرین نے استنباط کیا ہے، متقدمین سے اس بارے میں کوئی صراحت منقول نہیں ہے۔ یہ کتاب علامہ سمرقندی رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۳ھ) کی "النوازل، عيون المسائل" اور "واقعات الناطفی، فتاوی ابن الفضل، فتاوی أئمة سمرقند" کا تتمہ ہے۔ ان کتابوں میں بھی نئے مسائل اور حوادث کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب پر ہے، یہ ایک مقدمہ اور پانچ کتب "كتاب الطهارة، كتاب الصلاة، كتاب الزكاة، كتاب الصوم، كتاب الحج" پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب کل (۱۳۵۷) مسائل پر مشتمل ہے، اس میں ہر مسئلے پر "مسألة" کا عنوان ہے، چونکہ ہر مسئلہ ترقیم اور "مسألة" کے ذیلی عنوان سے مزین ہے اس لئے اس کتاب سے استفادہ اور مطلوبہ مسئلہ تک رسائی آسان ہے۔ اس کتاب میں صرف مسائل کا تذکرہ ہے، دلائل کا ذکر نہیں ہے، فقہائے ثلاثہ یا دیگر مذاہب کا بھی تذکرہ نہیں ہے، عموماً کتبِ فتاوی مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں ادلّہ اور اختلافات پر نہیں، ورنہ صاحبِ ہدایہ مذاہب، فقہ مقارن، عقلی ونقلی دلائل سے خوب واقف ہیں جیسا کہ ہدایہ پڑھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ کتاب مذہبِ حنفی کے مطابق متاخرین علماء کے فتاوی کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب دکتور محمد امین مکی حفظہ اللہ کی نہایت گراں قدر تحقیق وتعلیق اور تخریج حدیث کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔ محقق نے فصلِ اول میں قدرے تفصیل کے ساتھ مصنف کے حالات اور تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ فصلِ ثانی میں "التجنيس والمزيد" کا معنی، اس کتاب کی صاحبِ ہدایہ کی طرف نسبت کی توثیق اور اس کتاب کے مصادر، رموز اور اس کتاب میں جن اہلِ علم اور کتب کا تذکرہ آیا ہے اُن کا تعارف کرایا ہے۔ محقق نے

---

❶ الفوائد البهية: ترجمة: علي بن أبي بكر بن عبد الجليل، ص ۲۳۰ / تاج التراجم: ج ۲ ص ۱۷ / الأعلام: ج ۴ ص ۲۶۶ / هدية العارفين: ج ۱ ص ۷۰۲

❷ كشف الظنون: ج ۱ ص ۲۲۷

نہایت عرق ریزی کے ساتھ مختلف نسخوں سے موازنہ کر کے درست عبارت کی نشاندہی، غریب الفاظ کی وضاحت، مسائل پر ترقیم، کتبِ فقہ سے مسائل کی تخریج، احادیث کی تخریج اور کتاب کے آخر میں متعدد فہرستوں کے ذریعے کتاب کی افادیت پر چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ محققانہ نسخہ دو جلدوں میں ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی سے شائع ہوا ہے۔

امام مرغینانی کی تمام تصانیف میں سے جو شہرت وقبولیت اور منفرد مقام ''الھدایہ'' کو حاصل ہوا کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ کتاب دراصل علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کے فقہی تبحر، بصیرت، تحقیق وتدقیق، وسعتِ مطالعہ، صلابتِ رائے، فکری وفنی پختگی اور اجتہادی ملکہ وثقاہت کا ایسا کامل ثبوت ہے کہ آج تک اس کی افادیت میں کمی واقع نہیں ہو سکی۔ تقریباً ۸۰۰ سال سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کا مقام قانونی دنیا میں بلند وبالا ہی ہے۔ ہر دور کے علماء، فقہاء اور ماہرین قانون اس سے برابر استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اس سے بہتر، جامع ومانع، مدلل ومربوط اور موجز متن تاریخِ فقہ وقانون میں آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے الھدایہ کی تالیف کا آغاز ۵۷۳ھ ماہ ذی القعدہ میں بروز بدھ وقتِ ظہر کیا تھا۔

ہدایہ کو علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے نہایت زہد وتقوی، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ لکھا، یہ کتاب تیرہ (۱۳) سال کے عرصے میں مسلسل روزے کی حالت میں آپ نے لکھی، آپ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو اس عمل کی خبر نہ ہو:

في تصنيفه ثلاثة عشرة سنة، وكان صائماً تلك المدة وكان يجتهد ألا يطلع على صومه أحد. ❶

صاحبِ ہدایہ کا اسلوب، منہج، طرزِ تالیف اور رموز سے واقفیت کے لئے دیکھیں: ❷

علامہ طاش کبری زادہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۶۸ھ) نے اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے ''بداية المبتدي'' کی مفصل ومدلل نہایت تفصیل کے ساتھ ''كفاية المنتهي'' کے نام سے اسی (۸۰) جلدوں میں شرح لکھی۔ ❸

---

❶ العناية شرح الهداية: خطبة الكتاب، ج١ ص١١ / مفتاح السعادة: الكتب المعتبرة، ج٢ ص٢٣٨

❷ مفتاح السعادة: الكتب المعتبرة، ج٢ ص٢٣٩، ٢٤٠

❸ مفتاح السعادة: الكتب المعتبرة، ج٢ ص٢٣٩

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاحبِ ہدایہ کی اس کتاب کو وہ مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی جو دیگر مصنفین ومؤلفین کے حصے میں نہ آسکی، بلاشبہ ہدایہ فقہ حنفی کا جزء لاینفک ہے، اور حنفی کتابوں میں اسے ایک معتبر اور معتمد متن کی سند اور حیثیت حاصل ہے۔

ہدایہ کی یہ مقبولیت روز بروز بڑھتی گئی اور جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا گیا ہدایہ کے حوالے سے طالبین دینِ متین کی شغف اور ان کی چاہت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس کتاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کبھی گمراہی اور بے راہ روی کا شکار نہیں ہوسکتے، اور غور وفکر سے پڑھنے والے اس قابل ہوجاتے ہیں کہ ان کے اندر خود اعتمادی اور دوسرے کلام کے صحیح معانی ومطالب اَخذ کرنے کی خوبی پیدا ہوجاتی ہے، کسی شاعر نے ہدایہ کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے درج ذیل اشعار کہے ہیں:

إِنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْآنِ قَدْ نَسَخَتْ مَا صَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبِ

فَاحْفَظْ قَوَاعِدَهَا وَاسْلُكْ مَسَالِكَهَا يَسْلِمُ مَقَالَكَ مِنْ زَيْغٍ وَمِنْ كِذْبِ

یعنی قرآن کریم کی طرح ہدایہ نے بھی شریعت کے سلسلے میں لکھی گئیں اپنے سے پہلی تمام تصنیفات کو منسوخ کردیا، لہذا اے مخاطب! تم ہدایہ کی تعلیم وتعلّم کو لازم پکڑو، تمہاری گفتگو کذب وکجی سے محفوظ رہے گی۔

امام عماد الدین ابی بکر رحمہ اللہ ''الہدایہ'' کی تعریف میں فرماتے ہیں:

كِتَابُ الْهِدَايَةِ يَهْدِى الْهُدَى إِلَى حَافِظِيْهِ وَيَجْلُو الْعِمَى

فَلازِمْهُ وَاحْفَظْهُ يَا ذَا الْحِجَى فَمَنْ نَالَهُ نَالَ أَقْصَى الْمُنَى

ہدایہ کی کتاب ہدایت دیتی ہے، اس کے حفظ کرنے والے کے اندھے پن کو دور کرتی ہے۔ اے عقل والے! اس کو لازمی پکڑ اور اسے یاد رکھ۔ پس جس نے اِسے پالیا اُس نے خواہشات کی حدوں کو پالیا۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۲ھ) فرمایا کرتے تھے:

چاروں فقہی مسالک میں فقہاء نے بہت کتابیں لکھیں اور ان میں بعض مضامین اور اسلوبِ بیان کے اعتبار سے بہت بلند مرتبہ ہیں لیکن ہدایہ جیسی کوئی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ حسنِ ترتیب اور حسنِ بیان دونوں کے اعتبار سے ہدایہ بے مثال کتاب ہے۔ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ فتح القدیر جیسی کتاب لکھ دو تو مجھے امید ہے کہ میں لکھ سکوں گا، لیکن اگر کوئی ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کے لئے

کہے تو شاید میں چند سطریں بھی نہ لکھ سکوں۔ ❶

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ ''الحمدللہ! میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں:

قرآن عزیز، بخاری شریف، مثنوی اور ہدایہ۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی علمی جلالتِ شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ کی وفات پر آٹھ صدیاں گزرنے کو ہیں مگر ہدایہ آج بھی اس طرح نصاب میں باقی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب نصاب میں داخل کی گئی ہے فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک ایسی تصنیف ہی نہیں ہوئی جو اس کے قائم مقامی ہو سکے۔

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۸۴ھ) نے ''سراج الہدایہ'' کے آغاز میں ہدایہ کے بارے میں یہ کلمات تحریر کئے، ان کا یہ جملہ ہدایہ کی ایک منفرد خصوصیت کی نشاندہی کر رہا ہے:

دریا کی ظاہری سطح پر تیرنے سے موتی ہاتھ نہیں آتے۔ موتی اس کے ہاتھ لگتے ہیں جو دریا کی گہرائی تک غوطہ لگانے کی قدرت رکھتا ہو، ان جیسے راسخین فی العلم میں سے شیخ مرغینانی رحمہ اللہ بھی ہیں، جنہوں نے شرائع اسلام یعنی احکامِ شرعیہ کی تحقیق وتدقیق پر ''ہدایہ'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی، جو احکامِ شرعیہ کی تحقیق وتدقیق اور علم کی گہرائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ہر مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال اور ہر قول کی ایک ایک دلیل نقلی اور ایک ایک دلیل عقلی بیان کی۔ پھر آخر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی بیان کرنے کے بعد ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی ہر دلیل نقلی اور دلیل عقلی کا جواب دیا۔ اس طرح بسا اوقات تین اماموں کی چھ دلیلیں اور ان کے چھ جواب مل کر بارہ ہوتے ہیں اور دو دلیلیں ابوحنیفہ کی اور ایک وجہ ترجیح سب مل کر پندرہ دلائل کا ذخیرہ چند سطروں میں سامنے آجاتا ہے اور قاری پر حیرت واستعجاب کا عالم طاری ہوجاتا ہے۔ ❷

''الھـــدایة'' یہ پہلے مکتبہ خیریہ مصر سے ۱۳۲۶ھ میں طبع ہوئی۔ پھر یہ شیخ عبدالرحیم بن مصطفیٰ عدوی کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی سے ۱۳۵۵ھ میں طبع ہوئی۔ پھر ہندوستان میں

---

❶ نصب الرایة: مقدمة المحقق، ج ۱ ص ۱۴

❷ ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ: ص ۴۵، ۴۶

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) کے حواشی وتعلیقات کے ساتھ ۱۳۷۵ھ میں نہایت اہتمام کے ساتھ طبع ہوئی۔

کئی اکابر اہلِ علم نے ہدایہ کی شروح وحواشی اورتخریج حدیث کی، ان میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱...... ''الفوائد الفقهية'' علامہ حمید الدین علی بن محمد بن علی الضریر رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۶ھ)

۲...... ''نهاية الكفاية في دراية الهداية'' علامہ تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ الاول عبید اللہ المحبوبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۲ھ)

۳...... ''الغاية'' امام ابوالعباس احمد بن ابراہیم السروجی رحمہ اللہ (متوفی ۷۱۰ھ)

۴...... ''النهاية شرح الهداية'' امام حسام الدین حسین بن علی سُغناقی المعروف شارح الہدایہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۱۰ھ)

امام جمال الدین محمود بن احمد القونوی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۰ھ) نے اس کی تلخیص ''خلاصة النهاية في فوائد الهداية'' کے نام سے کی۔

۵...... ''شرح الهداية'' حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) امام نسفی رحمہ اللہ نے یہ شرح قیامِ بغداد کے دوران ۷۰۰ھ میں تصنیف کی۔

۶...... ''شرح الهداية'' امام احمد بن حسن المعروف بابن الزرکشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۸ھ)

۷...... ''معراج الدراية إلى شرح الهداية'' امام قوام الدین محمد بن محمد سکاکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۹ھ)

۸...... ''شرح الهداية'' علامہ علاء الدین علی بن عثمان ترکمانی ماردینی (متوفی ۷۵۰ھ) وہ اسے خود مکمل نہ کر سکے۔ ان کی وفات کے بعد اس کی تکمیل ان کے بیٹے جمال الدین عبداللہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۹ھ) نے کی۔

۹...... ''شرح الهداية'' امام نجم الدین ابراہیم بن علی طرطوسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۷ھ)

۱۰...... ''غاية البيان ونادرة الأقران'' امام قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر الاتقانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۸ھ)

۱۱...... ''الكفاية في شرح الهداية'' امام سید جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۷ھ)

۱۲...... ''التوشيح'' علامہ سراج الدین عمر بن اسحاق غزنوی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۳ھ)

۱۳......''العناية شرح الهداية'' علامہ اکمل الدین محمود بن محمد بابرتی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸۶ھ)

اس شرح کے متعلق حاجی خلیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''وقد أحسن فيه وأجاد '' یہ نہایت مفید شرح ہے، اس میں متوسط انداز میں کتاب کو حل کیا گیا ہے، ہر کتاب کی دوسری کتاب سے مناسبت، ہر کتاب کے شروع میں لغوی، اصطلاحی معنی، اُس کتاب کی اہمیت وضرورت، ائمہ ثلاثہ کی آراء، راجح مذہب کی نشاندہی، نہایت منقح ومہذب انداز میں نپے تُلے الفاظ کے ساتھ مصنف کی مراد کی وضاحت کرتے ہیں، یہ شرح دس جلدوں میں دار الفکر سے چھپ چکی ہے۔

۱۴......''شرح الهداية'' علامہ سید الشریف علی بن محمد الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۱۶ھ)

۱۵......''البناية شرح الهداية'' علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ)

علامہ عینی رحمہ اللہ بنایہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ۹۰ سال کی عمر کے قریب میری عمر ہے جب میں نے یہ کتاب تصنیف کی۔ [1]

وفات سے پانچ سال قبل یعنی ۸۵۰ھ میں آپ کی یہ تصنیف مکمل ہوئی، حلِ کتاب کے لحاظ سے ہدایہ کی شروحات میں یہ شرح سب سے ممتاز ہے، مصنف نے حلِ لغات، غریب الفاظ کی وضاحت، ہدایہ کی عبارت کی توضیح، ائمہ احناف کے مذاہب، دلائل اور ترجیح، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے راجح قول کی نشاندہی، ائمہ ثلاثہ کے مذاہب ودلائل، اُن کے دلائل کے جوابات، مذہبِ احناف کی ترجیح، احادیث کی تخریج، احادیثِ احکام کا تفصیلی تذکرہ، مرفوع، موقوف، مقطوع تینوں ذخیروں سے استفادہ، نہایت سہل عبارت کے ساتھ کتاب کی توضیح وتشریح کی ہے، یہ شرح ۱۴۲۰ھ میں تیرہ جلدوں میں دار الکتب العلمیہ سے چھپ چکی ہے۔

۱۶......''فتح القدير'' علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸۶۱ھ)

مصنف حدیث، فقہ، اصول فقہ اور علوم عربیت میں خوب دسترس رکھتے تھے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ ان القابات کے ساتھ کرتے ہیں:

كان إماماً نظاراً فارساً في البحث فروعياً أصولياً محدثاً مفسراً حافظاً نحوياً كلامياً منطقياً جدلياً. [2]

آپ نے اس شرح کا آغاز ۸۲۹ھ میں کیا، مصنف نے نہایت بسط کے ساتھ محققانہ انداز میں یہ

---

[1] البناية: ج۱۳ ص۵۴۵

[2] الفوائد البهية: ترجمة: محمد بن عبد الواحد، ص۲۹۷

شرح لکھی، اس میں لغات کی وضاحت، الفاظ کی تشریح، عبارت کا حل، احادیث کی تخریج، رُوّات پر نقد وجرح، الفاظِ حدیث کی وضاحت، احادیث کے دیگر طرق ومتابع کا ذکر، اگر روایت بالمعنی ہے تو اصل الفاظ کی نشاندہی، احادیثِ احکام کا تفصیلی ذکر، ائمہ ثلاثہ کے مذاہب ودلائل، حنفی نقطہ نظر کی اعتدال کے ساتھ وضاحت، تسامحات کی نشاندہی، فروعی مسائل کا ذکر، دلائل عقلیہ، نقلیہ کا تذکرہ، ہر کتاب کے شروع میں لغوی، اصطلاحی اور فنی معلومات، جابجا اصولِ فقہ اور علوم عربیت کے قواعد وفوائد کا تذکرہ، یہ شرح علوم ومعارف، تحقیق وتدقیق کا ایک گنجینہ ہے۔ مصنف جب ''کتاب الوكالة'' میں ''والعقد الذی يعقده الوكلاء على ضربين'' پر پہنچے تو آپ کا انتقال ہوگیا، پھر اس شرح کی تکمیل علامہ شمس الدین احمد بن قودر المعروف قاضی زادہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۸ھ) نے ''نتائج الأفكار في كشف الرموز والأسرار'' کے نام سے اس کا تکملہ لکھا، یہ کتاب اور تکملہ مصطفی البابی حلبی سے ۱۳۸۹ھ میں دس جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

ہدایہ پر لکھی گئی مزید شروح، حواشی، تعلیقات اور اختصارات کے لئے تفصیلاً دیکھئے: (۱)

ہدایہ میں موجود مرفوع روایات، اقوالِ صحابہ اور آثار تابعین کی تخریج پر لکھی گئی کتابیں:

۱......''الكفاية في معرفة أحاديث الهداية'' علامہ علاء الدین علی بن عثمان المعروف ترکمانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۰ھ)

۲......''نصب الراية لأحاديث الهداية'' علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۲ھ)

۳......''العناية في تخريج أحاديث الهداية'' علامہ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۵ھ)

۴......''الدراية في تخريج أحاديث الهداية'' حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) یہ امام زیلعی رحمہ اللہ کی ''نصب الراية'' کی تلخیص ہے۔

۵......''منية الألمعي فيما فات من تخريج أحاديث الهداية للزيلعي'' علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ (متوفی ۸۷۹ھ)

محقق العصر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۹۴ھ) صاحبِ ہدایہ کی علم حدیث میں جلالتِ شان اور ہدایہ میں موجود روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت: ويدل على كونه محدثا حافظا للحديث كثرة ما أودعه في كتبه لا سيما

---

(۱) كشف الظنون: ج۲ ص ۲۰۲۲ تا ۲۰۴۰

الهداية من الأحاديث، وقد اعتنى الحافظ الزيلعي بتخريجها في كتاب سماه "نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية" ولخصها الحافظ ابن حجر العسقلاني فسماه "الدراية لأحاديث الهداية" وكل حديث قال فيه الحافظان "غريب لم نجده" قد وجدت الكثير منه ولله الحمد في كتاب الخراج للإمام أبي يوسف، وفي كتاب الآثار له وفي كتاب الآثار للإمام محمد بن الحسن، وفي كتاب الحجج له، رحمه الله عليهما، ويدل على براعته في العربية والأدب ما في كتاب الهداية من الفصاحة والبلاغة والانسجام والسلاسة كما اعترف به بعض الأدباء من الشيعة حيث قال: أفصح الكتب في الإسلام بعد كتاب الله البخاري ثم الهداية، ولعله لم يطلع على الموطأ للإمام محمد رحمه الله ولا على الجامع الصغير له، وإلا لقال: أفصح الكتب بعد كتاب الله الموطأ لمحمد رحمه الله ثم البخاري ثم الجامع الصغير لمحمد ثم الهداية. [1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ صاحبِ ہدایہ کے محدث اور حافظ الحدیث ہونے پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے کثرت کے ساتھ اپنی کتابوں میں احادیث نقل کی ہیں، خصوصاً ہدایہ میں۔ حافظ زیلعی نے ان احادیث کی تخریج اپنی کتاب "نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية" میں کی ہے۔ اس کتاب کی تلخیص حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الدراية لأحاديث الهداية" کے نام سے کی۔ ہر وہ حدیث جس کے بارے میں ان دونوں حفاظِ حدیث نے فرمایا کہ یہ روایت غریب ہے ہمیں نہیں ملی، اُن میں سے اکثر احادیث اللہ تعالی کے فضل وکرم سے مجھے امام ابو یوسف کی "كتاب الخراج" اور "كتاب الآثار" اور امام محمد کی "كتاب الآثار" اور "كتاب الحجج" میں مل گئیں۔

صاحبِ ہدایہ کی عربیت اور ادبیت میں مہارت کا اندازہ ہدایہ کی فصیح وبلیغ مربوط اور سلاست بھری عبارت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض شیعہ ادباء نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام میں کتاب اللہ کے بعد سب سے فصیح کتاب بخاری اور پھر ہدایہ ہے۔ شاید یہ امام محمد کی "الموطأ" اور "الجامع الصغير" پر مطلع نہیں ہوئے، ورنہ یہ کہتے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے فصیح کتاب امام محمد کی "الموطأ" پھر "صحيح البخاري" پھر "الجامع الصغير" اور پھر "الهداية" ہے۔

ہدایہ پڑھاتے وقت حلِ کتاب کے لئے "البناية" تفصیلات، دلائل، جزئیات کے لئے "فتح القدير" اور تخریجِ احادیث کے لئے "نصب الراية" کا مطالعہ کریں۔

---

[1] أبو حنيفة وأصحابه المحدثون: ترجمة: علي بن أبي بكر بن عبد الجليل المرغيناني، ص ٢١١، ٢١٢

بعض اہلِ علم نے ہدایہ کے نفسِ مسائل کو بغیر دلائل کے بھی جمع کیا،ان میں امام ابوالطیب محمد بن عثمان رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) کی ''الرعاية في تجريد مسائل الهداية ''اور علامہ طاش کبری زادہ رحمہ اللہ (متوفی ۹٦۸ھ) کی ''أصحاب البداية و النهاية في تجريد مسائل الهداية'' کا نام ملتا ہے۔

بعض اہلِ علم نے ہدایہ کی تلخیص بھی کی، ان میں نمایاں نام علامہ علاء الدین علی بن عثمان ماردینی رحمہ اللہ (متوفی ۷۵۰ھ) کی ''الكفاية في تلخيص الهداية'' کا ہے۔

ہدایہ کے مسائل اور دلائل پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات پر علامہ عبدالرحمٰن بن کمال رحمہ اللہ نے ''ترغيب اللبيب'' لکھی۔

ہدایہ پر لکھی گئی تعلیقات میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱.....تعلیقات: امام سراج الدین عمر بن علی المعروف قاری الہدایہ رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۹ھ)

۲.....تعلیقات: امام احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا رحمہ اللہ (متوفی ۹۴۰ھ)

۳.....تعلیقات: محشی بیضاوی شیخ زادہ رحمہ اللہ (متوفی ۹۵۱ھ)

۴.....تعلیقات: امام ابوالسعو دعمادی رحمہ اللہ (متوفی ۹۸۲ھ)

۵.....تعلیقات: امام عبدالحلیم المعروف اخی زادہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۳ھ)

ہدایہ پر لکھے گئے حواشی میں زیادہ مقبولیت پاک و ہند میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) کے حاشیہ کو ملی۔

ہدایہ کی اہلِ علم نے متنوع اعتبارات سے خدمت کی ہے، کسی نے اس کی عبارت کی شرح کی، تو کسی نے اس کی احادیث کی تخریج کی، کسی نے اس کا اختصار کیا، تو کسی نے اس کے مسائل کی تجرید کی، کسی نے اس پر تعلیقات لکھیں، تو کسی نے ہدایہ میں موجود دلائل کی وضاحت کی، لیکن صاحبِ ہدایہ نے جو جابجا اپنے تبحر فقہی، خداداد صلاحیت اور کمالِ علم کی روشنی میں جو اصول وقواعد ذکر کیے تھے ان کی طرف کسی نے خصوصی توجہ نہیں دی، حالانکہ یہ اصول فقہی بصیرت پیدا کرنے اور دماغی دریچوں کے کھولنے میں نہایت ممد ومعاون ہیں۔ یہ اصول عموماً موصوف نے دلائلِ عقلیہ کی صورت میں ذکر کیے ہیں۔ ان اصولوں کو موضوعِ سخن بنا کر مستقل طور پر حضرت مولانا عبدالمجید جوزجانی مدظلہ (الباحث: تخصص فی علوم الحدیث دار العلوم دیوبند) نے جمع کیا۔ موصوف نے نہایت تتبع اور عرق ریزی کے

ساتھ ہدایہ کی چاروں جلدوں سے ان قواعد کا انتخاب کر کے اسے اصول کا جامہ پہنایا۔ موصوف اس محنت پر بڑی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہایت محنت و جستجو کے ساتھ ان اصولوں کو یکجا کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اس محنت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے، اور اپنی شایانِ شان دنیا و آخرت میں انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

راقم نے ان اصولوں کا اردو ترجمہ، تشریح اور تخریج کی ہے۔ اصولوں کی تخریج مکتبہ رحمانیہ لاہور کے نسخے کے مطابق کی ہے۔ بامحاورہ اصولوں کا ترجمہ کیا، اختصار کے ساتھ تشریح و توضیح ذکر کی، اور دیگر کتبِ حنفیہ میں جہاں بعینہ یا اسی کے مفہوم میں اصول استعمال ہوا ہے تو حاشیہ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اصولوں کی فہرست ابواب کی ترتیب پر بنائی ہے تاکہ استفادہ آسان ہو۔

یاد رہے کہ اس میں بعض اصول ائمہ حنفیہ کی آراء ہیں جنہیں اصول کی صورت میں ذکر کیا ہے۔ چند ایک اصول ایسے ہیں جن پر مسائل کی تفریع نہیں ہوئی لیکن مصنف نے انہیں بطورِ اصول کے ذکر کیا ہے، اس لئے راقم نے انہیں برقرار رکھا فہمِ ہدایہ اور فقہی بصیرت کے لئے یہ بھی فائدے سے خالی نہیں ہیں۔

راقم نے اس میں زیادہ تر استفادہ علامہ بابرتی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸٦ھ) کی ''العناية'' علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) کی ''البناية'' اور علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (متوفی ۸٦۱ھ) کی ''فتح القدير'' اور حضرت مولانا جمیل احمد سکروڑھوی صاحب کی ''اشرف الہدایہ'' اور حضرت مفتی عبدالحلیم قاسمی بستوی صاحب کی ''احسن الہدایہ'' سے کیا ہے۔ بقیہ جن کتب سے تخریج کی ہے ان کا حوالہ حاشیہ میں دے دیا ہے۔

میرے شاگرد رشید حافظ محمد اعجاز بن طاوس خان حفظہ اللہ نے اس کام میں میرے ساتھ بہت تعاون کیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور راقم کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

محمد نعمان

استاذ جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ / ۱۵ جنوری ۲۰۱۸ء

0332-2557675

کتاب الطهارات

(۱) إِنَّ الْغَايَةَ إِنْ كَانَتْ لِإِسْقَاطِ مَا وَرَاءَ تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا وَإِنْ كَانَتْ بِمَدِّ الْحُكْمِ لَا تَدْخُلُ. ❶

ترجمہ: غایہ اگر اپنے ماوراء کو ساقط کرنے کے لئے ہو تو مغیا کے تحت داخل ہوگی، اور اگر یہ صرف حکم کو کھینچنے کے لئے ہو تو پھر غایہ مغیا میں داخل نہیں ہوگی۔

تشریح: اصولِ مذکورہ اور اس پر ذکر کی گئی تفریع سے قبل اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ غایہ کی دو قسمیں ہیں:

[۱] غایتِ اسقاط [۲] غایتِ اثبات

غایتِ اثبات کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی غایہ حکم میں شامل نہ ہو، لیکن اس حکم کو کھینچ کر اپنے مغیا تک پہنچا دے، اور غایتِ اسقاط کا مطلب یہ ہے کہ وہ غایت خود تو حکم میں شامل ہو لیکن اپنے علاوہ کو اس حکم میں شامل نہ ہونے دے۔ ان دونوں کا دار و مدار صدرِ کلام پر ہے، یعنی غایہ اگر اپنے ماقبل مغیا کی جنس سے ہے تو وہ غایہ غایتِ اسقاط کہلائے گی، اور حکم میں شامل ہوگی، اور اگر غایہ مغیا کی جنس میں سے نہ ہو تو پھر وہ غایہ غایتِ اثبات کہلائے گی اور حکم میں داخل نہ ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ دونوں کہنیوں اور دونوں ٹخنوں کو بھی وضو میں دھونا ضروری ہے، جس طرح ہاتھوں اور پیروں کا دھونا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''مرفق'' اور ''کعب'' دونوں ''ید'' اور ''رِجل'' کی جنس میں سے ہیں اور یہ غایہ غایتِ اسقاط ہے اور مغیا میں داخل ہے، لہٰذا جس طرح ''ید'' اور ''رِجل'' کا دھونا وضو میں ضروری ہے اسی طرح ان کی غایہ یعنی ''مرفق'' اور ''کعب'' کا دھونا بھی وضو میں ضروری ہوگا۔ البتہ مذکورہ غایہ چونکہ غایتِ اسقاط ہے، اس لئے مرفق اور کعب کے علاوہ دیگر حصے مغیا کے حکم سے خارج ہوں گے اور ان کا دھونا ضروری نہیں ہوگا۔ ''ید'' کا اطلاق کندھے تک ہوتا ہے، اگر یہ غایہ نہیں

❶ الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۱۸، ط: رحمانیہ

ہوتی تو ہاتھ مکمل کندھے تک دھویا جاتا، اس غایہ نے ''مرفق'' کے علاوہ ساقط کر دیا۔

اس کے برخلاف ''أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ''میں ''لیل'' چونکہ ''صوم'' کی جنس میں سے نہیں ہے اس لئے لیل روزے کے حکم میں داخل نہیں ہوگی۔ یہ غایہ غایتِ اثبات ہے اور غایتِ اثبات مغیا کے حکم میں داخل نہیں ہوتی۔ البتہ ''لیل'' والی غایہ کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ حکم ''صوم'' کو اپنے تک کھینچ لائے گی، یعنی رات صوم میں داخل نہیں ہوگی مگر صوم رات تک ہی ہوگا، رات آنے سے پہلے روزہ مکمل نہیں ہوگا۔ لغت کے اعتبار سے ''صوم'' کا اطلاق تھوڑی دیر کھانے، پینے اور جماع سے رکنے پر بھی ہوتا ہے، تو یہ غایہ مدِ حکم کے لئے ہے کہ اس نے بتلایا کہ روزہ وہ شرعاً معتبر ہے جو ''لیل'' تک ہو۔ ❶

(۲) إِنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ. ❷

ترجمہ: اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ ذکر کر کے مسحِ رأس کی فرض مقدار کا تذکرہ کیا ہے کہ ہمارے ہاں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے نہ کہ مکمل سر کا، اور اسی اصول پر بعض علماءِ احناف کا قول پیش کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مقدارِ ناصیہ کی تقدیر تین انگلیاں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسح ہاتھ سے ہوتا ہے اور ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں اور تین انگلیاں اکثر ہیں اور ''لِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ ''اس قاعدے کے تحت تین انگلیوں کو کل کے قائم مقام بنا کر یہ حکم دیا کہ اگر صرف تین

---

❶ قَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَدْخُلَانِ؛ لِأَنَّ الْغَايَةَ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا كَاللَّيْلِ فِي الصَّوْمِ قُلْنَا نَعَمْ لَكِنْ الْمَرَافِقُ وَالْكَعْبَانِ غَايَةُ إِسْقَاطٍ فَلَا يَدْخُلَانِ فِي الْإِسْقَاطِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ (وَأَيْدِيَكُمْ) (المائدة: ٦) يَتَنَاوَلُ كُلَّ الْأَيْدِي إِلَى الْمَنَاكِبِ فَلَمَّا قَالَ إِلَى الْمَرَافِقِ خَرَجَ مِنْ أَنْ يَكُونَ دَاخِلًا تَحْتَ السُّقُوطِ؛ لِأَنَّ الْحَدَّ لَا يَدْخُلُ فِي الْمَحْدُودِ فَبَقِيَ الْغَسْلُ ثَابِتًا فِي الْيَدِ مَعَ الْمَرَافِقِ وَفِي بَابِ الصَّوْمِ لَيْسَتْ الْغَايَةُ غَايَةَ إِسْقَاطٍ وَإِنَّمَا هِيَ غَايَةُ امْتِدَادِ الْحُكْمِ إِلَيْهَا؛ لِأَنَّ الصَّوْمَ يُطْلَقُ عَلَى الْإِمْسَاكِ سَاعَةً فَهِيَ غَايَةُ إِثْبَاتٍ لَا غَايَةُ إِسْقَاطٍ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۴، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۱۸، ط: رحمانیہ

انگلیوں کی مقدار سر کا مسح کیا جائے تو یہ مسح شرعاً کافی ہو جائے گا۔ ❶

(۳) إِنَّ الْوُضُوْءَ لا يَقَعُ قُرْبَةً إِلَّا بِالنِّيَّةِ وَلٰكِنَّهُ يَقَعُ مِفْتَاحًا لِلصَّلَاةِ. ❷

ترجمہ: وضو بغیر نیت کے عبادت تو نہیں بن سکتا البتہ نماز کے لئے مفتاح (آلہ) کا درجہ رکھتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول مذکورہ کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ احناف کے ہاں وضو میں نیت کرنا سنت ہے نہ کہ فرض۔ یہ بات مسلّم ہے کہ وضو میں عبادت کا جو وصف ہے وہ بغیر نیت کے متحقق نہیں ہو سکتا، وضو کا ثواب بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوتا، لیکن وضو بغیر نیت کے بھی مفتاحِ صلاۃ بن سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی مفتاح طہارت ہے اور طہارت کے لئے نیت ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ پانی اپنی ذات کے اعتبار سے پاک کرنے والا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَأَنْـزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا '' (الفرقان: ۴۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طہارت کے لئے نیت کا ذکر نہیں کیا، لہٰذا پانی کو جب بھی کوئی شخص وضو وغیرہ کے لئے استعمال کرے گا اور وضو کے فرائضِ اربعہ کی تکمیل کرے گا تو بلا شبہ اس شخص کا وضو متحقق ہو جائے گا، خواہ نیت کرے یا نہ کرے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو میں نیت کرنا سنت ہے نہ کہ فرض۔ ❸

---

❶ لِأَنَّا مَأْمُورُونَ بِالْمَسْحِ بِالْيَدِ وَالْأَصَابِعِ أَصْلُهَا وَالثَّلَاثُ أَكْثَرُهَا وَلِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، ج ا ص ا ا، ط: دار إحياء التراث]

وتقدير الفرض بثلاثة أصابع الخ "أي من أصغر أصابع اليد لأن الأصابع أصل اليد حتى يجب بقطعها دية كل اليد و الثلاث أكثرها وللأكثر حكم الكل.

[حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: كتاب الطهارة، فصل في أحكام الوضوء، ج ا ص ٦٠، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، ج ا ص ٢٢، ط: رحمانيه

❸ وَأَمَّا الْمَاءُ فَمُطَهِّرٌ بِطَبْعِهِ فَلا يَحْتَاجُ إِلَى النِّيَّةِ إِلَّا أَنَّهُ لا يَقَعُ قُرْبَةً بِدُونِ النِّيَّةِ لَكِنَّهُ يَقَعُ مِفْتَاحًا لِلصَّلَاةِ لِوُقُوعِهِ طَهَارَةً بِاسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْمُطَهِّرِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الطهارة، سنن الطهارة، ج ا ص ٧، ط: المطبعة الخيرية]

فإنه لا يحصل له ثواب الوضوء بدون النية، إذ الثواب لا يحصل إلا بالقربة ولا يقع قربة إلا بالنية عندنا أيضاً، ولكنه يقع مفتاحاً للصلاة بدونها.

[الغرة المنيفة في تحقيق بعض مسائل الإمام أبي حنيفة: ص ٢٠، ط: مؤسسة الكتب]

(۴) إِنَّ التُّرَابَ غَيْرُ مُطَهِّرٍ إِلَّا فِيْ حَالِ إِرَادَةِ الصَّلَاةِ. ❶

ترجمہ: مٹی پاک کرنے والی نہیں ہے مگر ارادہ صلاۃ کی حالت میں۔

تشریح: صاحب ہدایہ اصول مذکورہ کو امام شافعی رحمہ اللہ کے ذکر کردہ اس قیاس کے رد میں لائے ہیں جو انہوں نے وضو کو تیمّم پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح تیمّم میں نیت کرنا ضروری ہے اسی طرح وضو میں بھی نیت کرنا ضروری ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا وضو کو تیمّم پر قیاس کرنا درست نہیں، اس لئے کہ وضو پانی سے کیا جاتا ہے اور پانی بذاتہ پاک کرنے والا ہے، اور تیمّم مٹی سے ہوتا ہے اور مٹی بذاتہ پاک کرنے والی نہیں بلکہ یہ جسم کو ملوّث اور معیّر کرنے والی ہے مگر یہ کہ ارادہ صلاۃ کی حالت میں۔ پانی کے نہ ملنے کی صورت میں ارادہ نماز کے وقت خلافِ قیاس مٹی کو مطہر بنادیا جاتا ہے، جسے فقہاء کرام کی اصطلاح میں امرِ تعبدی کہا جاتا ہے، امرِ تعبدی نیت کے محتاج ہوتے ہیں بغیر نیت کے امرِ تعبدی کا تحقق نہیں ہوتا، اس لئے تیمّم میں نیت کرنا ضروری ہے لیکن اس ضرورت کو وضو کے لئے لازم نہیں قرار دیا جاسکتا، لہٰذا وضو کو تیمّم پر قیاس کرکے یہ حکم لگانا کہ جس طرح تیمّم میں نیت کرنا ضروری ہے اسی طرح وضو میں بھی نیت کرنا ضروری ہے یہ درست نہیں۔ ❷

(۵) إِنَّ التَّكْرَارَ لَا يَضُرُّ الْغَسْلَ بِخِلَافِ الْمَسْحِ فَإِنَّهُ يَضُرُّهُ. ❸

ترجمہ: تکرار غَسل کے لئے مضر نہیں ہے بخلاف مسح کے اس کے لئے تکرار مضر ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کے ذریعہ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ غَسل میں

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۲۲، ط: رحمانیہ

❷ بِخِلَافِ التَّيَمُّمِ فَإِنَّ التُّرَابَ لَمْ يُعْقَلْ مُطَهِّرًا طَبْعًا فَلَمْ يَبْقَ فِيهِ إِلَّا مَعْنَى التَّعَبُّدِ وَلَا تَعَبُّدَ بِدُونِ النِّيَّةِ.
[العناية شرح الهداية: كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۳۳، ط: دار الفكر]

(لأن التراب غير مطهر) يعني لم يعقل مطهرا؛ لأنه في ذاته ملوث ومغير فلا يكون مطهرا (إلا في حالة إرادة الصلاة) فتكون طهارته بدلا عن الوضوء، لأنه بطبعه وحقيقته مطهر.
[البناية شرح الهداية: كتاب الطهارة، السنية في الوضوء، ج ۱ ص ۲۳۶، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۲۳، ط: رحمانیہ

احناف کے ہاں تکرار مسنون ہے لیکن مسح میں تکرار نہیں ہے۔ اس اصول کو ایک مثال کے ذریعہ سے واضح کیا ہے (اصولِ مذکورہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قیاس کا جواب بھی ہے جو انہوں نے سر کے مسح کو اعضاءِ مغسولہ پر قیاس کیا)۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ سر کا مسح کرنا فرض ہے نہ کہ دھونا، اب اگر مسح میں تثلیث اور تکرار کو مان لیا جائے اور اعضاءِ مغسولہ کی طرح تین مرتبہ مسح کیا جائے تو اس صورت میں یہ مسح، مسح نہیں رہے گا بلکہ تکرار کی وجہ سے غُسل بن جائے گا، جبکہ قرآنِ کریم میں مسح کا حکم ہے۔ سر کا مسح موزے کے مسح کے مشابہ ہے، جس طرح موزے کے مسح میں تثلیث اور تکرار مسنون نہیں، اسی طرح سر کے مسح میں بھی تکرار مسنون نہیں ہوگا، لیکن اس کے برخلاف غُسل میں تکرار اور تثلیث مسنون ہے کیونکہ تکرار غُسل کے لئے مفید ہے اس سے مزید نظافت اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، جبکہ مسح کے لئے تکرار مضر ہے۔ ❶

(٦) إِنَّ الْوَاوَ لِمُطْلَقِ الْجَمْعِ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ اللُّغَةِ. ❷

ترجمہ: حرفِ واو اہلِ لغت کے متفقہ فیصلے کی وجہ سے مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ احناف کے ہاں وضو میں ترتیب مسنون ہے نہ کہ فرض جیسا کہ حضراتِ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔

"فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ" اس آیت میں ارکانِ وضو کے درمیان حرفِ واو آیا ہے، جو مطلق جمع کے لئے آتا ہے، ترتیب کے لئے نہیں آتا، اس لئے اعضائے مفروضہ کے

---

❶ وَمَعْنَاهُ أَنَّ الْمَسْحَ يُفْسِدُهُ التَّكْرَارُ، بِخِلَافِ الْغَسْلِ فَإِنَّهُ لَا يُفْسِدُهُ، فَكَانَ قِيَاسُ الشَّافِعِيِّ الْمَمْسُوحَ عَلَى الْمَغْسُولِ فَاسِدًا.

[العناية: كتاب الطهارة، ج ١ ص ٣٤، ط: دار الفكر]

أن المسح يفسده التكرار بخلاف الغسل فإنه لا يفسده بل يزيده نظافة وتنقية فكان قياس الشافعي الممسوح على المغسول فاسدا.

[البناية: كتاب الطهارة، ج ١ ص ٢٤٣، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، ج ١ ص ٢٣، ط: رحمانیہ

درمیان ترتیب فرض نہیں ہے، مگر چونکہ احادیثِ مبارکہ میں قرآنی ترتیب کے مطابق وضو کا ذکر ہے اس لئے وضو میں ترتیب سنتِ مؤکدہ ہے۔ ❶

فصل فی نواقض الوضوء

(۷) إِنَّ كَلِمَةَ "مَا" عَامَّةٌ. ❷

ترجمہ: کلمہ "ما" عموم کے لئے آتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ہر وہ چیز جو سبیلین سے خارج ہو وہ ناقضِ وضو ہے، خواہ وہ شی معتاد ہو یا غیر معتاد شی، معتاد جیسے بول و براز اور غیر معتاد جیسے کیڑا، کنکر اور استحاضہ کا خون، یہ سب ناقضِ وضو ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں غیر معتاد چیزیں مثلاً: کیڑا، کنکر، استحاضہ کا خون، سلسل البول، انطلاقِ بطن وغیرہ ناقض وضو نہیں ہے۔ احناف کے ہاں "مَا يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ" کہ ہر وہ چیز جو سبیلین سے نکلے ناقضِ وضو ہے۔ اب اس میں کلمہ "ما" عام اور مطلق ہے، جو سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز کو شامل ہوگا خواہ وہ معتاد ہو جیسے: بول و براز اور غیر معتاد جیسے: کیڑا، کنکر وغیرہ۔

---

❶ وَإِنَّمَا الْكَلَامُ فِي تَرْتِيبِ الْأَعْضَاءِ، وَالدَّاخِلُ فِيهَا الْوَاوُ وَهِيَ لَا تُفِيدُ التَّرْتِيبَ، فَإِنْ قِيلَ: كَيْفَ ادَّعَى الْمُصَنِّفُ إِجْمَاعَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ إِنَّهُ يُفِيدُ التَّرْتِيبَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ يُفِيدُ الْقِرَانَ، أُجِيبَ بِأَنَّ أَبَا عَلِيٍّ الْفَارِسِيَّ ذَكَرَ أَنَّ النُّحَاةَ أَجْمَعُوا أَنَّ الْوَاوَ لِلْجَمْعِ الْمُطْلَقِ، ذَكَرَهُ سِيبَوَيْهِ فِي سَبْعَةَ عَشَرَ مَوْضِعًا فِي كِتَابِهِ فَاعْتَمَدَ الْمُصَنِّفُ عَلَى ذَلِكَ وَبِأَنَّ خِلَافَ الْقَلِيلِ لَا يَمْنَعُ الْإِجْمَاعَ اللُّغَوِيَّ.

[العناية: كتاب الطهارات، ج ١ ص ٣٥، ط: دار الفكر]

"الترتيب "سنة مؤكدة في الصحيح وهو "كما نص الله تعالى في كتابه ولم يكن فرضا لأن الواو في الأمر لمطلق الجمع والفاء التي في قوله تعالى (فَاغْسِلُوا) لتعقيب جملة الأعضاء .

[مراقي الفلاح: فصل في سنن الوضوء، ص ٣٤، ط: المكتبة العصرية]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، ج ١ ص ٢٤، ط: رحمانيه

لہٰذا کلمہ ''ما'' اپنی عمومیت کی وجہ سے سبیلین سے نکلنے والی ہر چیز کو شامل ہوگا اور اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ ❶

(۸) إِنَّ خُرُوْجَ النَّجَاسَةِ مُؤَثِّرٌ فِیْ زَوَالِ الطَّهَارَةِ. ❷

ترجمہ: نجاست کا نکلنا طہارت کے زائل ہونے میں مؤثر ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو بطور دلیلِ عقلی کے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے پیش ہے کہ خارج من غیر السبیلین میں سے بھی بعض ایسی چیزیں ہیں جو ناقض وضو ہیں اور ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے خون، پیپ وغیرہ، البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ خون، پیپ وغیرہ جسم سے نکل کر بہہ جائے اور ایسے مقام کی طرف تجاوز کر جائے جس کو غسل یا وضو میں پاک کرنے کا حکم ہے یعنی سبیلین کے علاوہ دوسرے مقام سے خروج میں صرف نجاست کا ظاہر ہونا کافی نہیں ہے بلکہ سیلان شرط ہے۔

بہر حال اصولِ مذکورہ اور دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اتنی بات تو مسلّم ہے کہ سبیلین سے خروجِ نجاست کی صورت میں طہارت زائل ہو جاتی ہے، یہ صورت اصل اور مقیس علیہ ہے اور حدیث میں قئ اور رعاف وغیرہ کو ناقضِ وضو شمار کیا گیا ہے اور یہ چیزیں غیر سبیلین سے خارج ہوتی ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ خارج من السبیلین بھی ناقضِ وضو ہے اور خارج من غیر السبیلین بھی ناقض وضو ہے اور دونوں صورتوں میں انسان کی طہارت زائل ہو جاتی ہے اور زوالِ طہارت کے بعد حصولِ طہارت کے لئے اعضاءِ اربعہ کو لازماً دھونا پڑتا ہے اور چونکہ اصل یعنی خارج من السبیلین

---

❶ قَالَ مُحَمَّدٌ فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ: إِذَا قَالَ لِأَمَتِهِ إِنْ كَانَ مَا فِي بَطْنِكِ ذَكَرًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً لَا تَعْتِقُ لِأَنَّ كَلِمَةَ "مَا "عَامَّةٌ فَتَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ جَمِيعُ مَا فِي بَطْنِهَا ذَكَرًا.

[الجوهرة النيرة: كتاب العتق، ج۲ ص۱۰۳، ط: المطبعة الخيرية]

(فَإِنْ قَالَتْ لَهُ خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدَيَّ فَخَالَعَهَا فَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ فَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهَا لِأَنَّهَا لَمْ تَغُرَّهُ بِتَسْمِيَةِ الْمَالِ لِأَنَّ كَلِمَةَ "مَا "عَامَّةٌ تَتَنَاوَلُ الْمَالَ وَغَيْرَهُ.

[العناية: كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۴ ص۲۲۲، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، ج۱ ص۲۴، ط: رحمانیہ

میں حصولِ طہارت کے لئے اعضاءِ اربعہ کو دھویا جاتا ہے تو اسی پر قیاس کرکے فرع یعنی خارج من غیر السبیلین میں بھی اعضاءِ اربعہ کے دھونے کا حکم لگایا جائے گا، کیونکہ دونوں صورتوں میں انسان کی طہارت زائل ہوتی ہے، اسی لئے صاحبِ ہدایہ نے فرمایا کہ نجاست کا نکلنا طہارت کے زائل ہونے میں مؤثر ہے اور نجاست کا خروج چونکہ دونوں صورتوں میں ہوتا ہے لہٰذا غسل میں دونوں کا حکم ایک ہوگا۔ ❶

(۹) إِنَّ مَا لَا يَكُوْنُ حَدَثاً لَا يَكُوْنُ نَجِسًا. ❷

ترجمہ: ہر وہ چیز جو حدث نہ ہو تو وہ نجس بھی نہیں ہوگی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے ایک فقہی ضابطہ ذکر کیا ہے جو امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو حدث یعنی ناقضِ وضو نہ ہو تو وہ نجس یعنی ناپاک بھی نہیں ہوگی، جیسے قئ قلیل اور دم غیر سائل وغیرہ یہ نجس نہیں ہیں، اگر یہ نجس ہوتیں تو ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا، حالانکہ معمولی قئ اور دم غیر سائل وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، جب وضو نہیں ٹوٹتا تو نجس بھی نہیں ہوگا۔ ❸

(۱۰) إِنَّ الشَّيْءَ إِذَا كَانَ لَزِجٌ لَا تَتَخَلَّلُهُ النَّجَاسَةُ. ❹

ترجمہ: ہر وہ چیز جس میں چکناہٹ ہو اس میں نجاست داخل نہیں ہوتی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول مذکورہ کو بطورِ دلیل عقلی کے ذکر کرکے حضراتِ طرفین کے مسلک کو ثابت کیا ہے کہ بلغم کی قئ غیر ناقضِ وضو ہے۔

---

❶ البناية: كتاب الطهارات، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۲٦۷، ط: دار الكتب العلمية

❷ الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۲۵، ط: رحمانیہ

❸ (ثم ما لا يكون حدثا لا يكون نجسا) الذى لا يكون حدثا هو القليل من القىء وغير السائل من الدم لا يكون نجسا، ألا ترى أنه لا تنقض به الطهارة فيكون طاهرا.

[البناية: كتاب الطهارات، فصل فى نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۲۷۵، ط: دار الكتب العلمية]

وَإِنَّمَا اتَّصَلَ بِهِ قَلِيلُ الْقَيْءِ فَلَا يَكُونُ حَدَثًا فَلَا يَكُونُ نَجِسًا وَكَذَا الصَّبِيُّ إِذَا ارْتَضَعَ وَقَاءَ مِنْ سَاعَتِهِ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارات، فصل فى نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۳٦، ط: دار الكتاب الإسلامى]

❹ الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۲٦، ط: رحمانیہ

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ حضراتِ طرفین کے نزدیک اگر کسی شخص نے بلغم کی قئ کی تو اس سے وضونہیں ٹوٹے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بلغم میں چکناہٹ ہوتی ہے، اور اصول ہے کہ چکنی، لیس دار چیز میں نجاست داخل نہیں ہوتی، بلغم بھی چونکہ چکنا ہوتا ہے تو اس میں بھی نجاست سرایت نہیں کرے گی اور وضونہیں ٹوٹے گا۔ جو نجاست اس کے ساتھ لگی ہوتی ہے وہ قلیل مقدار میں ہے اور قئ میں قلیل مقدار ناقضِ وضونہیں ہے، لہذا بلغم کی قئ بھی ناقضِ وضونہیں ہوگی۔ ❶

(۱۱) إِنَّ الْمِعْدَةَ لَيْسَتْ بِمَحَلِّ الدَّمِ. ❷

ترجمہ: معدہ خون کی جگہ نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو دلیلِ عقلی کے پیش نظر ذکر کر کے حضراتِ شیخین کا مسلک ثابت کیا ہے کہ اگر خون اپنی قوت کی وجہ سے بہہ جائے تو وہ ناقضِ وضو ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حضراتِ شیخین کے نزدیک اگر خون اپنی قوت سے اپنی جگہ سے بہہ جائے اگر چہ وہ خون قلیل مقدار میں ہی کیوں نہ ہو تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ معدہ خون کی جگہ نہیں ہے، جب معدہ محلِ دم نہیں تو لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ یہ نکلنے والا خون پیٹ کے کسی زخم سے نکلا ہے، پس اس کو اس خون پر قیاس کیا جائے گا جو ظاہر زخم سے نکلے، چونکہ اس میں

---

❶(لا تتخلله النجاسة) أي لا يتداخله النجاسة ولا يدخل في أجزائه (وما يتصل به قليل والقليل في القيء غير ناقض) لأنه لا يحتمل السيلان، والسيلان في غير السبيلين أقيم مقام الخروج ولم يوجده.

[البناية: كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۲۷٦، ط: دار الكتب العلمية]

لأنه بزاق حقيقة والبزاق طاهر لأن الرطوبة ترقى أعلى الحلق فتصير بزاقا وفي أسفله تغلظ فتصير بلغما فلم يخرج من المعدة ولئن خرج منها فهو لزج صقيل لا تتخلله النجاسة وما يتصل به منها قليل وهو في القيء عفو.

[حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: فصل: عشرة أشياء لا تنقض الوضوء، ج ۱ ص ۹۴، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الطهارات، ج ۱ ص ۲٦، ط: رحمانيه

نقضِ وضو کے لئے سیلان ضروری ہے اور یہاں پر بھی سیلان پایا گیا ہے، اس لئے محض سیلان سے نقضِ وضو کا حکم لگایا جائے گا، اس میں ملأ الفم کی شرط نہیں ہے۔ ❶

(۱۲) إِنَّ الثَّابِتَ عَادَةً كَالْمُتَيَقَّنِ بِهِ. ❷

ترجمہ: جو چیز عادتاً ثابت ہو وہ یقینی طور پر ثابت شدہ چیز کی طرح ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کروٹ پر لیٹ کر سونا ناقضِ وضو ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کروٹ کے بل یا تکیہ وغیرہ لگا کر سو گیا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اس کی وجہ صاحبِ ہدایہ نے ذکر کی ہے کہ کروٹ پر سونا جوڑ بند کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے اور اس صورت میں عام طور پر کوئی نہ کوئی چیز نکل جاتی ہے، پس کروٹ پر سونا عادتاً کسی چیز کے نکلنے سے خالی نہیں ہوتا، اور اصول ہے کہ جو چیز عادتاً ثابت ہو وہ یقین کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ کروٹ پر لیٹنے سے استرخاءِ مفاصل کی وجہ سے خروجِ ریح وغیرہ ہوتی ہے اور خروجِ ریح سے یقینی طور پر وضو ٹوٹ جاتا ہے، چونکہ اضطجاع کی صورت میں بھی استرخاءِ مفاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ ❸

---

❶ (لأن المعدة ليست بمحل للدم) يعني أنها ليست من مظان الدم ومواضعه (فتكون من قرحة في الجوف) فالمعتبر هناك السيلان فكذلك هناك.

[البناية: كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۲۲۷، ط: دار الكتب العلمية]

وَعِنْدَهُمَا إِنْ سَالَ بِقُوَّةِ نَفْسِهِ نَقَضَ الْوُضُوءَ، وَإِنْ كَانَ قَلِيلًا، لِأَنَّ الْمَعِدَةَ لَيْسَتْ بِمَحَلِّ الدَّمِ فَيَكُونُ مِنْ قُرْحَةٍ فِي الْجَوْفِ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ فَصَحَّحَ فِي الْبَدَائِعِ قَوْلَهُمَا قَالَ وَبِهِ أَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۳۷، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۲۶، ط: رحمانيه

❸ لِأَنَّ الِاضْطِجَاعَ سَبَبٌ لِاسْتِرْخَاءِ الْمَفَاصِلِ فَلَا يَخْلُو عَنْ خُرُوجِ رِيحٍ عَادَةً، وَالثَّابِتُ عَادَةً كَالْمُتَيَقَّنِ بِهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ مَنْ دَخَلَ الْمُسْتَرَاحَ ثُمَّ شَكَّ فِي وُضُوئِهِ فَإِنَّهُ يُحْكَمُ بِنَقْضِ وُضُوئِهِ، لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ عِنْدَ الدُّخُولِ فِي الْخَلَاءِ بِالتَّبَرُّزِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا شَكَّ بِدُونِ الدُّخُولِ.

[العناية: كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، ج ۱ ص ۴۷، ط: دار الفكر]

(۱۳) إِنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوْعٌ شَرْعًا. ❶

ترجمہ: یقیناً شریعت نے حرج کودور کر رکھا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے مذکورہ اصول سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جس چیز میں شرعاً کوئی حرج ہوتو اسے بجالانا واجب نہیں ہے اور جس میں شرعاً کوئی حرج وغیرہ نہ ہوتو اُسے بجالانا ضروری ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ نے اسے ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ عورت کے لئے غُسل کے وقت گوندھے ہوئے بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جاتا ہو، تو اسی طرح اس کے لئے اپنے بٹے ہوئے گیسوؤں کوتر کرنا بھی ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ ان بٹے ہوئے بالوں کوتر کرنے میں عورت کے حق میں حرج ہے اور شریعت نے حرج کو دور کر رکھا ہے، جیسا کہ اصول مذکورہ میں موجود ہے کہ جس چیز میں شرعاً حرج ہوتو اُسے بجالانا ضروری نہیں ہے، اور یہاں پر بھی چونکہ عورت کے لئے اپنے بٹے ہوئے بالوں کوتر کرنے میں حرج ہے اس لئے ان بالوں کوتر کرنا ضروری نہیں ہے، بخلاف داڑھی کے کہ اس کے اندر پانی پہنچانے میں کوئی حرج اور مشقت نہیں ہے، لہٰذا داڑھی کے اندر پانی کا پہنچانا واجب اور ضروری ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت کے بال کھلے ہوں تو ان کے درمیان بھی پانی پہنچانا واجب ہے، کیونکہ اب اس میں کوئی حرج اور مشقت نہیں ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في الغسل، ج ا ص ۳۱، ط: رحمانیہ

❷ لِأَنَّ مَوَاضِعَ الضَّرُورَةِ مُسْتَثْنَاةٌ كَدَاخِلِ الْعَيْنَيْنِ، وَأَمَّا بَلُّهَا فَكَذٰلِكَ فِي الصَّحِيحِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْحَرَجِ.

[العناية: كتاب الطهارة، فصل في الغسل، ج ا ص ۵۹، ط: دار الفكر]

(ومن كان داخل الميقات) أي ومن كان وطنه بين الميقات ومكة (له أن يدخل مكة بغير إحرام لحاجته) أي لأجل حاجته (لأنه يكثر دخوله مكة، وفي إيجاب الإحرام في كل مرة حرج بين) أي ظاهر، والحرج مدفوع شرعاً.

[البناية: كتاب الحج، فصل المواقيت المكانية للحج، ج۴ ص ۱۶۳، ط: دار الكتب العلمية]

(۱۴) إِنَّ الشَّیْءَ إِذَا كَانَ مَخْفِيًّا أُقِيمَ السَّبَبُ مَقَامَهُ. ❶

ترجمہ: جب کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ ہو تو ظاہری سبب کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول کو بطورِ دلیل عقلی کے پیش نظر کر کے یہ بات ثابت کی ہے کہ التقاءِ ختانین سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز پر حکم کا ترتب ہوتا ہے اگر وہ چیز مخفی اور پوشیدہ ہے اور اس کا کوئی ظاہری سبب ہے تو حکم کا ترتب اس چیز کے ظاہری سبب پر ہوتا ہے اور یہی سببِ ظاہر اس مخفی اور پوشیدہ چیز کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ التقاءِ ختانین یہ انزالِ ظاہری کا سبب ہے، نفسِ انزال جس پر غسل واجب ہوتا ہے وہ ایک مخفی اور پوشیدہ چیز ہے کیونکہ وہ انسان کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے اور کبھی تو قلتِ منی کی وجہ سے احساس بھی نہیں ہوتا کہ انزال ہوا یا نہیں، لہذا جب انزال میں اخفاء ہے تو لامحالہ حکم کا ترتب اس کے ظاہری سبب پر ہوگا، اور انزال کا ظاہری سبب چونکہ التقاءِ ختانین ہے لہذا اسی پر وجوبِ غسل کا حکم مرتب ہوگا اور یہی کہا جائے گا کہ محض التقاءِ ختانین سے غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ اس میں انزال ہو یا نہ ہو۔

اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا جب کوئی شخص قُبل کے بجائے دُبر میں اپنی شہوت کو پورا کرے، تو یہاں بھی محض ایلاج اور غیبوبتِ حشفہ سے اس پر وجوبِ غسل کا حکم مرتب ہوگا انزال کی شرط نہیں ہوگی۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في الغسل، ج ۱ ص ۳۱، ط: رحمانیہ

❷ أَنَّ الشَّيْءَ الَّذِي يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ حُكْمٌ إِذَا كَانَ خَفِيًّا وَلَهُ سَبَبٌ ظَاهِرٌ، يُقَامُ ذَلِكَ السَّبَبُ الظَّاهِرُ مَقَامَ ذَلِكَ الْأَمْرِ الْخَفِيِّ، وَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ الْحُكْمُ، وَهَاهُنَا الْتِقَاءُ الْخِتَانَيْنِ سَبَبُ الْإِنْزَالِ، وَنَفْسُ الْإِنْزَالِ الَّذِي تَرَتَّبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ يَتَغَيَّبُ عَنْ بَصَرِ الْمُنْزِلِ، وَقَدْ يَخْفَى الْإِنْزَالُ لِقِلَّةِ الْمَنِيِّ فَيُقَامُ الِالْتِقَاءُ مَقَامَ الْإِنْزَالِ كَمَا فِي السَّفَرِ مَعَ الْمَشَقَّةِ الَّتِي يَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا الْقَصْرُ فِي السَّفَرِ.

[العناية: كتاب الطهارات، فصل في الغسل، ج ۱ ص ۶۴، ط: دار الفكر]

أَنَّ الْتِقَاءَ الْخِتَانَيْنِ لَمَّا كَانَ سَبَبًا لِاسْتِطْلَاقِ وِكَاءِ الْمَنِيِّ جُعِلَ بِهِ كَالْمُمْنِي، وَإِقَامَةُ السَّبَبِ الظَّاهِرِ مَقَامَ الْمَعْنَى الْخَفِيِّ أَصْلٌ فِي الشَّرْعِ.

[المبسوط: باب الوضوء والغسل، ج ۱ ص ۶۲، ط: دار المعرفة]

باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز بہ

(۱۵) إِنَّ الْمُطْلَقَ إِذَا أُطْلِقَ يُرَادُ بِهِ فَرْدٌ كَامِلٌ. ❶

ترجمہ: جب کسی چیز کومطلق ذکر کیا جائے تو اُس سے فردِ کامل مرادلیا جاتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کوذکر کر کے اس بات کوثابت کیا ہے کہ اَحداث سے پاکی حاصل کرنا آسمان کے پانی کے ساتھ، وادیوں کے پانی کے ساتھ، چشموں کے پانی کے ساتھ، کنوؤں اور دریاؤں کے پانی کے ساتھ جائز ہے، اوراس کی دلیل یہ ذکر کی ہے کہ قرآنِ کریم میں ہے''وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ''اس آیت میں لفظ''ماء''مطلق ہےاوراصولِ مذکورہ کے مطابق جب کسی چیز کومطلق رکھا جائے تو اس سے فردِ کامل مرادلیا جاتا ہے،لہذا''مـاء''اپنے تمام افراد کوشامل ہوگا، چاہے وہ بارش کا پانی ہو یا وادیوں، چشموں اور کنووں کا پانی ہو یا دریاؤں کا پانی ہو،ان تمام سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے، بخلاف وہ پانی جو کسی درخت یا کسی پھل سے نچوڑ کر نکالا گیا ہواس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ماءِ مطلق نہیں، جب ماءِ مطلق نہیں ہےتو اس سے طہارت حاصل کرنا بھی جائز نہیں ہے، ماءِ مطلق نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کیا جائے گا،لقولہ تعالی (فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا)۔❷

---

❶الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذی یجوز به الوضوء وما لا یجوز به، ج ١ ص٣٣،ط:رحمانیہ

❷لَا يُتَوَضَّأُ بِمَا اُعْتُصِرَ مِنْ شَجَرٍ كَالرِّيبَاسِ أَوْ ثَمَرٍ كَالْعِنَبِ لِأَنَّ هَذَا مَاءٌ مُقَيَّدٌ، وَلَيْسَ بِمُطْلَقٍ، فَلَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِهِ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ مَنْقُولٌ إلَى التَّيَمُّمِ عِنْدَ فَقْدِ الْمَاءِ الْمُطْلَقِ بِلَا وَاسِطَةٍ بَيْنَهُمَا.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، أحكام المياه، ج ١ ص ٧٢، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(وَالْمُبَانُ مِنْهُ كَمَا إذَا أُبِينَ الرَّأْسُ بِذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ) وَذَلِكَ لِأَنَّ قَطْعَ أَيِّ عُضْوٍ كَانَ فِي ذَكَاةِ الِاضْطِرَارِ كَقَطْعِ الرَّأْسِ فِي ذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ، وَالرَّأْسُ يُؤْكَلُ فِي ذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ فَكَذَا الْعُضْوُ الْمُبَانُ فِي ذَكَاةِ الِاضْطِرَارِ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا أُبِينَ مِنْ الْحَيِّ فَهُوَ مَيِّتٌ وَوَجْهُ الِاسْتِدْلَالِ أَنَّهُ ذَكَرَ الْحَيَّ مُطْلَقًا، وَالْمُطْلَقُ يَنْصَرِفُ إلَى الْفَرْدِ الْكَامِلِ، وَالْكَامِلُ هُوَ الْحَيُّ حَقِيقَةً وَحُكْمًا، وَالْعُضْوُ الْمُبَانُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ: يَعْنِي أُبِينَ مِنْ الْحَيِّ حَقِيقَةً وَحُكْمًا، أَمَّا حَقِيقَةً فَلِقِيَامِ الْحَيَاةِ بِهِ، وَأَمَّا حُكْمًا فَلِأَنَّهُ يُتَوَهَّمُ حَيَاتُهُ بَعْدَ إبَانَةِ هَذَا الْعُضْوِ، وَلِهَذَا أَيْ وَلِكَوْنِهِ حَيًّا حُكْمًا اعْتَبَرَهُ الشَّرْعُ حَتَّى لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ وَفِيهِ حَيَاةٌ بِهَذِهِ الصِّفَةِ لَمْ يُؤْكَلْ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ مَوْتُهُ بِوُقُوعِهِ فِي الْمَاءِ.

[العناية: كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج ١٠ ص ١٣١، ط: دار الفكر]

(١٦) إِنَّ اِسْمَ الشَّيْءِ إِذَا كَانَ بَاقِيًا يَبْقَى حُكْمُهُ. ❶

ترجمہ: جب کسی چیز کا نام باقی ہو تو اس کا حکم بھی باقی رہتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول کو ذکر کر کے یہ بتلایا کہ پانی کے اندر اگر کوئی چیز مل جائے اور اس سے پانی کے تینوں اوصاف (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی ایک وصف متغیر ہو جائے تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے، جیسے سیلاب کا پانی، زعفران، صابون یا اُشنان کا ملا ہوا پانی، کیونکہ اس صورت میں پانی کا نام علی الاطلاق باقی ہے علیحدہ کوئی نیا نام نہیں پڑا، لہذا اصولِ مذکورہ کے مطابق جب کسی چیز کا نام باقی ہو تو اس کا حکم بھی برقرار رہتا ہے، لہذا پانی کے اوصافِ ثلاثہ میں سے اگر کوئی ایک وصف متغیر بھی ہو جائے تب بھی اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ ❷

(١٧) إِنَّ الْحُرْمَةَ لَيْسَتْ مِنْ ضَرُوْرَتِهَا النَّجَاسَةُ. ❸

ترجمہ: کسی چیز کی حرمت کے لئے اس کا نجس ہونا ضروری نہیں ہے (یعنی جو چیز حرام ہو وہ نجس بھی ہو یہ ضروری نہیں ہے)۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ سے قبل اس مسئلہ کو ثابت کیا تھا کہ پانی کے اندر اگر

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، ص ۳۴، ط: رحمانیہ

❷ هَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ الَّذِي خَالَطَهُ مِمَّا يُقْصَدُ مِنْهُ زِيَادَةُ نَظَافَةٍ، فَإِنْ كَانَ مِمَّا يُقْصَدُ مِنْهُ ذَلِكَ، وَيُطْبَخُ بِهِ أَوْ يُخَالِطُ بِهِ كَمَاءِ الصَّابُونِ، وَالْأُشْنَانِ يَجُوزُ التَّوَضُّؤُ بِهِ، وَإِنْ تَغَيَّرَ لَوْنُ الْمَاءِ، أَوْ طَعْمُهُ، أَوْ رِيحُهُ؛ لِأَنَّ اسْمَ الْمَاءِ بَاقٍ، وَازْدَادَ مَعْنَاهُ، وَهُوَ التَّطْهِيرُ، وَكَذَلِكَ جَرَتْ السُّنَّةُ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ بِالْمَاءِ الْمَغْلِيِّ بِالسِّدْرِ، وَالْحُرُضِ فَيَجُوزُ الْوُضُوءُ بِهِ إِلَّا إِذَا صَارَ غَلِيظًا كَالسَّوِيقِ الْمَخْلُوطِ، لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَزُولُ عَنْهُ اسْمُ الْمَاءِ، وَمَعْنَاهُ أَيْضًا.

[بدائع الصنائع: كتاب الطهارة، فصل شرائط أركان الوضوء، ج ۱ ص ۱۵، ط: دار الكتب العلمية]

(قَوْلُهُ: وَالْمَاءُ الَّذِي يَخْتَلِطُ بِهِ الْأُشْنَانُ وَالصَّابُونُ وَالزَّعْفَرَانُ) لِأَنَّ اسْمَ الْمَاءِ بَاقٍ فِيهِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَاخْتِلَاطُ الْقَلِيلِ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ لَا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۱۲، ط: المطبعة الخيرية]

❸ الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضوء، ج ۱ ص ۳۷، ط: رحمانیہ

کوئی ایسا جانور مر جائے جس میں بہنے والا خون نہ ہو تو اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، جیسے: مچھر، مکھی، بھڑ اور بچھو وغیرہ، اس سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے۔

لیکن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ایسے جانوروں کا پانی کے اندر مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اور ان کی دلیل یہ ذکر کی تھی کہ یہ جانور حرام ہیں اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ'' اس سے معلوم ہوا کہ تحریم اگر بطریقِ کرامت اور بزرگی نہ ہو تو وہ نجاست کی علامت ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو ذکر کر کے امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرمت کے لوازم میں سے نجاست نہیں ہے یعنی جو چیز حرام ہو وہ نجس بھی ہو ضروری نہیں ہے، جیسے مٹی اور کوئلہ وغیرہ حرام تو ہیں لیکن ان میں کوئی ناپاک نہیں ہے، معلوم ہوا کہ اگر پانی کے اندر کوئی ایسا جانور مر جائے جس میں دمِ سائل نہ ہو تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے کیونکہ مچھر، مکھی وغیرہ اگرچہ حرام تو ہیں لیکن نجس نہیں ہیں۔ ❶

(۱۸) إِنَّ النَّجَاسَةَ إِذَا كَانَتْ فِيْ مَعْدِنِهَا لَا يُعْطَى لَهَا حُكْمُ النَّجَاسَةِ. ❷

ترجمہ: نجاست جب تک اپنے معدن میں ہو تو اس پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول مذکورہ کو بطورِ دلیل عقلی کے ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ پانی میں رہنے والا جانور اگر پانی ہی کے اندر مر جائے خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر، اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، جیسے مچھلی، مینڈک اور کیکڑا وغیرہ، کیونکہ پانی میں رہنے والا جانور

---

❶(والحرمة ليست من ضرورتها النجاسة) هذا جواب عن قول الشافعي لأن التحريم لا بطريق الكرامة آية النجاسة أراد أن الحرام لا يستلزم النجاسة (كالطين) فإنه أكله حرام لا لكرامنه مع أنه ليس بنجس.

[البناية: كتاب الطهارات، باب الماء يجوز به الوضوء، ج ١ ص ٣٩٠، ط: دار الكتب العلمية]

وَالْحُرْمَةُ لَيْسَتْ مِنْ ضَرُورَتِهَا النَّجَاسَةُ كَالطِّينِ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، أحكام المياه، ج ١ ص ٩٤، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ١ ص ٣٧، ط: رحمانيه

اگر پانی کے اندر مر جائے تو وہ اپنے معدن میں مرا ہے اور جو جانور اپنے معدن میں مرتا ہے تو اپنے معدن میں نجس ہوگا اور ماقبل میں اصول ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو چیز اپنے معدن میں رہتے ہوئے نجس ہو تو اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جاتا، کیونکہ اگر نجاست کو اپنے معدن میں نجاست کا حکم دیا جائے تو کوئی آدمی پاک نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ہر ایک کی رگوں میں خون نجاستِ غلیظہ گردش کر رہا ہے، پس نجاست جب تک اپنے معدن میں ہے اس کو نجاست کا حکم نہیں ہوگا، جیسے کہ وہ انڈا جس کی زردی خون ہوگئی تو جب تک اندر ہے انڈا نجس نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ایسے انڈے کو جیب میں رکھ نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، اس کے برخلاف اگر نجاست اپنے معدن میں نہ ہو تو اس کو نجاست کا حکم دیا جائے گا، چنانچہ اگر شیشی میں خون بھر کر جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو نماز جائز نہیں ہے کیونکہ شیشی اس خون کا معدن نہیں ہے۔ ❶

(۱۹) إِنَّ مُلَاقَاةَ الطَّاهِرِ الطَّاهِرَ لَا تُوجِبُ النَّجَسَ. ❷

ترجمہ: پاک چیز کا پاک چیز کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ناپاکی پیدا نہیں ہوتی۔

تشریح: ماءِ مستعمل کی طہارت اور عدمِ طہارت کے سلسلے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے،

❶ وَكُلُّ مَا مَاتَ فِي مَعْدِنِهِ كَانَ نَجِسًا فِي مَعْدِنِهِ، وَكُلُّ مَا كَانَ نَجِسًا فِي مَعْدِنِهِ لَا يُعْطَى لَهُ حُكْمُ النَّجَاسَةِ كَبَيْضَةٍ حَالَ مَجِّهَا دَمًا: أَيْ تَغَيَّرَتْ صُفْرَتُهَا دَمًا، حَتَّى لَوْ صَلَّى وَفِي كُمِّهِ تِلْكَ الْبَيْضَةُ تَجُوزُ الصَّلَاةُ مَعَهَا؛ لِأَنَّ النَّجَاسَةَ فِي مَعْدِنِهَا بِخِلَافِ مَا إِذَا صَلَّى وَفِي كُمِّهِ قَارُورَةٌ فِيهَا دَمٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهُ؛ لِأَنَّ النَّجَاسَةَ لَيْسَتْ فِي مَعْدِنِهَا.

[العناية: كتاب الطهارات، باب الماء يجوز به الوضوء، ج ا ص ۸۳، ط: دار الفكر]

(وَمَوْتُ الضِّفْدَعِ، وَالسَّمَكِ، وَالسَّرَطَانِ فِي الْمَاءِ لَا يُفْسِدُهُ) لِوَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّ الْمَاءَ مَعْدِنُهُ، وَالشَّيْءُ إِذَا مَاتَ فِي مَعْدِنِهِ لَا يُعْطَى لَهُ حُكْمُ النَّجَاسَةِ كَمَنْ صَلَّى، وَفِي كُمِّهِ بَيْضَةٌ مَذِرَةٌ حَالَ مُحُّهَا دَمًا تَجُوزُ صَلَاتُهُ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ التَّحَرُّزَ عَنْ مَوْتِهِ فِي الْمَاءِ غَيْرُ مُمْكِنٍ وَالثَّانِي أَنَّهُ لَيْسَ لِهَذِهِ الْحَيَوَانَاتِ دَمٌ سَائِلٌ فَإِنَّ مَا يَسِيلُ مِنْهَا إِذَا شُمِسَ ابْيَضَّ، وَالدَّمُ إِذَا شُمِسَ اسْوَدَّ، وَهَذَا الْحَرْفُ أَصَحُّ.

[المبسوط: باب الوضوء والغسل، ج ا ص ۵۷، ط: دار المعرفة]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ا ص ۳۷، ط: رحمانیہ

امام محمد رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں ہے، خواہ استعمال کرنے والا باوضو ہو یا بے وضو، اس لئے کہ محدث کے اعضاء بھی پاک ہیں اور جس پانی سے وضو کر رہا ہے وہ پانی بھی پاک ہے، اور پاک چیز اگر دوسری پاک چیز کے ساتھ مل جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی، مگر چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی ہے اس لئے اس وجہ سے پانی کا وصف متغیر ہو جائے گا اور اب اس میں مطہر ہونے کی صفت باقی نہیں رہے گی، لیکن اس کے طاہر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، جیسے صدقہ اور زکوۃ کا مال فی نفسہ مطہر ہے، ارشادِ باری تعالیٰ: (خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) پس جس مال کے ساتھ زکوۃ ادا کی گئی ہے شریعت نے اُسے میل کچیل قرار دیا ہے اس لئے زکوۃ کا مال حضور اور آپ کی اولاد کے لئے شرعاً حرام ہے، جس طرح زکوۃ کے مال میں ادائیگی قربت کی وجہ سے تغیر وصف ہو جاتا ہے، اسی طرح ماءِ مستعمل جس سے قربت ادا کی گئی ہو یا حدث زائل کیا گیا ہو تو وہ نجاستِ حکمیہ کی وجہ سے میلا ہو جاتا ہے اور اپنے اصلی مرتبہ یعنی مطہر ہونے سے خارج ہو جاتا ہے مگر طہارت باقی رہتی ہے، اس لئے ماءِ مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ماءِ مستعمل کے طاہر ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسالۂ وضو سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب حضور وضو فرماتے تو صحابہ کرام آپ کے آبِ مستعمل کو لینے کے لئے دوڑتے اور اسے اپنے چہرہ پر ملتے، اگر یہ ناپاک ہوتا تو حضور ضرور صحابہ کو اس سے منع کرتے جیسا کہ ابوطیبہ حجام کو اپنے بدن سے نکلے ہوئے خون کو پینے سے منع کیا تھا۔ ❶

---

❶ (لِأَنَّ مُلَاقَاةَ الطَّاهِرِ) وَهُوَ الْمَاءُ (لِلطَّاهِرِ) وَهُوَ الْعُضْوُ الْمَغْسُولُ؛ لِأَنَّهُ طَاهِرٌ حَقِيقَةً لَا يُوجِبُ التَّنَجُّسَ كَمَا لَوْ غُسِلَ بِهِ ثَوْبٌ طَاهِرٌ (إِلَّا أَنَّهُ أُقِيمَتْ بِهِ قُرْبَةٌ) وَلِإِقَامَتِهَا تَأْثِيرٌ فِي تَغْيِيرِ مَا أُقِيمَتْ بِهِ (فَتَغَيَّرَتْ بِهِ) أَيْ بِالِاسْتِعْمَالِ (صِفَةُ الْمَاءِ كَمَالُ الصَّدَقَةِ) الَّذِي أُقِيمَتْ بِهِ قُرْبَةٌ وَقَدْ تَغَيَّرَتْ صِفَتُهُ فَلَمْ يَبْقَ طَيِّبًا، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادَرُوا إِلَى وُضُوئِهِ فَمَسَحُوا بِهِ وُجُوهَهُمْ، فَلَوْ كَانَ نَجِسًا لَمَنَعَهُمْ كَمَا مَنَعَ أَبَا طَيْبَةَ الْحَجَّامَ عَنْ شُرْبِ دَمِهِ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ١ ص ٨٧، ط: دار الكتب العلمية]

أَنَّ مُلَاقَاةَ الطَّاهِرِ لَا تُوجِبُ التَّنْجِيسَ، وَلَكِنْ أُقِيمَتْ بِهِ قُرْبَةٌ أَوْ أُزِيلَ بِهِ حَدَثٌ فَتَغَيَّرَتْ صِفَتُهُ كَمَالِ الزَّكَاةِ لَمَّا أُقِيمَتْ بِهِ الْقُرْبَةُ تَغَيَّرَتْ صِفَتُهُ حَتَّى حَرُمَ عَلَى الْهَاشِمِيِّ وَالْغَنِيِّ.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، الماء المستعمل، ج ١ ص ٢٤، ط: المطبعة الكبرى]

(۲۰) إِنَّ اخْتِلَافَ الْعُلَمَاءِ يُوْرِثُ تَخْفِيْفًا. ❶

ترجمہ: علماء کا اختلاف تخفیف پیدا کرتا ہے۔

تشریح: امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس تو ہے لیکن نجاستِ خفیفہ کے حکم میں ہے نہ کہ نجاستِ غلیظہ کے حکم میں، امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نجاستِ غلیظہ کا قول نقل کیا ہے، جب کہ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں یہ طاہر اور مطہر ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے کہ ماءِ مستعمل کی طہارت اور نجاست میں علماء کا اختلاف ہے اور اختلافِ علماء کی وجہ سے تخفیف پیدا ہو جاتی ہے، لہذا ماءِ مستعمل نجاست خفیفہ کے حکم میں ہو گا نہ کہ نجاستِ غلیظہ کے۔ ❷

(۲۱) إِنَّ الشَّيْءَ إِذَا ثَبَتَ بِالضَّرُوْرَةِ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ا ص ۳۸، ط: رحمانیہ

❷ (لمكان الاختلاف) أى لأجل اختلاف العلماء فى الماء المستعمل، فإن عند مالك طاهر وطهور كما ذكرنا، واختلاف العلماء يورث الإخفاف.

[البناية: كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ا ص ۴۰۱، ط: دار الكتب العلمية]

وثمرة الاختلاف تظهر فى الأرواث: عند أبى حنيفة رحمه الله نجاستها غليظة؛ لأنه ورد فيه النص، وهو حديث ابن مسعود رضى الله عنه على ما روينا، ولم يعارض هذا الحديث نص آخر فيتغلظ؛ وعندهما نجاستها خفيفة لاختلاف العلماء فيه، ولمكان البلوى، فإن الطرق مملوءة فيها، وقد يحتاج الإنسان إلى سوق الدواب فيمشى عليها، فيصيبه الروث على وجه لا يمكنه الدفع عن نفسه، وللضرورة أثر فى إسقاط النجاسة كما فى سؤر الهرة، فلأن يكون لها أثر فى التخفيف أولى وقد ذكرنا رواية المعلى عن محمد رحمه الله أنه قال: الروث لا يمنع جواز الصلاة وإن كان كثيراً فاحشاً. ونجاسة بول ما يؤكل لحمه على قول من يقول بنجاسته خفيفة، حتى لو أصاب الثوب لا يمنع جواز الصلاة ما لم يكن كثيراً فاحشاً، وإذا وقع قطرة فى الماء أفسده؛ لأن القليل فى الماء يصير كثيراً، وإنما كانت نجاسته خفيفة إما لأن بنجاسته اختلاف، فتخفف نجاسته، أو لأن فيه ضرورة وللضرورة أثر فى التخفيف.

[المحيط البرهاني: كتاب الطهارة، الفصل السابع، ج ا ص ۱۹۴، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ا ص ۳۸، ط: رحمانیہ

ترجمہ: جب کوئی شئ ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو تو وہ بقدرِ ضرورت ثابت ہوگی۔

تشریح: اس اصول میں ماءِ مستعمل کے وقت کا تعین کیا گیا ہے کہ پانی کب مستعمل ہوگا۔تو صاحبِ ہدایہ نے اس اصول کو ذکر کر کے ماءِ مستعمل ہونے کے وقت کے تعین پر بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے کہ احناف کے نزدیک پانی جونہی بدن سے جدا ہو جائے تو وہ مستعمل ہو جاتا ہے، اس کا کسی برتن یا جگہ میں جمع ہونا مستعمل ہونے کے لئے شرط نہیں ہے، اس کی دلیل میں اس اصول کو ذکر کیا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ بدن سے جدا ہونے سے پہلے پانی کو استعمال کا حکم ضرورت کی وجہ سے نہیں دیا گیا لیکن جدا ہونے کے بعد کوئی ضرورت نہیں رہتی، اس لئے پانی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گا۔ ❶

(۲۲) إِنَّ مَا يُنْتَفِعُ بِهِ فَهُوَ لَيْسَ بِنَجِسِ الْعَيْنِ. ❷

ترجمہ: جس چیز سے انتفاع حاصل کیا جائے وہ نجس العین نہیں ہوتی۔

تشریح: اصول کا حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے وہ نجس العین نہیں ہوتی، صاحبِ ہدایہ نے ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ جیسے کتا صحیح قول کے مطابق نجس العین نہیں ہے، کیونکہ پہرہ داری اور شکار کرنے کے لئے کتا اپنے پاس رکھنا جائز ہے، پس اگر کتا نجس العین ہوتا تو اس سے نفع لینا شرعاً ممنوع ہوتا، جب اس سے نفع لینا جائز ہے تو وہ نجس العین نہیں ہے، بخلاف خنزیر کے کہ وہ نجس العین ہے اور اس پر نص ہے (فَإِنَّهُ رِجْسٌ) ''فَإِنَّهُ'' کی ضمیر کا

---

❶(لأن سقوط حكم الاستعمال) أى سقوط حكم كون الماء مستعملا (قبل الانفصال) أى قبل انفصال الماء عن عضو المتوضئ (للضرورة) أى لأجل ضرورة تعذر الاحتراز عنه (ولا ضرورة بعده) أى عبد الانفصال وفى "المحيط "أن الماء إنما يأخذ حكم الاستعمال إذا زايل البدن، والاجتماع فى المكان ليس بشرط هذا هو مذهب أصحابنا.

[البناية: كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ا ص ۴۰۴، ط: دار الكتب العلمية]

وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ كَمَا زَايَلَ الْعُضْوَ يَصِيرُ مُسْتَعْمَلًا، لِأَنَّ سُقُوطَ حُكْمِ الِاسْتِعْمَالِ قَبْلَ الِانْفِصَالِ لِلضَّرُورَةِ وَلَا ضَرُورَةَ بَعْدَهُ.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، الماء المستعمل، ج ا ص ۲۵، ط: المطبعة الكبرى]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ا ص ۳۹، ۴۰، ط: رحمانیہ

مرجع خنزیر ہے کیونکہ وہی اس کے قریب ہے۔ ❶

(۲۳) إِنَّ الْمَقْصُوْدَ إِذَا حَصَلَ بِشَيْءٍ فَلَا مَعْنَى لِاشْتِرَاطِ غَيْرِهِ. ❷

ترجمہ: جب مقصود کسی چیز سے حاصل ہوجائے تو پھر اس کے علاوہ کسی اور چیز کی شرط لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ کا مقصود اصولِ مذکورہ سے دباغت کا تعارف بیان کرنا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز کھال کی بدبو اور فساد کو دور کردے وہ دباغت ہے، خواہ نمک کے ذریعے ہو، یا دھوپ میں سکھا کر ہو، یا مٹی میں ڈال کر ہو، کیونکہ نجس رطوبتوں کو دور کرنے کی وجہ سے مقصود اس سے حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کے علاوہ کسی اور چیز کی شرط لگانے کے کوئی معنی نہیں ہیں، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے درختِ سلم (ایک خاص قسم کا درخت ہے جس کے پتوں سے دباغت دی جاتی ہے) اور مازو کے درخت کی شرط لگائی ہے۔ ❸

---

❶ أَلَا تَرَى أَنَّ الشَّرْعَ أَبَاحَ الِانْتِفَاعَ بِهِ حِرَاسَةً وَاصْطِيَادًا فَكَذَا بَيْعًا وَلِأَنَّهُ يَجُوزُ تَمْلِيكُهُ بِغَيْرِ عِوَضٍ كَالْهِبَةِ، وَالْوَصِيَّةِ فَكَذَا بِعِوَضٍ بِخِلَافِ الْخِنْزِيرِ؛ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ كَالْمَيْتَةِ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ شَرْعًا، وَالْكَلْبُ لَيْسَ بِنَجِسِ الْعَيْنِ.

[تبيين الحقائق: كتاب البيوع، باب المتفرقات، حكم بيع الكلب، ج۴ ص۱۲۵، ط: المطبعة الكبرى]

وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِنَجِسِ الْعَيْنِ؛ لِأَنَّهُ يُنْتَفَعُ بِهِ حِرَاسَةً وَاصْطِيَادًا وَلَيْسَ نَجِسَ الْعَيْنِ كَذَلِكَ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج۱ ص۹۴، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج۱ ص۴۰، ط: رحمانیہ

❸ قَالَ مُحَمَّدٌ فِي كِتَابِ الْآثَارِ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ يَمْنَعُ الْجِلْدَ مِنَ الْفَسَادِ (فَهُوَ دِبَاغٌ) فَيَتَنَاوَلُ التَّشْمِيسَ وَالتَّتْرِيبَ (لِأَنَّ الْمَقْصُودَ) وَهُوَ مَنْعُ الْفَسَادِ بِإِزَالَةِ الرُّطُوبَاتِ النَّجِسَةِ (يَحْصُلُ بِذَلِكَ فَلَا مَعْنَى لِاشْتِرَاطِ غَيْرِهِ) مِنْ قَرَظٍ أَوْ عَفْصٍ أَوْ شَثٍّ أَوْ نَحْوِهَا كَمَا شَرَطَهُ الشَّافِعِيُّ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج۱ ص۹۵، ط: دار الفكر]

فَإِنَّ اسْمَ الدِّبَاغِ يَتَنَاوَلُ مَا يَقَعُ بِالتَّشْمِيسِ وَالتَّتْرِيبِ فَلَا يُقَيَّدُ بِشَيْءٍ، وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ يَحْصُلُ بِهِ فَلَا مَعْنَى لِاشْتِرَاطِ غَيْرِهِ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، الطهارة بالدباغ، ج۱ ص۱۱۲، ط: دار الكتاب الإسلامى]

(۲۴) إِنَّ مَا يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالدِّبَاغِ يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ. ❶

ترجمہ: جس جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے۔

تشریح: اصولِ مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے اسی طرح ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ذبح کرنا ایسے شخص سے ہو جو ذبح کا اہل ہو، چنانچہ مجوسی کا ذبح کرنا اس کو پاک نہیں کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ذبح کرنا دباغت کا کام دیتا ہے اس طور پر کہ نجس رطوبات کو زائل کر دیتا ہے، اور اسی طرح ذبح کرنا اس جانور کے گوشت کو بھی پاک کر دیتا ہے اگر چہ وہ ایسا جانور ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا، یعنی ذبح کرنے سے غیر ماکول اللحم کا گوشت بھی پاک ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر غیر ماکول اللحم جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوجائے گی۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، الماء يجوز به الوضوء، ج ۱ ص ۴۰، ط: رحمانیہ

❷ (ثُمَّ مَا يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالدِّبَاغِ يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ) يَعْنِي الذَّكَاةَ الْحَاصِلَةَ مِنَ الْأَهْلِ بِالتَّسْمِيَةِ، فَإِنَّ ذَكَاةَ الْمَجُوسِيِّ لَيْسَتْ مُطَهِّرَةً، وَذَكَرَ الضَّمِيرَ فِي (لِأَنَّهُ) لِأَنَّ الذَّكَاةَ بِمَعْنَى الذَّبْحِ، وَإِنَّمَا (تَعْمَلُ عَمَلَ الدِّبَاغِ فِي إِزَالَةِ الرُّطُوبَاتِ النَّجِسَةِ) لِأَنَّهُ يَمْنَعُ مِنْ اتِّصَالِهَا بِهِ، وَالدِّبَاغُ مُزِيلٌ بَعْدَ الِاتِّصَالِ، وَلَمَّا كَانَ الدِّبَاغُ بَعْدَ الِاتِّصَالِ مُزِيلًا وَمُطَهِّرًا كَانَتْ الذَّكَاةُ الْمَانِعَةُ مِنْ الِاتِّصَالِ أَوْلَى أَنْ تَكُونَ مُطَهِّرَةً. وَقَوْلُهُ: (وَكَذَلِكَ يَطْهُرُ لَحْمُهُ) أَيْ لَحْمُ مَا ذُبِحَ حَتَّى إِذَا صَلَّى وَمَعَهُ مِنْ لَحْمِ الثَّعْلَبِ الْمَذْبُوحِ أَوْ نَحْوِهِ أَكْثَرُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْهَمِ جَازَتْ صَلَاتُهُ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب الماء الذى يجوز به الوضوء، ج ۱ ص ۹۵، ط: دار الكتب العلمية]

كُلُّ حَيَوَانٍ يَطْهُرُ بِالدِّبَاغِ؛ يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالذَّكَاةِ، فَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ يَطْهُرُ لَحْمُهُ وَشَحْمُهُ وَسَائِرُ أَجْزَائِهِ؛ لِأَنَّ الْحَيَوَانَ اسْمٌ لِجُمْلَةِ الْأَجْزَاءِ.

وَقَالَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا وَمَشَايِخِ بَلْخٍ: إِنَّ كُلَّ حَيَوَانٍ يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالدِّبَاغِ يَطْهُرُ جِلْدُهُ بِالذَّكَاةِ، فَأَمَّا اللَّحْمُ وَالشَّحْمُ وَنَحْوُهُمَا فَلَا يَطْهُرُ، وَالْأَوَّلُ أَقْرَبُ إِلَى الصَّوَابِ؛ لِمَا مَرَّ أَنَّ النَّجَاسَةَ لِمَكَانِ الدَّمِ الْمَسْفُوحِ، وَقَدْ زَالَ بِالذَّكَاةِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الطهارة، فصل بيان ما يقع به التطهير، ج ۱ ص ۸٦، ط: دار الكتب العلمية]

(۲۵) إِنَّ الشَّیْءَ إِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْہِ حَیَاۃٌ لَا یَحِلُّہُ الْمَوْتُ. ❶

ترجمہ: جب کسی چیز کے اندر حیات نہ ہو تو اس میں موت سرایت نہیں کرے گی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مردار کے بال اور ہڈی پاک ہیں یعنی اگر مراد کے بال یا ہڈی وغیرہ پانی کے اندر گر جائے تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے، اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے موصوف نے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل عقلی کے پیش کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مردار کے تمام اجزاء ناپاک نہیں ہوتے بلکہ صرف وہ اجزاء ناپاک ہیں جن میں حیات ہو اور موت کی وجہ سے وہ حیات زائل ہوگئی، اور بال اور ہڈی وغیرہ ان چیزوں میں حیات نہیں ہوتی، کیونکہ ان میں سے اگر کسی چیز کو کاٹا جائے تو اس سے جانور کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی، پس جب ان میں حیات نہیں اور اصول ذکر کیا جا چکا ہے کہ جس چیز کے اندر حیات نہ ہو تو موت اس میں حلول نہیں کرتی، لہذا ان چیزوں میں بھی موت حلول نہیں کرے گی، کیونکہ موت تو حیات کے زائل ہونے کا نام ہے اور وہ یہاں پر مفقود ہے۔ جب ان میں حیات نہیں ہے تو پھر ان کے مرنے یا مردار ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جب یہ مردار نہیں ہیں تو ناپاک بھی نہیں ہوں گے۔ ❷

---

❶ الھدایۃ: کتاب الطھارۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء، ج ۱ ص ۴۰، ط: رحمانیہ

❷ (وَشَعْرُ الْمَیْتَةِ وَعَظْمُهَا) وَعَصَبُهَا (طَاهِرٌ) ذَكَرَهُ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ إِذَا وَقَعَ فِي الْمَاءِ هَلْ يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِهِ أَوْ لَا؟ عِنْدَنَا يَجُوزُ بِهِ الْوُضُوءُ لِكَوْنِهَا طَاهِرَةً. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ نَجِسٌ (لِأَنَّهُ) أَيْ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا (مِنْ أَجْزَاءِ الْمَيِّتِ) وَالْمَيِّتُ نَجِسٌ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ. قُلْنَا: لَا نُسَلِّمُ أَنَّ كُلَّ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ الْمَيِّتِ نَجِسٌ، بَلِ النَّجِسُ مِنْهُ مَا كَانَ فِيهِ حَيَاةٌ زَالَتْ بِالْمَوْتِ وَهَذِهِ الْأَشْيَاءُ لَا حَيَاةَ فِيهَا حَتَّى لَا يَتَأَلَّمَ بِقَطْعِهَا الْحَيَوَانُ، فَإِنَّ قَطْعَ قَرْنِ الْبَقَرَةِ لَا يُؤْلِمُهَا وَجَزُّ صُوفِ الْغَنَمِ كَذَلِكَ فَلَا يُحِلُّهَا الْمَوْتُ إِذِ الْمَوْتُ زَوَالُ الْحَيَاةِ.

[العنایۃ: کتاب الطھارۃ، ج ۱ ص ۹۶، ط: دار الفکر]

(وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ وَعَظْمُهَا طَاهِرٌ) لِأَنَّ الْحَيَاةَ لَا تَحِلُّهُمَا حَتَّى لَا تَتَأَلَّمَ بِقَطْعِهِمَا فَلَا يَحِلُّهُمَا الْمَوْتُ وَهُوَ الْمُنَجِّسُ، وَكَذَلِكَ الْعَصَبُ وَالْحَافِرُ وَالْخُفُّ وَالظِّلْفُ وَالْقَرْنُ وَالصُّوفُ وَالْوَبَرُ وَالرِّيشُ وَالسِّنُّ وَالْمِنْقَارُ وَالْمِخْلَبُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَلِقَوْلِهِ تَعَالَى: (وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا) امْتَنَّ بِهَا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ.

[الاختیار لتعلیل المختار: کتاب الطھارۃ، ج ۱ ص ۱۶، ط: دار الکتب العلمیۃ]

فصل فی البئر

(۲۶) إِنَّ مَسَائِلَ الْآبَارِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى اِتِّبَاعِ الْآثَارِ دُوْنَ الْقِيَاسِ.

ترجمہ: کنویں کے مسائل اتباعِ آثار پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر۔

تشریح: اصول کا حاصل یہ ہے کہ کنویں کے تمام مسائل اتباعِ آثار پر مبنی ہیں، اس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے، قیاس اس باب میں اس لئے معتبر نہیں کہ کنویں کے پانی میں دو قیاس متضاد ہیں۔ ایک قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ پانی ناپاک ہی نہ ہو اس لئے کہ کنویں میں نیچے سے مسلسل پانی نکلتا رہتا ہے، لہذا کنویں کا پانی آبِ جاری کے حکم میں ہوگا اور آبِ جاری نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ دوسرا قیاس یہ ہے کہ پانی پاک ہی نہ ہو، کیونکہ نجاست گرنے کی وجہ سے پانی ناپاک ہوگیا، کنویں کے اطراف، دیواریں اور کیچڑ ناپاک ہوگئے، اب جتنا پانی نکالیں گے اسی قدر نیچے سے آتا رہے گا اور وہ پانی اس ناپاک پانی سے مل کر خود ناپاک ہو جائے گا، پس یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور کنویں کا پانی کبھی پاک نہیں ہوگا۔ اس لئے کنویں کے مسائل میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ اتباعِ آثار پر مبنی ہیں۔ سلف کے اجماع کی وجہ محض کنویں کا پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا، اس کی دیواریں دھونا اور کیچڑ کا نکالنا واجب نہیں ہے۔ چھوٹے جانور میں کتنے ڈول نکالے جائیں؟ اس سے بڑے میں کتنے ڈول نکالے جائیں گے؟ کس صورت میں پورا پانی نکالا جائے گا؟ طہارت کس طرح ہوگی؟ یہ سب آثار پر مبنی ہیں۔ ❶

---

❶ (وَمَسَائِلُ الْآبَارِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى اتِّبَاعِ الْآثَارِ دُونَ الْقِيَاسِ) لِأَنَّ الْقِيَاسَ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ: إِمَّا أَنْ تُطَمَّ الْبِئْرُ كُلُّهَا طَمًّا لِتَنَجُّسِ الْأَوْحَالِ وَالْجُدْرَانِ، وَإِمَّا أَلَّا تَنْجُسَ أَبَدًا إِذِ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ أَسْفَلِهِ فَكَانَ كَالْمَاءِ الْجَارِي. قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: اتَّفَقَ رَأْيِي وَرَأْيُ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ مَاءَ الْبِئْرِ فِي حُكْمِ الْمَاءِ الْجَارِي، إِلَّا أَنَّا تَرَكْنَا الْقِيَاسَ وَاتَّبَعْنَا الْآثَارَ.

[العناية: كتاب الطهارة، فصل فی البئر، ج ۱ ص ۹۹، ط: دار الفكر]

وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا تَطْهُرَ أَصْلًا لِاخْتِلَاطِ النَّجَاسَةِ بِجَمِيعِ مَا فِيهَا مِنَ الْأَحْجَارِ وَالْأَخْشَابِ وَغَيْرِهِمَا وَيَتَعَذَّرُ الْغُسْلُ أَوْ لَا يَتَنَجَّسُ اعْتِبَارًا بِالْمَاءِ الْجَارِي، لِأَنَّهَا كُلَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَعْلَاهَا يَنْبُعُ مِنْ أَسْفَلِهَا لَكِنْ تُرِكَ الْقِيَاسُ لِلْآثَارِ؛ وَلِهَذَا قِيلَ: مَسَائِلُ الْآبَارِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى اتِّبَاعِ الْآثَارِ =

(۲۷) إِنَّ الْقَلِيْلَ جُعِلَ عَفْوًا لِلضَّرُوْرَةِ. ❶

ترجمہ: بے شک قلیل مقدار کو ضرورت کی وجہ سے معاف کیا گیا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کنویں میں اونٹ یا بکری کی ایک یا دو مینگنیاں گر پڑیں تو قیاساً پانی ناپاک ہوجائے گا اور استحساناً پانی ناپاک نہیں ہوگا، ایک دو مینگنیوں سے مراد قلیل مقدار ہے۔ قیاس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ماءِ قلیل ہے، اور ماءِ قلیل میں نجاست گرنے سے وہ ناپاک ہوجاتا ہے، خواہ نجاست قلیل ہو یا کثیر ہو۔ استحسان کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر جنگلوں اور صحراؤں میں جو کنویں ہوتے ہیں ان کے سروں اور کناروں پر کوئی چیز روکنے والی نہیں ہوتی، مویشی جب پانی پینے آتے ہیں تو عموماً ان کے اردگرد مینگنیاں کردیتے ہیں، پھر ہوا کی وجہ سے وہ مینگنیاں کنویں میں گر جاتی ہیں، اس لئے ضرورت کی وجہ سے قلیل مقدار معاف ہے، چونکہ کثیر میں ضرورت نہیں ہے اس لئے وہ معاف نہیں ہے۔ ❷

= حَتَّى إِذَا خَرَجَ الْوَاجِبُ مِنْهَا حُكِمَ بِطَهَارَةِ جَمِيعِ مَا فِيهَا وَدَلْوِهَا وَيَدِ النَّازِحِ

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، ج ا ص ٣٣، ط: دار إحياء التراث]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في البئر، ج ا ص ۴۰، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: لَا بِبَعْرَتَيْ إِبِلٍ وَغَنَمٍ) أَيْ لَا يُنْزَحُ مَاءُ الْبِئْرِ بِوُقُوعِ بَعْرَتَيْ إِبِلٍ وَغَنَمٍ فِيهَا، وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ أَنْ يَتَنَجَّسَ الْمَاءُ مُطْلَقًا لِوُقُوعِ النَّجَاسَةِ فِي الْمَاءِ الْقَلِيلِ كَالْإِنَاءِ وَذُكِرَ لِلِاسْتِحْسَانِ طَرِيقَتَانِ الْأُولَى وَاخْتَارَهَا صَاحِبُ الْهِدَايَةِ مُقْتَصِرًا عَلَيْهَا أَنَّ آبَارَ الْفَلَوَاتِ لَيْسَ لَهَا رُءُوسٌ حَاجِزَةٌ وَالْمَوَاشِي تَبْعَرُ حَوْلَهَا وَيُلْقِيهَا الرِّيحُ فِيهَا فَجُعِلَ الْقَلِيلُ عَفْوًا لِلضَّرُورَةِ وَلَا ضَرُورَةَ فِي الْكَثِيرِ وَلَا فَرْقَ عَلَى هَذَا بَيْنَ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ، وَالصَّحِيحِ وَالْمُنْكَسِرِ، وَالرَّوْثِ وَالْبَعْرِ وَالْخِثْيِ، لِأَنَّ الضَّرُورَةَ تَشْمَلُ الْكُلَّ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، ج ا ص ١١٨، ط: دار الكتاب الاسلامى]

(فجعل القليل عفوا للضرورة) أى فإذا كان كذلك جعل القليل من البعر عفوا لأجل الضرورة، فلو أفسده القليل أدى إلى الحرج (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) وهو الذى ذكره هو أحد وجهى الاستحسان. قال فى المبسوط: للاستحسان وجهان أحدهما: أن فى القليل ضرورة، ووجها ما ذكره المصنف. والوجه الثانى: لم يذكره المصنف وهو أن البعر شىء صلب =

(۲۸) إِنَّ بَوْلَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَنَجِسٌ عِنْدَهُمَا. ❶

ترجمہ: جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب امام محمد کے نزدیک پاک ہے، اور حضراتِ شیخین کے نزدیک ناپاک ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اس اصول سے قبل ایک اختلافی مسئلہ ذکر کیا ہے، اس اختلافی مسئلہ کی اصل وجہ اس اصولِ مذکورہ سے بیان کی ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کنویں میں بکری پیشاب کردے تو حضراتِ شیخین کے نزدیک کنویں کا پورا پانی نکالا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی کا نکالنا ضروری نہیں، البتہ اگر پیشاب پانی پر غالب ہوگیا تو اس صورت میں پانی مطہر (پاک کرنے والا) تو نہیں رہے گا البتہ طاہر (پاک) ہوگا۔

اس اختلاف کی اصل وجہ اس اصول مذکورہ سے بیان کی کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے، اگر قلیل پانی میں پڑ جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا، اس سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے، اور حضراتِ شیخین کے نزدیک ماکول اللحم کا پیشاب ناپاک ہے، اگر ایک قطرہ بھی پانی میں گر گیا تو پانی نجس ہوجائے گا، لہٰذا بکری نے اگر کنویں میں پیشاب کردیا تو تمام پانی نکالا جائے گا۔ ❷

= وعلى ظاهرها رطوبة في الأمعاء كالغلاف له، وفيها لزوجة تمنع دخول الماء في أثنائه.

[البناية: كتاب الطهارة، فصل في البئر، ج ا ص ۴۳٦، ط: دار الكتب العلمية]

لأن الغش إذا كان قليلا لا يعتبر به؛ لأن الفضة لا تنطبع إلا بقليل الغش، فجعل القليل عفوا دون الكثير، فالفاصل بينهما بالغلبة فأيهما كان أغلب يعتبر به.

[البناية: كتاب الزكاة، فصل في الفضة، ج۳ ص ۳۷۳، ط: دار الكتب العلمية]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في البئر، ج ا ص ۴۱، ط: رحمانیہ

❷ فَلا خِلَافَ فِي أَنَّ بَوْلَ كُلِّ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ نَجِسٌ، وَاخْتُلِفَ فِي بَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ نَجِسٌ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ طَاهِرٌ حَتَّى لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ الْقَلِيلِ لَا يُفْسِدُهُ، وَيُتَوَضَّأُ مِنْهُ مَا لَمْ يَغْلِبْ عَلَيْهِ، وَاحْتَجَّ بِمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَبَاحَ لِلْعُرَنِيِّينَ شُرْبَ أَبْوَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا مَعَ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَجْعَلْ =

(۲۹) إِنَّ التَّدَاوِیَ بِالْمُحَرَّمِ لَا یَجُوْزُ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ. ❶

ترجمہ: حرام چیز کے ذریعے علاج کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

تشریح: ماقبل میں صاحبِ ہدایہ نے ذکر کیا تھا کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب شیخین کے نزدیک ناپاک ہے، تو اسی پر ایک اور اصول کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ان جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے تو اس پیشاب کو بطورِ دواء کے استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ پیشاب میں شفاء کا ہونا یقینی نہیں ہے، لہٰذا اس کو حرام سمجھتے ہوئے اعراض کیا جائے گا، اور اصول ہے کہ تداوی بالمحرمات جائز نہیں ہے، لہٰذا ان جانوروں کے پیشاب کو بھی بطورِ دواء کے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ ❷

= شِفَاءَکُمْ فِیْمَا حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَقَوْلِهِ: لَیْسَ فِی الرِّجْسِ شِفَاءٌ فَثَبَتَ أَنَّهُ طَاهِرٌ (وَلَهُمَا) حَدِیْثُ عَمَّارٍ إِنَّمَا یُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنْ خَمْسٍ وَذَکَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا الْبَوْلَ مُطْلَقًا مِنْ غَیْرِ فَصْلٍ وَمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ مِنْ غَیْرِ فَصْلٍ وَقَوْلُه تَعَالَی (وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَائِثَ) وَمَعْلُومٌ أَنَّ الطِّبَاعَ السَّلِیْمَةَ تَسْتَخْبِثُهُ، وَتَحْرِیْمُ الشَّیْءِ لَا لِاحْتِرَامِهِ وَکَرَامَتِهِ تَنْجِیْسٌ لَهُ شَرْعًا؛ وَلِأَنَّ مَعْنَی النَّجَاسَةِ فِیْهِ مَوْجُوْدٌ وَهُوَ الِاسْتِقْذَارُ الطَّبِیْعِیُّ لِاسْتِحَالَتِهِ إِلَی فَسَادٍ وَهِیَ الرَّائِحَةُ الْمُنْتِنَةُ، فَصَارَ کَرَوْثَةٍ وَکَبَوْلِ مَا لَا یُؤْکَلُ لَحْمُهُ.

[بدائع الصنائع: کتاب الطهارة، فصل فی الطهارة الحقیقة، ج ا ص ۲۱، ط: دار الکتب العلمیة]

أَصْلُ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنَّ بَوْلَ مَا یُؤْکَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَإِنْ وَقَعَ فِی الْمَاءِ الْقَلِیْلِ لَا یُنَجِّسُهُ وَیَجُوْزُ الْوُضُوءُ بِهِ إِلَّا أَنْ یَغْلِبَ عَلَی الْمَاءِ فَیَخْرُجُ عَنْ طَهُوْرِیَّتِهِ نَجِسَ. عِنْدَهُمَا إِنْ وَقَعَ مِنْهُ قَطْرَةٌ فِی الْمَاءِ أَفْسَدَتْهُ.

[العنایة: کتاب الطهارة، فصل فی البئر، ج ا ص ۱۰۱، ط: دار الفکر]

❶ الهدایة: کتاب الطهارات، فصل فی البئر، ج ا ص ۴۱، ط: رحمانیہ

❷ مَطْلَبٌ فِی التَّدَاوِیْ بِالْمُحَرَّمِ (قَوْلُهُ اُخْتُلِفَ فِی التَّدَاوِیْ بِالْمُحَرَّمِ) فَفِی النِّهَایَةِ عَنِ الذَّخِیْرَةِ یَجُوْزُ إِنْ عَلِمَ فِیْهِ شِفَاءً وَلَمْ یَعْلَمْ دَوَاءً آخَرَ. وَفِی الْخَانِیَّةِ فِی مَعْنَی قَوْلِهِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَکُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ کَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ أَنَّ مَا فِیْهِ شِفَاءٌ لَا بَأْسَ بِهِ کَمَا یَحِلُّ الْخَمْرُ لِلْعَطْشَانِ فِی الضَّرُوْرَةِ، وَکَذَا اخْتَارَهُ صَاحِبُ الْهِدَایَةِ فِی التَّجْنِیْسِ فَقَالَ: =

(۳۰) إِنَّ الشَّیْءَ إِذَا عَادَلَ شَیْئًا یَأْخُذُ حُکْمَهٗ. ❶

ترجمہ: جب کوئی شی دوسری شی کے (جسم میں برابر ہو) تو حکم بھی ایک ہوگا۔

تشریح: چوہا اگر کنویں میں گر جائے تو اس کے نکالنے کے بعد بیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا، جب کہ وہ پھولا پھٹا نہ ہو۔ اسی طرح وہ جانور جو جسم و جثے میں چوہے کے ہم مثل ہیں جیسے گودیا، بھجنگا وغیرہ اگر یہ بھی کنویں میں گر جائیں تو ان کا حکم بھی وہی ہے جو چوہے کا ہے یعنی بیس ڈول پانی نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول تک نکالنا مستحب ہے۔ چوہے کا حکم روایت میں موجود ہے، لہذا دوسرے جانوروں کو جثے میں ہم مثل ہونے کی وجہ سے چوہے والا حکم دیا گیا ہے۔ ❷

= لَوْ رَعَفَ فَكَتَبَ الْفَاتِحَةَ بِالدَّمِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ جَازَ لِلِاسْتِشْفَاءِ، وَبِالْبَوْلِ أَيْضًا إنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءً لَا بَأْسَ بِهِ، لَكِنْ لَمْ يُنْقَلْ وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ سَاقِطَةٌ عِنْدَ الِاسْتِشْفَاءِ كَحِلِّ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ لِلْعَطْشَانِ وَالْجَائِعِ اهـ مِنْ الْبَحْرِ. وَأَفَادَ سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ الِاخْتِلَافُ فِي كَلَامِهِمْ لِاتِّفَاقِهِمْ عَلَى الْجَوَازِ لِلضَّرُورَةِ، وَاشْتِرَاطُ صَاحِبِ النِّهَايَةِ الْعِلْمَ لَا يُنَافِيهِ اشْتِرَاطُ مَنْ بَعْدَهُ الشِّفَاءَ وَلِذَا قَالَ وَالِدِي فِي شَرْحِ الدُّرَرِ: إنَّ قَوْلَهُ لَا لِلتَّدَاوِي مَحْمُولٌ عَلَى الْمَظْنُونِ وَإِلَّا فَجَوَازُهُ بِالْيَقِينِيِّ اتِّفَاقٌ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْمُصَفَّى. أَقُولُ: وَهُوَ ظَاهِرٌ مُوَافِقٌ لِمَا مَرَّ فِي الِاسْتِدْلَالِ، لِقَوْلِ الْإِمَامِ: لَكِنْ قَدْ عَلِمْت أَنَّ قَوْلَ الْأَطِبَّاءِ لَا يَحْصُلُ بِهِ الْعِلْمُ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ التَّجْرِبَةَ يَحْصُلُ بِهَا غَلَبَةُ الظَّنِّ دُونَ الْيَقِينِ إلَّا أَنْ يُرِيدُوا بِالْعِلْمِ غَلَبَةَ الظَّنِّ وَهُوَ شَائِعٌ فِي كَلَامِهِمْ تَأَمَّلْ.

[رد المحتار: كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم، ج ۱ ص ۲۱۰، ط: دار الفكر]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في البئر، ج ۱ ص ۴۱، ۴۲، ط: رحمانيه

❷ (والعصفورة ونحوها تعادل الفأرة في الجثة فأخذت حكمها) أي حكم الفأرة، وأشار بهذا إلى أن الأثر إلى ذكره وإن كان ورد في الفأرة يشمل كل حيوان قدر الفأرة فيأخذ حكمها، فيجب عشرون دلوا إلى ثلاثين.

[البناية: كتاب الطهارة، فصل في البئر، ج ۱ ص ۴۴۹، ط: دار الكتب العلمية]

يُنْزَحُ فِي الْفَأْرَةِ عِشْرُونَ دَلْوًا وَالْعُصْفُورَةُ وَنَحْوُهَا تُعَادِلُ الْفَأْرَةَ فِي الْجُثَّةِ فَأَخَذَتْ حُكْمَهَا.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، ماء البئر، ج ۱ ص ۲۸، ط: المطبعة الكبرى]

(۱۳۱) إِنَّ الْيَقِيْنَ لَا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ. ❶

ترجمہ: یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول مذکورہ کو حضراتِ صاحبین کے مسلک کے ثبوت پر بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر لوگوں نے کسی کنویں میں مرا ہوا جانور دیکھا لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کب گرا ہے اور ابھی تک پھولا پھٹا بھی نہیں ہے، تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر اس کنویں سے وضو کر کے نمازیں پڑھی ہیں تو ایک دن اور ایک رات کی نمازیں لوٹانا ضروری ہے اور جس چیز کو اس کنویں کا پانی لگا ہوا اسے بھی دھویا جائے گا۔

اور اگر وہ جانور پھول گیا یا پھٹ گیا تو اس صورت میں تین دن کی نمازوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور حضراتِ صاحبین کے نزدیک ان لوگوں پر کسی چیز کا اعادہ واجب نہیں ہے، جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ یہ جانور کب گرا ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے حضراتِ صاحبین کے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کنویں کا پانی بالیقین پاک تھا مگر اس میں مرا ہوا جانور پانے کی وجہ سے گزشتہ ایام میں اس کے ناپاک ہونے میں شک واقع ہوگیا اور اصول ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، لہذا یہاں پر یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوگا، جب تک تحقیق سے معلوم نہ ہوجائے کہ یہ جانور کب گرا ہے تو گزشتہ ایام میں اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور ان پر کسی چیز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في البئر، ج ۱ ص ۴۲، ط: رحمانیہ

❷ (لِأَنَّ الْيَقِينَ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ) بَيَانُهُ أَنَّ الْمَاءَ كَانَ طَاهِرًا بِيَقِينٍ وَوَقَعَ الشَّكُّ فِي نَجَاسَتِهِ فِيمَا مَضَى، وَالْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ فَلَا يُحْكَمُ بِالنَّجَاسَةِ إِلَّا زَمَانَ التَّيَقُّنِ بِوُقُوعِ النَّجِسِ؛ لِأَنَّ الْيَقِينَ يَزُولُ بِيَقِينٍ مِثْلِهِ وَهَذَا هُوَ الْقِيَاسُ، كَمَنْ رَأَى فِي ثَوْبِهِ نَجَاسَةً لَا يَدْرِي مَتَى أَصَابَتْهُ فَإِنَّهُ لَا يَلْزَمُهُ إِعَادَةُ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ لِمَوْتِ الْحَيَوَانِ فِي الْبِئْرِ سَبَبًا ظَاهِرًا وَهُوَ الْوُقُوعُ فِي الْمَاءِ وَهُوَ ظَاهِرٌ، وَكُلُّ مَا لَهُ سَبَبٌ ظَاهِرٌ يُحَالُ عَلَيْهِ كَمَنْ جَرَحَ إِنْسَانًا فَلَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتَّى مَاتَ يُحَالُ بِمَوْتِهِ عَلَى الْجِرَاحَةِ؛ لِأَنَّهُ هُوَ السَّبَبُ الظَّاهِرُ، =

(۳۲) إِنَّ الشَّيْءَ إِنْ كَانَ لَهُ سَبَبًا ظَاهِرًا يُحَالُ بِهِ عَلَيْهِ. ❶

ترجمہ: جب کسی چیز کا کوئی سببِ ظاہری ہوتو حکم اسی ظاہری سبب پر لگایا جائے گا۔

تشریح: اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ظاہری سبب واضح ہو اور مسبب مخفی ہو تو حکم ظاہری سبب پر لگایا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جانور کا پانی میں گرنا اس کی موت کا ظاہری سبب ہے تو اسی پر حکم لگایا جائے گا کہ یہ جانور پانی میں گرنے کی وجہ سے مرا ہے، اگر چہ یہ بھی احتمال موجود ہے کہ کسی اور سبب سے مرکر پانی میں گرا ہو، اب وقوعِ موت کس سے ہوئی یہ مخفی ہے، لہذا ظاہری سبب پر حکم لگائیں گے کہ جانور پانی میں گرنے کی وجہ سے مرا ہے، امر موہوم کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسے کسی شخص نے کسی کو زخم لگایا وہ اسی کی وجہ سے صاحبِ فراش ہوگیا حتی کہ مرگیا تو یہی کہا جائے گا کہ اس کی موت اس زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے، اگر چہ اس کا بھی احتمال ہے کہ کسی اور سبب سے موت واقع ہوئی ہو، لیکن یہ احتمال موہوم ہے اس لئے حکم ظاہری سبب پر لگے گا۔ اسی طرح اگر کسی بستی میں کوئی لاش پائی گئی تو قسامت اس اہلِ محلّہ پر لازم ہوگی، یہی ظاہری سبب ہے، اگر چہ اس کا بھی احتمال ہے کہ کسی اور علاقے والوں نے قتل کر کے لاش یہاں پھینکی ہو۔ اسی طرح اگر کسی کی گردن کے ساتھ سانپ لپٹا ہوا ہو اور وہ شخص مردہ پڑا ہو، تو یہاں ظاہری سبب پر حکم ہوگا کہ سانپ کے ڈسنے سے مرا ہے، اگر چہ یہ بھی احتمال موجود ہے کہ

= وَكَمَيِّتِ الْتَوتُ فِي عُنُقِهِ حَيَّةٌ فَإِنَّهُ يُحَالُ بِمَوْتِهِ عَلَى نَهْشِهَا، وَإِنْ احْتُمِلَ أَنْ يَكُونَ الْمَوْتُ بِغَيْرِ الْجَرْحِ وَالنَّهْشِ؛ لِأَنَّ الْمَوْهُومَ فِي مُقَابَلَةِ الْمُحَقَّقِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ، إِلَّا أَنَّ الانْتِفَاخَ دَلِيلُ تَقَادُمِ الْعَهْدِ، وَأَدْنَى حَدِّ التَّقَادُمِ فِي ذَلِكَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، أَلَا يُرَى أَنَّ مَنْ دُفِنَ بِلَا صَلَاةٍ يُصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَا يُصَلَّى عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ يَنْفَسِخُ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ فَيُقَدَّرُ بِالثَّلَاثِ، وَعَدَمُ الانْتِفَاخِ وَالتَّفَسُّخِ دَلِيلُ قُرْبِ الْعَهْدِ فَقَدَّرْنَاهُ بِيَوْمٍ؛ لِأَنَّ أَقَلَّ الْمَقَادِيرِ فِي بَابِ الصَّلَاةِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، فَإِنَّ مَا دُونَهُ سَاعَاتٌ لَا يُمْكِنُ ضَبْطُهَا.

[العناية: كتاب الطهارة، فصل في البئر، ج ۱ ص ۱۰۶، ۱۰۷، ط: دار الفكر]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في البئر، ج ۱ ص ۴۳، ط: رحمانیہ

کسی اور سبب سے موت واقع ہوئی ہو۔ ❶

فصل فی الأسآر وغیرھا

(۳۳) إِنَّ الشَّيْءَ إِذَا كَانَ مَوْلَدُهُمَا وَمَأْخَذُهُمَا وَاحِدًا يَأْخُذُ أَحَدُهُمَا حُكْمَ صَاحِبِهِ. ❷

ترجمہ: جب کسی شی کی جائے پیدائش اور ماخذ ایک ہو تو حکم بھی دونوں کا ایک ہوگا۔

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ جب دو چیزیں ایک ہی جگہ سے پیدا ہوتی ہوں تو دونوں کا حکم یکساں ہوتا ہے، جیسے صاحبِ ہدایہ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ ہر جاندار کے پسینہ کو اس کے سؤر پر قیاس کیا جائے گا، یعنی جو حکم سؤر کا ہوگا وہی اُس کے پسینہ کا ہوگا، اس لئے کہ پسینہ اور لعاب دونوں گوشت سے پیدا ہوتے ہیں اور اصول ہے کہ جب دو چیزیں ایک ہی جگہ سے پیدا ہوں تو دونوں کا حکم یکساں ہوتا ہے، لہذا یہاں پر پسینہ اور لعاب کا حکم بھی یکساں ہوگا۔ ❸

---

❶ السبب الظاهر لموت الفأرة الواقعة في البئر (وهو الوقوع في الماء فيحال) أي فصار الحكم وهو نجاسة الماء (به) أي بالموت (عليه) أي الوقوع، وإن احتمل أن يكون الموت بغيره؛ لأن السبب الموهم لا يضر في مقابلة السبب الظاهر كمن رأى إنسانا في عنقه حية ملفوفة يغلب على الظن أنها نهشته فقتلته كذا ذكره شمس الأئمة الكردري، وكمن جرح إنسانا فلم يزل صاحب فراش حتى مات، فإن الموت يضاف إلى الجرح، وإن احتمل أن يكون بسبب آخر كذا في "المبسوط"، وكذا لو وجد قتيل في محل يضاف القتل إلى أهلها، وإن احتمل أنه قتل في محل آخر ثم حمل إليها.

[البناية: كتاب الطهارة، فصل في البئر، ج ۱ ص ۴۶۲، ط: دار الكتب العلمية]

وَلِأَنَّ لِلْمَوْتِ سَبَبًا ظَاهِرًا وَهُوَ الْوُقُوعُ فِي الْمَاءِ فَيُحَالُ بِالْمَوْتِ عَلَيْهِ وَعَدَمُ الِانْتِفَاخِ فِي الْمَاءِ دَلِيلُ قُرْبِ الْعَهْدِ فَقُدِّرَ بِيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَالِانْتِفَاخُ دَلِيلُ التَّقَادُمِ فَقُدِّرَ بِالثَّلَاثِ أَلَا تَرَى أَنَّ مَنْ دُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصَلَّى عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ إلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَلَا يُصَلَّى عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ يَنْفَسِخُ

[الجوهرة النيرة: كتاب الطهارة، ج ۱ ص ۱۹، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في الآسار، ج ۱ ص ۴۳، ط: رحمانيه

❸ لِأَنَّ السُّؤْرَ مُخْتَلِطٌ بِاللُّعَابِ، وَهُوَ وَالْعَرَقُ مُتَوَلِّدَانِ مِنْ اللَّحْمِ إذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا رُطُوبَةٌ بِهِ =

(۳۴) إِنَّ مَا تَوَلَّدَ مِنْ طَاهِرٍ فَهُوَ أَيْضًا طَاهِرٌ. ❶

ترجمہ: جو چیز کسی پاک چیز سے پیدا ہو تو وہ بھی پاک ہوا کرتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، جنبی ہو یا حائضہ، اسی طرح ان جانوروں کا جھوٹا بھی پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، جیسے گائے، بکری، اونٹ وغیرہ، جب ان کا گوشت پاک ہے تو اس سے پیدا ہونے والا لعاب بھی پاک ہوگا۔ اسی مسئلے کے ثبوت پر موصوف نے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے کہ پانی لعابِ دہن ملنے کی وجہ سے جھوٹا ہوتا ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور ان جانوروں کا گوشت پاک ہے، اور اصول ہے کہ جو چیز کسی پاک چیز سے پیدا ہو تو وہ بھی پاک ہوا کرتی ہے، لہٰذا لعاب بھی پاک ہوگا اور جب لعاب پاک ہے تو جس چیز میں ان کا لعاب مخلوط ہوگا وہ چیز بھی پاک ہوگی۔ ❷

= مُتَحَلِّلَةٌ مِنَ اللَّحْمِ فَأَخَذَا حُكْمَهُ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، بول ما يؤكل لحمه، ج ١ ص ١٣٢، ط: دار الكتاب الاسلامى]

(وَعِرْقُ كُلِّ شَيْءٍ كَسُؤْرِهِ) أَيْ حُكْمُ اللُّعَابِ وَالْعِرْقِ وَاحِدٌ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مُتَوَلِّدٌ مِنَ اللَّحْمِ فَيُعْتَبَرُ عِرْقُ كُلِّ حَيَوَانٍ بِسُؤْرِهِ طَهَارَةً وَنَجَاسَةً وَكَرَاهَةً.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، ج ١ ص ٣٦، ط: دار إحياء التراث]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل فى البئر، ج ١ ص ٤٣، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ وَالْفَرَسِ وَمَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ طَاهِرٌ) أَمَّا الْآدَمِيُّ فَلِأَنَّ لُعَابَهُ مُتَوَلِّدٌ مِنْ لَحْمٍ طَاهِرٍ، وَإِنَّمَا لَا يُؤْكَلُ لِكَرَامَتِهِ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْجُنُبِ وَالطَّاهِرِ وَالْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، ج ١ ص ١٣٣، ط: دار الكتاب الإسلامى]

(فَيَكُونُ حُكْمُهُ) أَيْ الْمَاءِ (حُكْمَ لُعَابِهِ) فَإِنْ كَانَ لُعَابُهُ طَاهِرًا فَالْمَاءُ طَاهِرٌ وَإِنْ كَانَ نَجِسًا فَالْمَاءُ نَجِسٌ يُنْزَحُ كُلُّهُ وَإِنْ كَانَ مَشْكُوكًا فَالْمَاءُ مَشْكُوكٌ يُنْزَحُ كُلُّهُ وَإِنْ كَانَ مَكْرُوهًا فَمَكْرُوهٌ فَيُسْتَحَبُّ نَزْحُهُ. (وَسُؤْرُ الْآدَمِيِّ الطَّاهِرِ الْفَمِ) سَوَاءً كَانَ جُنُبًا أَوْ حَائِضًا أَوْ نُفَسَاءَ أَوْ صَغِيرًا أَوْ كَافِرًا (وَ) سُؤْرُ (كُلِّ مَا يُؤْكَلُ كَذَلِكَ) أَيْ طَاهِرُ الْفَمِ (طَاهِرٌ) لِأَنَّ لُعَابَهُمْ مُتَوَلِّدٌ مِنْ لَحْمٍ طَاهِرٍ فَيَكُونُ الْمَخْلُوطُ بِهِ مِثْلَهُ.

[درر الحكام: كتاب الطهارة، ج ١ ص ٢٧، ط: دار إحياء الكتب]

(۳۵) إِنَّ الشَّيْءَ إِذَا كَانَ لَهُ حُكْمٌ فَمَا هُوَ دُونَهُ يَدْخُلُ فِيْ ذَلِكَ الْحُكْمِ بِالْأَوْلَى. ❶

ترجمہ: جب کسی شی کا کوئی حکم ہوتو جو اُس سے کمتر ہے وہ اس حکم میں بطریقِ اولیٰ داخل ہوگا۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو حضراتِ احناف کے مسلک کے ثبوت پر بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضراتِ احناف کے نزدیک اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو تین مرتبہ دھونا واجب ہے، اسی مسئلہ پر اصولِ مذکورہ کو پیش کیا (جو درحقیقت امام شافعی رحمہ اللہ کو الزامی جواب ہے) کہ جس چیز کو کتے کا پیشاب لگے وہ تین بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے، تو جس چیز کو اس کا جھوٹا لگ جائے حالانکہ وہ اس کے پیشاب سے نجاست میں کمتر ہے تو بدرجہ اولی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائے گی جیسا کہ اصول میں ہے۔ کتے کے جھوٹے کو اُس کے پیشاب سے کم اس لئے کہا کہ کتے کے پیشاب کی طہارت کا کوئی قائل نہیں ہے اور اس کے جھوٹے کو امام مالک رحمہ اللہ طاہر کہتے ہیں۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في الآسار، ج ۱ ص ۴۴، ط: رحمانیہ

❷ (وَلِأَنَّ مَا يُصِيبُهُ بَوْلُهُ يَطْهُرُ بِالثَّلَاثِ) أَيْ بِالِاتِّفَاقِ. وَقَوْلُهُ: (فَمَا يُصِيبُهُ سُؤْرُهُ وَهُوَ دُونَهُ) لِأَنَّ مَالِكًا يَقُولُ بِطَهَارَةِ سُؤْرِهِ وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ بِطَهَارَةِ بَوْلِهِ فَإِذَا طَهُرَ بَوْلُهُ بِالثَّلَاثِ فَلَأَنْ يَطْهُرَ سُؤْرُهُ (أَوْلَى).

[العناية: كتاب الطهارة، فصل في الآسار، ج ۱ ص ۱۰۹، ط: دار الفكر]

وَلَنَا مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ يُغْسَلُ مِنْ وُلُوغِ الْكَلْبِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهُوَ الرَّاوِي لِاشْتِرَاطِ السَّبْعِ، وَعِنْدَنَا إذَا عَمِلَ الرَّاوِي بِخِلَافِ مَا رَوَى أَوْ أَفْتَى لَا تَبْقَى رِوَايَتُهُ حُجَّةً لِأَنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَيَعْمَلَ أَوْ يُفْتِيَ بِخِلَافِهِ إذْ تَسْقُطُ بِهِ عَدَالَتُهُ فَدَلَّ عَلَى نَسْخِهِ، وَهُوَ الظَّاهِرُ لِأَنَّ هَذَا كَانَ فِي الِابْتِدَاءِ حِينَ كَانَ يُشَدِّدُ فِي أَمْرِ الْكِلَابِ، وَيَأْمُرُ بِقَتْلِهَا قَلْعًا لَهُمْ عَنْ مُخَالَطَتِهَا، ثُمَّ تُرِكَ وَهَذَا كَمَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَأْمُرُ بِكَسْرِ الْأَوَانِي حِينَ كَانَ يُشَدِّدُ فِي الْخَمْرِ قَلْعًا لَهُمْ عَنْهَا وَحَسْمًا لِمَادَّتِهَا ثُمَّ نَهَى عَنْ كَسْرِ الْأَوَانِي أَوْ تُحْمَلُ السَّبْعُ عَلَى الِاسْتِحْبَابِ، وَيُؤَيِّدُهُ مَا رَوَى الدَّارَقُطْنِيّ =

(۳٦) إِنَّ مَا تَوَلَّدَ مِنْ نَجِسٍ فَهُوَ أَيْضًا نَجِسٌ. ❶

ترجمہ: جو چیز کسی نجس چیز سے پیدا ہو تو وہ بھی نجس ہوتی ہے۔

تشریح: اس سے قبل صاحبِ ہدایہ نے ایک اصول ذکر کیا تھا کہ جو چیز کسی پاک چیز سے پیدا ہو تو وہ بھی پاک ہوا کرتی ہے لیکن یہاں سے اس کے برخلاف ایک اور اصول کا ذکر کیا ہے کہ اگر وہ چیز کسی نجس سے پیدا ہو تو وہ بھی نجس ہوگی۔ صاحبِ ہدایہ نے اس کو ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ حضراتِ احناف کے ہاں بہائم درندوں (شیر، چیتا، بھیڑیا اور ہاتھی وغیرہ) کا جھوٹا ناپاک ہے، وجہ یہ ہے کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہے اور لعاب اسی سے پیدا ہوتا ہے اور اصول ہے کہ جو نجس چیز سے پیدا ہو تو وہ بھی نجس ہوگی اور لعاب کے پاک اور ناپاک ہونے میں گوشت کا اعتبار ہے، یعنی اگر گوشت ناپاک ہے تو اس کا لعاب بھی ناپاک ہوگا، تو چونکہ ان درندوں کا گوشت ناپاک ہے تو ان کا جھوٹا بھی ناپاک ہوگا جو ان کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ ❷

=عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَلْبِ يَلَغُ فِي الْإِنَاءِ أَنَّهُ يُغْسَلُ ثَلاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَخَيَّرَهُ وَلَوْ كَانَ السَّبْعُ وَاجِبًا لَمَا خَيَّرَهُ، ثُمَّ إِنَّ الشَّافِعِيَّ جَعَلَ الْعَدَدَ تَعَبُّدًا فِي وُلُوغِ الْكَلْبِ وَعَدَّاهُ إِلَى الْبَوْلِ وَإِلَى رُطُوبَةٍ أُخْرَى مِنَ الْكَلْبِ وَإِلَى الْخِنْزِيرِ .وَالشَّيْءُ إِذَا ثَبَتَ تَعَبُّدًا لَا يَتَعَدَّى إِلَى غَيْرِهِ، وَقَدَّرَهُ أَصْحَابُنَا بِالثَّلَاثِ كَسَائِرِ النَّجَاسَاتِ لِمَا رَوَيْنَاهُ وَلِحَدِيثِ الْمُسْتَيْقِظِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، ج ا ص ۳۲، ط: دار الكتب الإسلامی]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل فی الآسار، ج ا ص ۴۴، ط: رحمانیہ

❷ (وَالثَّالِثُ نَجِسٌ، وَهُوَ سُؤْرُ الْخِنْزِيرِ وَالْكَلْبِ وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ) أَمَّا الْخِنْزِيرُ فَلِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ وَلُعَابُهُ يَتَوَلَّدُ مِنْ لَحْمِهِ. وَأَمَّا الْكَلْبُ فَلِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِغَسْلِ الْإِنَاءِ مِنْ وُلُوغِهِ ثَلَاثًا، وَفِي رِوَايَةٍ سَبْعًا، وَلِسَانُهُ يُلَاقِي الْمَاءَ دُونَ الْإِنَاءِ فَكَانَ أَوْلَى بِالنَّجَاسَةِ. وَأَمَّا سِبَاعُ فَلِأَنَّ فِيهِ لُعَابَهَا، وَأَنَّهُ نَجِسٌ لِتَوَلُّدِهِ مِنْ لَحْمٍ نَجِسٍ كَاللَّبَنِ.

[الاختيار لتعليل المختار: كتاب الطهارة، ج ا ص ۱۹، ط: دار الكتب العلمية]

وَأَمَّا نَجَاسَةُ سُؤْرِ الْخِنْزِيرِ فَلِمَا تَقَدَّمَ أَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ، وَأَمَّا سُؤْرُ سِبَاعِ الْبَهَائِمِ فَلِأَنَّهُ مُتَوَلِّدٌ =

(٣٧) إِنَّ تَعَارُضَ الْأَدِلَّةِ فِي الْإِبَاحَةِ وَالْحُرْمَةِ يُوْرِثُ الشَّکَّ وَكَذَا اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. ❶

ترجمہ: جب ادلّہ اباحت اور حرمت متعارض ہو جائیں یا صحابہ کرام کا اختلاف تو اس صورت میں حکم میں شک پیدا ہو جائے گا۔

تشریح: اصول کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی چیز کے مباح اور حرام ہونے میں دلائل متعارض ہو جائیں، یا صحابہ کے درمیان اُس مسئلہ میں اختلاف ہو تو شک پیدا ہو جاتا ہے، یقینی طور پر کسی ایک جہت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ایسی صورت میں توقف کیا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ نے فرمایا کہ گدھے کے جھوٹے میں شک کے دو سبب ہیں، ایک تو یہ ہے کہ اس کے مباح ہونے اور حرام ہونے میں دلائل مختلف ہیں، چنانچہ روایت میں ہے کہ غالب بن ابجر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے ہاں قحط سالی ہے، میرے پاس ہمارے گھر والوں کو کھلانے کے لئے فربہ گدھوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، اور آپ نے پالتو گدھوں کو حرام قرار دیا ہے، تو آپ نے فرمایا:

أَطْعِمْ أَهْلَکَ مِنْ سَمِيْنِ حُمُرِکَ. ❷

ترجمہ: اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کا گوشت کھلاؤ۔

یہ حدیث گدھے کے گوشت کی حلت پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خچر، گدھے اور چیر پھاڑ دینے والے درندوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے:

= مِنْ لَحْمِهِ وَلَحْمُهُ حَرَامٌ نَجِسٌ.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، ج ا ص ٣٢، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❶[الهداية: كتاب الطهارات، فصل في الآسار، ج ا ص ٤٥، ط: رحمانيه]

❷[سنن أبي داود: كتاب الأطعمة، باب في أكل لحوم الحمر الأهلية، ج٣ ص ٣٥٦، رقم الحديث: ٣٨٠٩، ط: المكتبة العصرية]

نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحُمُرِ وَكُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ. ❶
یہ حدیث گدھے کے گوشت کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ گدھے کے جھوٹے کے پاک اور ناپاک ہونے میں صحابہ کا اختلاف ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ناپاک ہونا منقول ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا پاک ہونا مروی ہے۔تو ادلہ اور صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے اس میں شک آ گیا،اس لئے فقہی کتب میں ''سؤر الحمار والبغل مشكوك'' کے الفاظ آئے ہیں۔ ❷

---

❶[السنن الكبرى للنسائى: كتاب الوليمة، تحريم لحوم الخيل، ج٦ ص٢٢٣، رقم الحديث: ٦٦٠٢، ط: مؤسسة الرسالة]

❷العناية: كتاب الطهارة، فصل فى الآسار، ج١ ص١١٥، ط: دار الفكر/ البناية: كتاب الطهارة، فصل فى الآسار، ج١ ص٤٩١، ٤٩٢، ط: دار الكتب العلمية

(وَالْحِمَارُ وَالْبَغْلُ مَشْكُوكٌ) أَىْ سُؤْرُهُمَا مَشْكُوكٌ فِيهِ أَمَّا الْحِمَارُ فَلِتَعَارُضِ الْأَدِلَّةِ؛ لِأَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ يَوْمَ خَيْبَرَ بِإِكْفَاءِ الْقُدُورِ مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَقَالَ إنَّهُ رِجْسٌ وَرُوِىَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ لِأَبْجَرَ بْنِ غَالِبٍ حِينَ قَالَ لَهُ لَيْسَ لِى إلَّا حُمَيْرَاتٌ كُلْ مِنْ سَمِينِ مَالِكَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُلُّ مَا يَعْتَلِفُ الْقَتَّ وَالتِّبْنَ فَسُؤْرُهُ طَاهِرٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ إنَّهُ رِجْسٌ، وَلِأَنَّهُ يُشْبِهُ الْكَلْبَ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ غَيْرُ مَأْكُولِ اللَّحْمِ وَيُشْبِهُ الْهِرَّةَ مِنْ حَيْثُ إنَّهُ يُرْبَطُ فِى الدُّورِ وَالْأَفْنِيَةِ فَتَعَارَضَتْ الْأَدِلَّةُ فِيهِ فَوَقَعَ الشَّكُّ ثُمَّ قِيلَ الشَّكُّ فِى طَهَارَتِهِ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ أَنَّهُ يُشْبِهُ الْكَلْبَ مِنْ وَجْهٍ وَالْهِرَّةَ مِنْ وَجْهٍ وَقِيلَ فِى طَهُورِيَّتِهِ لِأَنَّهُ يُشْبِهُ الْهِرَّةَ مِنْ الْوَجْهِ الَّذِى ذَكَرْنَا فَيَكُونُ طَهُورًا بِاعْتِبَارِهِ، وَيُفَارِقُهَا مِنْ حَيْثُ إنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْمَضَايِقَ وَلَا يَصْعَدُ الْغُرَفَ فَكَانَ الْبَلْوَى فِيهِ دُونَهَا فِى الْهِرَّةِ فَيَخْرُجُ مِنْ أَنْ يَكُونَ طَهُورًا بِاعْتِبَارِهِ فَأَوْجَبَ الشَّكَّ فِى الطَّهُورِيَّةِ وَقِيلَ الشَّكُّ فِى الطَّهَارَةِ وَالطَّهُورِيَّةِ جَمِيعًا، وَأَمَّا الْبَغْلُ فَهُوَ مِنْ نَسْلِ الْحِمَارِ فَيَكُونُ بِمَنْزِلَتِهِ هَكَذَا.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، ج١ ص٣٢، ط: دار الكتاب الإسلامى]

(۳۸) إِنَّ الْحَدِيْثَ إِذَا كَانَ مَشْهُوْرًا وَعَمِلَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ يَصِحُّ بِهِ الزِّيَادَةُ عَلَى الْكِتَابِ. ❶

ترجمہ: جب کوئی حدیث مشہور ہو اور اس پر صحابہ کرام نے عمل کیا ہو تو ایسی مشہور حدیث سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ سے امام صاحب کے مسلک کو ثابت کیا ہے، نیز یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب بھی ہے۔

مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر نبیذ تمر کے علاوہ کوئی پانی موجود نہ ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو کرنا جائز ہے اور تیمّم نہ کیا جائے، جس کی دلیل حدیث لیلۃ الجن ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ تمر سے وضو کیا اور فرمایا ''تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُوْرٌ'' اس کے برخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، فرماتے ہیں کہ حدیث لیلۃ الجن آیتِ تیمّم سے منسوخ ہے۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ حدیث لیلۃ الجن آیتِ تیمّم سے منسوخ نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث لیلۃ الجن مشہور ہے اور صحابہ کرام کی جماعت کا اس پر عمل بھی رہا ہے اور اصول ہے کہ جو حدیث مشہور ہو اور اس پر صحابہ نے عمل بھی کیا ہو تو ایسی مشہور حدیث سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز ہے، لہذا یہاں پر چونکہ یہ حدیث مشہور بھی ہے اور صحابہ کی ایک جماعت کا عمل بھی رہا ہے تو اب آیتِ تیمّم پر حدیث سے زیادتی جائز ہے، لہذا نبیذ تمر سے وضو کرنا جائز ہوگا۔

اس اصول کی زیادہ واضح مثال مطلقہ ثلاثہ کی ہے، یہ شوہر اول کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ شوہرِ ثانی اس کے ساتھ خلوتِ صحیحہ یا جماع نہ کرے، یہ قید احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے جو کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔

نوٹ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اس مسئلہ میں رجوع ثابت ہے، فتوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، فصل في الآسار، ص ۴۷، ط: رحمانیہ

اور ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہے کہ نبیذِ تمر سے وضو جائز نہیں ہے بلکہ تیمّم ضروری ہے۔ ❶

باب التیمّم

(٣٩) إِنَّ الْعَجْزَ إِذَا كَانَ ثَابِتًا حَقِيْقَةً فَلَا بُدَّ مِنْ اِعْتِبَارِهِ. ❷

ترجمہ: جب عجز حقیقتاً ثابت ہو جائے تو اس کا اعتبار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل عقلی کے ذکر کیا ہے کہ اگر جنبی آدمی کو یہ خوف ہو کہ غسل کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو اس کے واسطے تیمّم کرنا جائز ہے، کیونکہ جنبی ایسی حالت میں غسل کرنے سے حقیقتاً عاجز ہے اور اس کا عجز در حقیقت ثابت ہے

---

❶(وبمثله) أی بمثل هذا الحديث (يزاد على الكتاب وتمسكه) أی وتمسک هذا الحديث مبنی على الكتاب كما فی المطلقة ثلاثا فإنه يراد الدخول عليه بالحديث المشهور.

[البناية: كتاب الطهارة، فصل فی الآسار، ج ١ ص ٥٠٦، ط: دار الكتب العلمية]

(قَوْلُهُ وَيُقَدِّمُ التَّيَمُّمَ عَلَى نَبِيذِ التَّمْرِ) اِعْلَمْ أَنَّهُ رُوِیَ فِی النَّبِيذِ عَنْ الْإِمَامِ ثَلَاثُ رِوَايَاتٍ: اَلْأُولَى وَهِیَ قَوْلُهُ الْأَوَّلُ أَنَّهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُضِيفَ إلَيْهِ التَّيَمُّمَ. الثَّانِيَةُ: اَلْجَمْعُ بَيْنَهُمَا كَسُؤْرِ الْحِمَارِ، وَبِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَرَجَّحَهُ فِی غَايَةِ الْبَيَانِ. وَالثَّالِثَةُ: اَلتَّيَمُّمُ فَقَطْ، وَهُوَ قَوْلُهُ الْأَخِيرُ، وَقَدْ رَجَعَ إلَيْهِ، وَبِهِ قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَالْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ وَاخْتَارَهُ الطَّحَاوِیُّ، وَهُوَ الْمَذْهَبُ الْمُصَحَّحُ الْمُخْتَارُ الْمُعْتَمَدُ عِنْدَنَا بَحْرٌ.

[ردا لمختار: كتاب الطهارة، باب المياه، فصل فی البئر، ج ١ ص ٢٢٧، ط: دار الفكر]

وَرَوَى أَسَدُ بْنُ نَجْمٍ وَنُوحُ بْنُ أَبِی مَرْيَمَ وَالْحَسَنُ عَنْ أَبِی حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ رَجَعَ إلَى قَوْلِ أَبِی يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَالصَّحِيحُ قَوْلُ أَبِی حَنِيفَةَ الْآخَرُ وَأَبِی يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. كَذَا فِی شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ لِلْإِمَامِ قَاضِی خَانْ وَالْفَتْوَى عَلَى قَوْلِ أَبِی يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَذَا فِی الْعَيْنِیِّ شَرْحِ الْكَنْزِ.

[الفتاوى الهندية: كتاب الطهارة، الباب الثالث، الفصل الثانی، ج ١ ص ٢٢، ط: دار الفكر]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ١ ص ٤٩، ط: رحمانيه

چاہے وہ شہر میں ہو یا دیہات میں ہو، علت عجز ہے، اور اصول ہے کہ جب عجز حقیقتاً ثابت ہو تو اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے، تو یہاں پر بھی چونکہ جنبی کے لئے عجز ثابت ہے لہذا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے لئے تیمّم کرنا جائز ہوگا۔ ❶

(۴۰) إِنَّ النَّائِمَ قَادِرٌ تَقْدِيرًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. ❷

ترجمہ: بحالتِ تیمّم سویا ہوا شخص حکماً پانی پر قادر شمار ہوگا۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ کا مقصود اس اصول سے یہ ہے کہ سویا ہوا شخص بھی پانی پر قادر شمار ہوگا، چنانچہ اگر کوئی مقیم سونے کی حالت میں پانی سے گزرا تو اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ حکماً پانی پر قادر ہے کیونکہ یہ شخص پانی کے استعمال سے ایسے عذر (نیند) کی وجہ سے عاجز ہوا جو خود اس کی جانب سے پیدا ہوا ہے، لہذا اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا، اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا۔ ❸

---

❶(أَوْ الْجُنُبُ فِي الْمِصْرِ) أَيْ تَيَمَّمَ الْجُنُبُ فِي الْمِصْرِ (لِخَوْفِ الْبَرْدِ جَازَ) عِنْدَ الْإِمَامِ؛ لِأَنَّ الْعَجْزَ ثَابِتٌ حَقِيقَةً فَلَا بُدَّ مِنْ اعْتِبَارِهِ ثُمَّ إنْ رُخْصَةَ التَّيَمُّمِ بِسَبَبِ الْبَرْدِ ثَابِتَةٌ لِلْمُحْدِثِ أَيْضًا عَلَى مَا ذَكَرَهُ السَّرَخْسِيُّ.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٤٤، ط: دار إحياء التراث]

(أن العجز ثابت حقيقة) إذ الغرض خوف الهلاک مع وجود الماء ومشروعية التيمم لدفع الحرج وهو شامل لهما (فلا بد من اعتباره) ولو كتان نادراً في المصر إذا تحقق فلا بد أن يجب الخروج عند عهدته، ولهذا لو عدم الماء في المصر يتيمم ولو كان نادراً.

[البناية: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٥١٩، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ١ ص ٥١، ط: رحمانيه

❸بِأَنَّ النَّوْمَ فِي حَالَةِ السَّفَرِ عَلَى وَجْهٍ لَا يَشْعُرُ بِالْمَاءِ نَادِرٌ خُصُوصًا عَلَى وَجْهٍ لَا يَتَخَلَّلُهُ الْيَقَظَةُ الْمُشْعِرَةُ بِالْمَاءِ فَلَمْ يُعْتَبَرْ نَوْمُهُ فَجُعِلَ كَالْيَقْظَانِ حُكْمًا أَوْ لِأَنَّ التَّقْصِيرَ مِنْهُ وَلَا كَذَلِكَ الَّذِي لَمْ يَعْلَمْ بِالْمَاءِ، وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْهُ يُؤَيِّدُهُ قَوْلُ الْهِدَايَةِ وَالنَّائِمُ قَادِرٌ تَقْدِيرًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

[منحة الخالق: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ١٦١، ط: دار الكتاب الاسلامي] =

(۴۱) إِنَّ مَا كَانَ آلَةُ التَّطْهِيرِ فَلَا بُدَّ مِنْ طَهَارَتِهِ فِي نَفْسِهِ. ❶

ترجمہ: جو چیز پاک کرنے کا آلہ ہو تو اس کا خود پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تیمّم جس چیز سے کیا جائے اس کا خود پاک ہونا ضروری ہے، تیمّم کرنے والے کے لئے مٹی پاک کرنے کا آلہ ہے، لہذا جس طرح پانی پاک کرنے کا آلہ ہے اور بذاتِ خود پاک ہے، اسی طرح مٹی کا بھی بذاتِ خود پاک ہونا ضروری ہے۔ ❷

(۴۲) إِنَّ غَالِبَ الرَّأْيِ كَالْمُتَحَقَّقِ. ❸

ترجمہ: غالب گمان امرِ متحقق کی مانند ہے۔

تشریح: اصول کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے ملنے کا غالب گمان ہو کہ وہ مل جائے گی تو وہ

= وَالنَّائِمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ قَادِرٌ تَقْدِيرًا وَخَائِفُ السَّبُعِ عَاجِزٌ حُكْمًا، وَالْفَرْقُ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْخَائِفِ أَنَّ النَّوْمَ فِي حَالَةِ السَّفَرِ عَلَى وَجْهٍ لَا يَشْعُرُ بِالْمَاءِ نَادِرٌ خُصُوصًا عَلَى وَجْهٍ لَا يَتَخَلَّلُهُ الْيَقَظَةُ الْمُشْعِرَةُ بِالْمَاءِ فَلَمْ يُعْتَبَرْ نَوْمُهُ كَالْيَقْظَانِ حُكْمًا.

[الجوهرة النيرة: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٢٤، ط: المطبعة الخيرية]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ١ ص ٥٢، ط: رحمانیہ

❷ (ولا يتيمم إلا بصعيد طاهر لأن الطيب) المذكور في قَوْله تَعَالَى: (صَعِيدًا طَيِّبًا) (أريد به الطاهر في النص) بالإجماع، إذ طهارة التراب شرط عند الأئمة الأربعة، وعن داود: والتراب إذا تغير بالنجاسة لا يجوز التيمم به، وإن لم يتغير جاز، ويجوز التيمم بالتراب المستعمل عندنا.

[البناية: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٥٥٠، ط: دار الكتب العلمية]

(ولا يجوز التيمم إلا بالصعيد الطاهر) لأن الطيب أريد به الطاهر، ولأنه آلة التطهير، فلابد من طهارته في نفسه كالماء.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٣٢، ط: المكتبة العلمية]

❸ الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ١ ص ٥٢، ط: رحمانيه

ایسے ہے کہ گویا وہ چیز حقیقتاً موجود ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے اسی اصول کو سمجھانے کے لئے ایک مثال ذکر کی ہے کہ اگر پانی موجود نہ ہو اور یہ امید ہو کہ نماز کے آخری وقت تک پانی مل جائے گا تو اس صورت میں نماز کو آخرِ وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور اگر امید نہ ہو تو خواہ مخواہ مؤخر نہ کرے، لیکن روایتِ اصول کے علاوہ میں حضراتِ شیخین سے مروی ہے کہ اگر پانی ملنے کی امید ہو تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کرنا لازم ہے، اس پر اصول کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ظنِ غالب متحقق کی مانند ہے، اگر پانی ملنے کی امید اور غالب گمان ہو تو اس صورت میں تیمّم نہ کرے بلکہ نماز کو آخرِ وقت تک مؤخر کردے، جیسا کہ پانی کی موجودگی میں تیمّم جائز نہیں، اسی طرح پانی کے ملنے کی امید کی صورت میں بھی تیمّم جائز نہیں بلکہ آخری وقت تک انتظار کرے اور نماز کو مؤخر کرے۔ ❶

(٤٣) إِنَّ الْعَجْزَ إِذَا كَانَ ثَابِتًا حَقِيقَةً فَلَا يَزُولُ حُكْمُهُ إِلَّا بِيَقِينٍ مِثْلِهِ. ❷

ترجمہ: جب عجز حقیقتاً ثابت ہو تو اس کا حکم زائل نہیں ہوتا مگر اسی جیسے یقین کے ساتھ۔

---

❶(وَيُسْتَحَبُّ لِرَاجِي الْمَاءِ تَأْخِيرُ الصَّلَاةِ إِلَى آخِرِ الْوَقْتِ) فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِيَقَعَ الْأَدَاءُ بِأَكْمَلِ الطَّهَارَتَيْنِ لَكِنْ لَا يُبَالِغُ فِي التَّأْخِيرِ لِئَلَّا تَقَعَ الصَّلَاةُ فِي وَقْتِ الْكَرَاهَةِ. وَعَنْ الشَّيْخَيْنِ فِي غَيْرِ رِوَايَةِ الْأُصُولِ أَنَّ التَّأْخِيرَ حَتْمٌ؛ لِأَنَّ غَالِبَ الرَّأْيِ كَالْمُتَحَقِّقِ وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْعَجْزَ ثَابِتٌ حَقِيقَةً فَلَا يَزُولُ حُكْمُهُ إِلَّا بِيَقِينٍ مِثْلِهِ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ بِدُونِ الرَّجَاءِ لَا يُؤَخِّرُ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ كَمَا فِي الْمُحِيطِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٤٣، ط: دار إحياء التراث]

(لأن غالب الرأى كالمتحقق) ولهذا وجب العمل بخبر الواحد، والقياس يؤيده، قال الله تعالى: (فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ) علق عندم الرد إليهم بالعلم بكونهن مؤمنات، والعلم بذلك لا يكون إلا لغالب الرأى وهو كالثابت حقيقة

[البناية: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٥٥٤، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ١ ص ٥٢، ط: رحمانيه

تشریح: ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں حقیقتاً عجز ثابت ہے اور اس شخص کے لئے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، لہذا جب پانی نہ ملنے سے حقیقتاً ثابت ہے تو جب تک حقیقی اور یقینی طور پر پانی نہ مل جائے اس وقت تک یہ عجز ختم نہیں ہوگا، کیونکہ حقیقتاً ثابت ہونے والی چیزوں کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ ''مَا ثَبَتَ بِيَقِينٍ لَا يَرْتَفِعُ إِلَّا بِيَقِينٍ مِثْلِهِ '' یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہوتی ہے وہ یقین ہی سے ختم ہوتی ہے اس کے علاوہ سے نہیں ہوتی، اس لئے صورتِ مسئلہ میں بھی جب تک یقینی طور پر پانی دستیاب ہونے کا علم نہیں ہوگا اس وقت تک تیمّم کا حکم باقی اور برقرار رہے گا۔

ووجه ظاهر الرواية أن العجز ثابت حقيقة فلا يزول حكمه إلا بيقين مثله. ❶

(٤٤) لَا قُدْرَةَ بِدُوْنِ الْعِلْمِ. ❷

ترجمہ: بغیر علم کے قدرت حاصل نہیں ہوتی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول کو ذکر کر کے حضراتِ طرفین کا مسلک ثابت کیا ہے اور اسے بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے۔

طرفین کے ہاں اگر مسافر پانی کجاوے میں رکھ کر بھول گیا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی تو اس شخص پر نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ پانی پر قادر ہونا بغیر علم کے نہیں ہوسکتا اور اس کو علم بھی نہیں ہے اور اصول ہے کہ بغیر علم کے قدرت حاصل نہیں ہوتی، تو جب اس کو معلوم ہی نہیں تو قدرت نہ ہوئی اور جب قدرت نہیں تو اسے پانی حاصل بھی نہیں ہوا، اور پانی حاصل نہ ہونے کی

---

❶ [حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ١٢٢، ط: دار الكتب العلمية]

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْعَجْزَ ثَابِتٌ حَقِيقَةً فَلَا يَزُولُ حُكْمُهُ إِلَّا بِيَقِينٍ مِثْلِهِ، وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ بِدُونِ الرَّجَاءِ لَا يُؤَخِّرُ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ كَمَا فِي الْمُحِيطِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ١ ص ٤٣، ط: دار إحياء التراث]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ١ ص ٥٣، ط: رحمانیہ

صورت میں تیمّم جائز ہوتا ہے، لہذا یہاں پر بھی تیمّم جائز اور نماز درست ہو جائے گی۔ ❶

(۴۵) إِنَّ الضَّرَرَ مُسْقِطٌ. ❷

ترجمہ: ضرر کو ساقط کر دیا گیا ہے۔

تشریح: حاصل یہ ہے کہ اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو حکم یہ ہے کہ تیمّم کرنے سے قبل اس سے مانگنا ضروری ہے، اگر دیدے تو فبہا ورنہ تیمّم کر کے نماز پڑھے۔ لیکن اگر رفیق سفر پانی قیمتاً دیتا ہے اور مسافر شخص پانی لینے پر قادر ہے، تو اس کی تین صورتیں ہیں:

۱......وہ مثلِ قیمت کے عوض فروخت کرے۔

۲......غبنِ یسیر کے ساتھ فروخت کرے۔

۳......غبنِ فاحش کے ساتھ فروخت کرے۔

پہلی دونوں صورتوں میں تیمّم جائز نہیں کیونکہ ان دونوں صورتوں میں وہ پانی لینے پر قادر ہے۔

البتہ تیسری صورت میں تیمّم جائز ہوگا، اسی تیسری صورت کی وجہ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ سے ذکر کی ہے کہ غبنِ فاحش برداشت کرنے میں اسے ضرر لاحق ہوگا، حالانکہ اصول ہے کہ ضرر ساقط کیا گیا ہے، اس لئے کہ مسلمان کا مال اسی طرح قابلِ احترام ہے جیسا کہ اس کی جان قابلِ احترام ہے اور جان کے سلسلہ میں ضرر ساقط ہے، لہذا مال کا ضرر بھی ساقط ہوگا، تو غبنِ

---

❶(لا قدرة بدون العلم) فلا يكون واجداً، والنص شرط عدم الوجود وهو القدرة أشار إليه بقوله: (وهو المراد بالوجود) أى القدرة هى التى أريدت بالوجود فى القرآن والحديث لأنه لم يرد بقوله تعالى: (فَلَمْ تَجِدُوا) عدم الماء حقيقة، وإنما المراد به لم تقدروا على استعمال الماء فتيمموا، ألا ترى أن المريض يتيمم مع وجود الماء حقيقة؛ لأنه غير قادر على استعماله.

[البناية: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ۱ ص ۵۶۴، ط: دار الكتب العلمية]

وَلَهُمَا أَنَّهُ لَا قُدْرَةَ بِدُونِ الْعِلْمِ وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْوُجُودِ، وَمَاءُ الرَّحْلِ مُعَدٌّ لِلشُّرْبِ لَا لِلاسْتِعْمَالِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ۱ ص ۴۳، ط: داء إحياء التراث]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب التيمم، ج ۱ ص ۵۳، ط: رحمانیہ

فاحش کی صورت میں تیمّم کرکے نماز پڑھنا جائز ہے۔ ❶

باب المسح على الخفين

(۴۶) إِنَّ مَا هُوَ مَعْدُوْلٌ عَنِ الْقِيَاسِ يُرَاعَى جَمِيْعُ مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ. ❷

ترجمہ: جو چیز خلافِ قیاس ہو تو جس حکم کے ساتھ شریعت وارد ہوئی ہے اس کی پوری پوری رعایت کی جائے گی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ موزوں کے ظاہر پر مسح کرنا ضروری ہے، اور اگر کسی نے موزوں کے باطن پر مسح کیا یا ایڑی یا پنڈلی پر تو یہ جائز نہیں ہوگا، کیونکہ موزے پر مسح کرنا خلافِ

---

❶(وَلَوْ أَبَى أَنْ يُعْطِيَهُ إِلَّا بِثَمَنِ الْمِثْلِ) هَذِهِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ إِمَّا أَنَّ أَعْطَاهُ بِمِثْلِ قِيمَتِهِ فِي أَقْرَبِ مَوْضِعٍ مِنْ الْمَوَاضِعِ الَّتِي يَعِزُّ فِيهَا الْمَاءُ، أَوْ بِالْغَبَنِ الْيَسِيرِ، أَوْ بِالْغَبَنِ الْفَاحِشِ. فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي لَا يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ لِتَحَقُّقِ الْقُدْرَةِ عَلَى الْمَاءِ فَإِنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى الْبَذْلِ قُدْرَةٌ عَلَى الْمَاءِ فَيَمْتَنِعُ جَوَازُ التَّيَمُّمِ، كَمَا أَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى ثَمَنِ الرَّقَبَةِ تَمْنَعُ التَّكْفِيرَ بِالصَّوْمِ. وَفِي الْوَجْهِ الثَّالِثِ جَازَ لَهُ التَّيَمُّمُ لِوُجُودِ الضَّرَرِ، فَإِنَّ حُرْمَةَ مَالِ الْمُسْلِمِ كَحُرْمَةِ نَفْسِهِ، وَالضَّرَرُ فِي النَّفْسِ مُسْقِطٌ فَكَذَا فِي الْمَالِ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ا ص ۱۴۲، ط: دار الفكر]

هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ إِمَّا إِنْ أَعْطَاهُ بِمِثْلِ قِيمَتِهِ فِي أَقْرَبِ مَوْضِعٍ مِنْ الْمَوَاضِعِ الَّذِي يَعُزُّ فِيهِ الْمَاءُ أَوْ بِالْغَبْنِ الْيَسِيرِ أَوْ بِالْغَبْنِ الْفَاحِشِ فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي لَا يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ لِتَحَقُّقِ الْقُدْرَةِ، فَإِنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى الْبَدَلِ قُدْرَةٌ عَلَى الْمَاءِ كَالْقُدْرَةِ عَلَى ثَمَنِ الرَّقَبَةِ فِي الْكَفَّارَةِ تَمْنَعُ الصَّوْمَ وَفِي الْوَجْهِ الثَّالِثِ يَجُوزُ لَهُ التَّيَمُّمُ لِوُجُودِ الضَّرَرِ، فَإِنَّ حُرْمَةَ مَالِ الْمُسْلِمِ كَحُرْمَةِ نَفْسِهِ وَالضَّرَرُ فِي النَّفْسِ مُسْقِطٌ فَكَذَا فِي الْمَالِ كَذَا فِي الْعِنَايَةِ وَنَظِيرُهُ الثَّوْبُ النَّجِسُ إذَا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مَاءٌ، فَإِنَّهُ يُصَلِّي فِيهِ وَلَا يَلْزَمُهُ قَطْعُ الثَّوْبِ مِنْ مَوْضِعِ النَّجَاسَةِ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ا ص ۱۷۱، ط: دار الكتاب الاسلامی]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب المسح على الخفين، ج ا ص ۵۶، ط: رحمانیہ

قیاس ہے اور اصول ہے کہ جو چیز خلافِ قیاس ہو تو جس طرح شریعت نے حکم دیا ہے اس کی پوری رعایت کی جائے گی، موزے پر مسح کرنا خلافِ قیاس تھا لیکن جب اس پر شریعت وارد ہوئی ہے تو اس کی پوری پوری رعایت کی جائے گی، اور شریعت کا ورود چونکہ موزے کے ظاہر پر ہوا ہے اس لئے ظاہر پر مسح کرنا جائز ہوگا نہ کہ باطن پر، کیونکہ خلافِ قیاس ثابت ہونے والی چیزوں کے متعلق فقہی ضابطہ ہے "مَا ثَبَتَ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ فَغَيْرُهُ لَا يُقَاسُ عَلَيْهِ" ❶

(۴۷) إِنَّ رُخْصَةَ السَّفَرِ لَا تَبْقَى بِدُوْنِهِ. ❷

ترجمہ: سفر کی رخصت بغیر سفر کے باقی نہیں رہتی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مسافر مقیم ہو گیا اور اس نے مدتِ اقامت پوری کر لی تو اس کے لئے موزوں کو اتارنا ضروری ہے، کیونکہ اصول ہے کہ سفر کی رخصت بغیر سفر کے باقی نہیں رہتی اور اب یہ مسافر نہیں رہا، جب مسافر نہیں رہا تو سفر کی رخصت ختم ہو گئی، لہٰذا اس صورت میں موزے اتار کر پیروں کو دھوئے، کیونکہ اب یہ مقیم ہو چکا ہے اور اس کا سفر ختم ہو چکا ہے اور بدونِ سفر رخصت نہیں ملتی۔ ❸

---

❶ (لِأَنَّهُ مَعْدُولٌ بِهِ عَنِ الْقِيَاسِ) إِذِ الْقِيَاسُ أَلَّا يَقُومَ الْمَسْحُ الَّذِى لَا يُزِيلُ النَّجَاسَةَ مَقَامَ الْغَسْلِ الَّذِى يُزِيلُهَا كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِى طَالِبٍ بِقَوْلِهِ: لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ بَاطِنُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِ، وَلَكِنِّى رَأَيْت رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ الْخُفَّيْنِ دُونَ بَاطِنِهِمَا.

وَإِنَّمَا كَانَ الرَّأْيُ ذَلِكَ لِأَنَّ الْخُفَّ يُلَاقِى الْأَرْضَ بِمَا عَلَيْهَا مِنْ طِينٍ وَتُرَابٍ وَقَذَرٍ بِبَاطِنِهِ لَا بِظَاهِرِهِ، وَإِذَا كَانَ مَعْدُولًا بِهِ عَنِ الْقِيَاسِ يُرَاعَى جَمِيعُ مَا وَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب التيمم، ج ۱ ص ۱۴۹، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الطهارات، باب المسح على الخفين، ج ۱ ص ۵۸، ط: رحمانیہ

❸ (ولو أقام وهو مسافر إن استكمل مدة الإقامة نزع لأن رخصة السفر لا تبقى بدونه، وإن لم يستكمل أتمها؛ لأن هذا مدة الإقامة) وهى يوم وليلة مدة الإقامة (وهو مقيم) أى والحال أنه مقيم فيتمها.

[البناية: كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، ج ۱ ص ۶۰۴، ط: دار الكتب العلمية] =

باب الحيض والاستحاضة

(۴۸) إِنَّ تَقْدِيْرَ الشَّرْعِ يَمْنَعُ إِلْحَاقَ غَيْرِهِ بِهِ. ❶

ترجمہ: شریعت کی بیان کردہ مقدار (اندازہ شرعی) اپنے ساتھ دوسرے کے الحاق سے مانع ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کے ذریعہ اقلِ حیض اور اکثر حیض کی مدت کی تعیین کی ہے کہ ہمارے نزدیک حیض کی اقل مدت تین دن اور اکثر مدت دس دن ہے، تین دن سے کم اور دس دن سے زائد جو خون ہوگا وہ استحاضہ کہلائے گا، اسی کی وجہ موصوف نے اس اصول سے ذکر کی ہے کہ وہ استحاضہ کا خون اس لئے کہلائے گا کیونکہ شریعت کا کسی چیز کو مقدر کرنا اس بات سے مانع ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز لاحق کی جائے، لہذا جو خون تقدیر شرع سے کم یا زائد ہوگا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہوگا، شریعت نے حیض کی اقل اور اکثر دونوں مدت متعین کر دی ہے، لہذا شریعت کی متعین کردہ مدت سے جو چیز بھی کم یا زائد ہوگی وہ ماتعین بہ الشرع سے خارج ہوگی۔ ❷

= (وَلَوْ أَقَامَ مُسَافِرٌ بَعْدَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ نَزَعَ، وَإِلَّا يُتِمُّ يَوْمًا وَلَيْلَةً) لِأَنَّ رُخْصَةَ السَّفَرِ لَا تَبْقَى بِدُونِهِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين، ج ۱ ص ۵۱، ط: دار الكتاب الاسلامى]

❶ الهداية: كتاب الطهارات، باب الحيض والاستحاضة، ج ۱ ص ۶۰، ط: رحمانيه

❷ (لأن تقدير الشرع يمنع إلحاق غيره به) أى غير تقدير الشرع بتقدير الشرع لأن العقل لا ابتداء له فى المقادير، ويقال: إن الدم الزائد والناقص إما أن يكون دم حيض، أو نفاس، أو استحاضة، فانتفى الأولان فتعين الثالث.

[البناية: كتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة، ج ۱ ص ۶۳۱، ط: دار الكتب العلمية]

(قَوْلُهُ: فَمَا نَقَصَ مِنْ ذَلِكَ أَوْ زَادَ اسْتِحَاضَةٌ) أَيْ مَا نَقَصَ مِنْ الْأَقَلِّ أَوْ زَادَ عَلَى الْأَكْثَرِ فَهُوَ اسْتِحَاضَةٌ، لِأَنَّ هَذَا الدَّمَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ دَمَ حَيْضٍ أَوْ نِفَاسٍ أَوْ اسْتِحَاضَةٍ فَانْتَفَى الْأَوَّلَانِ فَتَعَيَّنَ الثَّالِثُ وَلِأَنَّ تَقْدِيرَ الشَّرْعِ يَمْنَعُ إِلْحَاقَ غَيْرِهِ بِهِ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة، ج ۱ ص ۲۰۲، ط: دار الكتاب الإسلامى]

باب الأنجاس وتطهيرها

(۴۹) إنَ الْمَائِعَ قَالِعٌ. ❶

ترجمہ: بہنے والی چیز نجاست کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ کے ذریعے حضرات شیخین کے مسلک کو ثابت کر رہے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ کن چیزوں سے نجاست کو زائل کرنا جائز ہے اور کن سے نہیں، چنانچہ شیخین کے نزدیک پانی اور ہر ایسی چیز کے ساتھ نجاست کا زائل کرنا جائز ہے جو بہتی ہو، پاک ہو اور اس کے ساتھ نجاست کا زائل کرنا ممکن بھی ہو، جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی، اور ہر ایسی چیز سے جو نچوڑنے سے نچڑ جائے۔ اس مسئلہ کے ثبوت پر اصول کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے کہ بہنے والی چیز قلع کرنے والی ہے یعنی نجاست کو اکھاڑ کر دور کر دیتی ہے، پانی نجاست کو دور کرتا ہے، پس جب یہ علت دوسری بہنے والی چیزوں میں موجود ہے تو پانی کی طرح یہ بھی پاک کرنے والی اور مزیل نجاست ہوں گی، لہذا پانی کی طرح ہر بہنے والی چیزوں سے نجاست کا زائل کرنا جائز ہے۔ ❷

(۵۰) إنَّ الشَّيْءَ إذَا ثَبَتَتْ نَجَاسَةٌ بِدَلِيْلٍ مَقْطُوْعٍ بِهِ تَكُوْنُ مُغَلَّظَةً. ❸

ترجمہ: جب کسی چیز کی نجاست دلیلِ قطعی سے ثابت ہو جائے تو وہ نجاست مغلظہ ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے نجاست مغلظہ کی حقیقت کی وضاحت فرما رہے ہیں

---

❶ الهداية: كتاب الطهارات، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ا ص ۶۹، ط: رحمانیہ

❷ (وَلَهُمَا أَنَّ الْمَائِعَ قَالِعٌ) ظَاهِرٌ وَحَاصِلُهُ أَنَّ الِاشْتِرَاكَ فِي الْعِلَّةِ يُوجِبُهُ فِي الْمَعْلُولِ وَالْمَاءُ مُطَهِّرٌ بِعِلَّةِ الْقَلْعِ وَالْإِزَالَةِ، وَهَذِهِ الْعِلَّةُ مَوْجُودَةٌ فِي الْخَلِّ وَأَشْبَاهِهِ فَتَكُونُ مُطَهِّرَةً كَالْمَاءِ.

[العناية: كتاب الطهارة، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ا ص ۱۹۴، ط: دار الفكر]

(قَوْلُهُ: وَبِمَائِعٍ مُزِيلٍ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ) قِيَاسًا عَلَى إزَالَتِهَا بِالْمَاءِ بِنَاءً عَلَى أَنَّ الطَّهَارَةَ بِالْمَاءِ مَعْلُولَةٌ بِعِلَّةِ كَوْنِهِ قَالِعًا لِتِلْكَ النَّجَاسَةِ وَالْمَائِعُ قَالِعٌ فَهُوَ مُحَصِّلٌ ذَلِكَ الْمَقْصُودِ فَتَحْصُلُ بِهِ الطَّهَارَةُ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ا ص ۲۳۳، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الطهارات، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ا ص ۷۱، ط: رحمانیہ

کہ نجاستِ مغلظہ وہ نجاست ہے جس کا ثبوت ایسی نص سے ہو جس کے معارض دوسری نص طہارت کو ثابت کرنے والی نہ ہو، چنانچہ پیشاب، خون، شراب، مرغی کی بیٹ، اور گدھے کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے، کیونکہ ان چیزوں کی نجاست دلیل قطعی سے ثابت ہے، جس کے معارض کوئی دوسری دلیل نہیں ہے۔ اور اصول ہے کہ جب کسی چیز کا نجس ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو تو وہ نجاست مغلظہ ہوا کرتی ہے، لہٰذا ان مذکورہ تمام چیزوں کی نجاست بھی نجاستِ مغلظہ ہوگی۔ ❶

(۱۵) إِنَّ تَعَارُضَ النَّصَّيْنِ فِيْ نَجَاسَةِ شَيْءٍ يُوْجِبُ التَّخْفِيْفَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى. ❷

ترجمہ: جب کسی شی کی نجاست میں دونص باہم متعارض ہو جائیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں تخفیف پیدا ہو جاتی ہے۔

تشریح: ماقبل میں صاحبِ ہدایہ نے نجاستِ غلیظہ کی وضاحت کی تھی اب یہاں سے نجاستِ خفیفہ کا ذکر کر رہے ہیں، اگر دونص باہم متعارض موجود ہوں کہ ایک نص نجاست ثابت کرتی ہو اور دوسری طہارت، تو تعارضِ نصین کی وجہ سے اس میں تخفیف پیدا ہو جائے گی، اس وقت یہ نجاست

---

❶(وإنما كانت نجاسة هذه الأشياء)يعني الأشياء المذكورة كالدم والبول والخمر ونحوها (مغلظة) يعني موصوفة بالتغليظ (لأنها) أي لأن هذه الأشياء أي نجاستها (ثبتت بدليل مقطوع فيه) أي بنص وارد فيه بلا معارضة نص آخر كالخمر مثلاً، فإن نجاسته بنص القرآن لقوله (رجس) أي نجس ولم يعارضه نص آخر.

[البناية: كتاب الطهارة، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ۱ ص ۷۲۷، ط: دار الكتب العلمية]

(وَالْكُلُّ) مِنْ الطِّلَاءِ وَالْمُنَصَّفِ وَالْبَاذِقِ وَالسَّكَرِ وَالنَّقِيعِ (حَرَامٌ) لِحَدِيثِ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَلَعَلَّهُ لِإِخْلَالِهِ بِسَلَامَةِ الْعَقْلِ (وَحُرْمَتُهَا) أَيْ حُرْمَةُ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ (دُونَ)حُرْمَةِ (الْخَمْرِ فَنَجَاسَةُ الْخَمْرِ غَلِيظَةٌ) رِوَايَةً وَاحِدَةً كَالْبَوْلِ لِثُبُوتِ حُرْمَتِهَا بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ (وَنَجَاسَةُ هَذِهِ) الْأَشْيَاءِ (مُخْتَلَفٌ فِي غِلْظَتِهَا وَخِفَّتِهَا) فَإِنَّ نَجَاسَتَهَا خَفِيفَةٌ فِي رِوَايَةٍ.

[مجمع الأنهر: كتاب الطهارة، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ۱ ص ۵۷۰، ط: دار إحياء التراث]

❷الهداية: كتاب الطهارات، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ۱ ص ۷۲، ط: رحمانیہ

خفیفہ کہلائے گی، چنانچہ ماکول اللحم جانوروں اور گھوڑے کا پیشاب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خفیفہ ہے، کیونکہ ماکول اللحم جانوروں کے بول اور طہارت میں نصوص مختلف ہیں، اور اصول ہے کہ جب کسی نجاست میں دو نص متعارض ہو جائیں تو وہ تخفیف کو پیدا کرتی ہے، لہذا یہاں پر بھی ماکول اللحم جانوروں کے بول میں اختلافِ نصوص کی وجہ سے نجاست خفیفہ ہوگی نہ کہ غلیظہ۔ البتہ لید اور گوبر نجاستِ مغلظہ ہے کیونکہ اس کے نجس ہونے پر نص موجود ہے ''هَـــــذَا رِكْسٌ '' اس کے علاوہ کوئی نص اس کے معارض نہیں ہے جو اس کی طہارت پر دلالت کرے، اس لئے لید میں نجاست مغلظہ ہوگی، کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عدم تعارضِ نصین کی صورت میں نجاست مغلظہ ہوتی ہے۔ ❶

---

❶ وعلى هذا الأصل الاختلاف بين أبي حنيفة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وصاحبيه، فإن التغليظ عند أبي حنيفة يثبته بنص، فعلى نجاسته من غير معارضة نص آخر في طهارته، والتخفيف يثبت بتعارض النصين، وعندهما التغليظ يثبت بما وقع الإجماع على نجاسته، والتخفيف بما وقع الاختلاف. وفائدة الخلاف تظهر في مثل الروث، فعنده نجس مغلظ لحديث ابن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ليلة الجن، ولم يعارضه غيره وعندهما: مخفف لأنه عند مالك رَحِمَهُ اللَّهُ طاهر.

[البناية: كتاب الطهارة، باب الأنجاس وتطهيرها، ج ۱ ص ۷۲۸، ط: دار الكتب العلمية]

كتاب الصلاة

باب الأذان

(۵۲) إِنَّ تَكْرَارَ الْأَذَانِ مَشْرُوْعٌ دُوْنَ الْإِقَامَةِ. ❶

ترجمہ: اذان کا تکرار مشروع ہے لیکن اقامت کا تکرار مشروع نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ جنبی شخص اگر اذان و اقامت کہے تو اشبہ بالفقہ یہ ہے کہ جنبی کی اذان کا اعادہ کیا جائے اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ اذان کے اندر فی الجملہ تکرار مشروع ہے، جیسے جمعہ میں اذان دو مرتبہ دی جاتی ہے لیکن اقامت میں تکرار مشروع نہیں، لہذا جنبی کی اذان کا اعادہ تو کیا جائے گا لیکن اقامت کا نہیں۔ ❷

(۵۳) إِنَّ الْأَذَانَ لِلْإِعْلَامِ. ❸

ترجمہ: اذان اطلاع دینے کے لئے ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینا صحیح نہیں ہے، اگر کسی نے وقت سے پہلے اذان دیدی تو وقت کے اندر اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا، کیونکہ اصول ہے کہ اذان سے مقصود لوگوں کو دخولِ وقتِ نماز کی خبر دینا ہوتا ہے، یعنی اذان محض اطلاع کے لئے ہوتی ہے۔ وقت سے پہلے اذان دینے میں لوگوں کو

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج ا ص ۸۹، ط: رحمانیہ

❷ والأشبه أن يقال: يعاد أذان الجنب ولا تعاد إقامته لأن تكرار الأذان مشروع فى الجملة كما فى صلاة الجمعة، فأما تكرار الإقامة، فغير مشروع أصلا.

[المحيط البرهاني: كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر، ج ا ص ۳۴۵، ط: دار الكتب العلمية]

قوله: (ويعاد الأذان خاصة) أى يستحب أن يعاد أذان الجنب خاصة، ولا تعاد إقامته، لأن تكرار الأذان مشروع فى الجماعة كما فى الجمعة، وأما تكرار الإقامة فغير مشروع أصلا.

[منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك: كتاب الصلاة، ص ۹۵، ط: وزارة الأوقاف

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج ا ص ۹۰، ط: رحمانیہ

جہالت میں ڈالنا ہے، وہ سمجھیں گے کہ وقت داخل ہو چکا ہے، اسی لئے وقت سے پہلے اذان دینا شرعاً معتبر نہیں ہے۔ ❶

(٥٤) إِنَّ الْأَذَانَ لِلِاسْتِحْضَارِ وَالْإِقَامَةَ لِإِعْلَامِ الْافْتِتَاحِ. ❷

ترجمہ: اذان (غیر موجود) لوگوں کو حاضر کرنے کے لئے ہے اور اقامت نماز شروع ہونے کی اطلاع دینے کے لئے ہوتی ہے۔

تشریح: مسافر کے لئے بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت دونوں کہے۔ اگر مسافر نے اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑ دیا تو یہ مکروہ ہے اور اگر مسافر صرف اقامت پر اکتفاء کرے اور اذان چھوڑ دے تو یہ جائز ہے گو خلافِ اولی ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے کہ اذان کا مقصد غائب لوگوں کو اطلاع دینا ہوتا ہے کہ نماز کا وقت داخل ہو گیا ہے تا کہ وہ تیار ہو کر نماز کے لئے آجائیں اور چونکہ مسافر کے ساتھ اس کے رفقاء موجود ہیں اس لئے اذان کی ضرورت نہیں، اور اقامت کا مقصد چونکہ نماز شروع ہونے کی اطلاع دینا ہے اس لئے سب اس کے محتاج ہیں۔ ❸

---

❶(وَلَا يُؤَذَّنُ لِصَلَاةٍ قَبْلَ دُخُولِ (وَقْتِهَا) لِأَنَّهُ شُرِعَ لِلْإِعْلَامِ بِالْوَقْتِ، وَفِي ذَلِكَ تَضْلِيلٌ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِلْإِقَامَةِ لِأَنَّ مَنْعَهُ بِالْأَوْلَوِيَّةِ فَإِنَّهَا بَعْدَ الْأَذَانِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج ١ ص ٧٥، ط: دار إحياء التراث]

ولأن المقصود من الأذان الإعلام بدخول الوقت، فقبل الوقت يكون الأذان تجهيلًا لا إعلاماً.

[المحيط البرهاني: كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر، ج ١ ص ٣٤٧، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج ١ ص ٩٠، ط: رحمانیہ

❸لِأَنَّ الْأَذَانَ لِاسْتِحْضَارِ الْغَائِبِينَ وَالرُّفْقَةُ حَاضِرُونَ وَالْإِقَامَةُ لِإِعْلَامِ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَهُمْ إِلَيْهِ مُحْتَاجُونَ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج ١ ص ٤٥، ط: المطبعة الخيرية]

(فإن تركهما جميعا يكره) أي فإن ترك المسافر الأذان والإقامة جميعا يكره تركه إياهما لمخالفة السنة (ولو اكتفى بالإقامة جاز؛ لأن الأذان لاستحضار الغائبين والرفقة حاضرون والإقامة لإعلام الافتتاح) أي لافتتاح الصلاة والشروع فيها (وهم) أي الرفقة بضم الراء جمع رفيق. =

باب شروط الصلاۃ

(۵۵) إِنَّ الرُّبُعَ يَحْكِيْ حِكَايَةَ الْكَمَالِ. ❶

ترجمہ: چوتھائی حصہ پورے کی حکایت کرتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو حضراتِ طرفین کے مسلک پر بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے، حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک اگر آزاد عورت نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کی چوتھائی پنڈلی کھلی تھی تو اس پر نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے، اور اگر چوتھائی سے کم کھلی ہو تو پھر نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ پر صاحبِ ہدایہ نے یہ اصول نقل کیا ہے کہ بہت سے احکام میں چوتھائی کل کے قائم مقام ہوتا ہے، جیسے سر کے مسح میں چوتھائی سر پورے سر کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اسی طرح بحالتِ احرام چوتھائی سر کا حلق کل کے قائم مقام ہے۔ پس جب چوتھائی کو کل کا حکم حاصل ہے تو چوتھائی پنڈلی کھلنے سے یہی کہا جائے گا کہ گویا پوری پنڈلی کھل گئی ہے اور پوری پنڈلی کھلنے سے نماز کا اعادہ بالاتفاق واجب ہے، تو چوتھائی پر بھی واجب ہوگا۔ ❷

= (إليه محتاجون) أي إلى إعلام الافتتاح يحتاجون. وروى عن علي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ المسافر بالخيار إن شاء أذن وإن شاء أقام ولم يؤذن والقوم حاضرون في السفر بخلاف الحضر لأن الناس في المصر لتفرقهم واشتغالهم بأنواع المكاسب والحرف لا يعرفون وقت الصلاة، وفي الإقامة لا فرق بين المسافر والمقيم.

[البناية: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج ۲ ص ۱۱۵، ط: دار الكتب العلمية]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۹۳، ط: رحمانیہ

❷ (إِنَّ الرُّبُعَ يَحْكِي حِكَايَةَ الْكَمَالِ) يَعْنِي أَنَّ رُبُعَ الشَّيْءِ أُقِيمَ مَقَامَ الْكُلِّ فِي مَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ مِنَ الْأَحْكَامِ، وَاسْتِعْمَالُ الْكَلَامِ كَمَسْحِ الرَّأْسِ وَالْحَلْقِ فِي الْإِحْرَامِ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۲۶۰، ط: دار الفكر]

(أنه إذا طيب ربع العضو فعليه دم اعتبارا بالحلق) أي قياساً على حلق ربع الرأس، فإن فيه دما فكذلك في تطييب ربع العضو، لأن الربع يحكي حكاية الكل.

[البناية: كتاب الحج، باب الجنايات في الحج، ج ۴ ص ۳۲۶، ط: دار الكتب العلمية] =

(۵۶) إِنَّ الشَّيْءَ إِنَّمَا يُوصَفُ بِالْكَثْرَةِ إِذَا كَانَ مَا يُقَابِلُهُ أَقَلَّ مِنْهُ. ❶

ترجمہ: کسی چیز کو اس وقت کثرت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے جب اس کا مقابل اس سے کم ہو۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اس اصول کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مسلک پر بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے۔ ماقبل میں اصول گزرا کہ حضرات طرفین کے نزدیک اگر عورت نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کی چوتھائی پنڈلی کھلی تھی تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اس عورت کی پنڈلی نصف سے کم کھلی ہو تو اس پر اعادہ واجب نہیں، کیونکہ شئ کثرت کے ساتھ اُسی وقت متصف ہو سکتی ہے جب اس کا مقابل اس سے کمتر ہو، یعنی نصف سے کم کثیر نہیں ہے بلکہ قلیل ہے اور قلیل مقدار کے کھلنے سے نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوتا، لہٰذا اگر نصف سے کم کھلی ہو تو نماز کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ ❷

= (وإن قص يدا أو رجلا) أي وإن قص المحرم أظافير رجل واحدة (فعليه دم، إقامة للربع مقام الكل كما في الحلق) أي كما إذا حلق ربع رأسه فإنه يجب عليه دم، لأن الربع يحكي حكاية الكل.

[البناية: كتاب الحج، باب الجنايات في الحج، ج۴ ص ۳۴۲، ط: دار الكتب العلمية]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۹۳، ط: رحمانیہ

❷ اِعْلَمْ أَنَّ أَصْحَابَنَا اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ قَلِيلَ الانْكِشَافِ مَعْفُوٌّ وَكَثِيرَهُ لَيْسَ بِمَعْفُوٍّ وَاخْتَلَفُوا فِي الْحَدِّ الْفَاصِلِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ الرُّبُعُ كَثِيرٌ وَمَا دُونَهُ قَلِيلٌ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: مَا دُونَ النِّصْفِ قَلِيلٌ لِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يُوصَفُ بِالْكَثْرَةِ إِلَّا إِذَا كَانَ مَا يُقَابِلُهُ أَقَلَّ مِنْهُ، لِأَنَّ الْقَلِيلَ وَالْكَثِيرَ مِنْ أَسْمَاءِ الْمُقَابَلَةِ يُرِيدُ بِهِ تَقَابُلَ التَّضَايُفِ، وَالْإِضَافَةُ هَيْئَةٌ تَكُونُ مَاهِيَّتُهَا مَعْقُولَةً بِالْقِيَاسِ إِلَى هَيْئَةٍ أُخْرَى تَكُونُ مَاهِيَّتُهَا مَعْقُولَةً بِالْقِيَاسِ إِلَى الْهَيْئَةِ الْأُولَى كَالْأُبُوَّةِ وَالْبُنُوَّةِ،

[العناية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۲۶۰، ط: دار الفكر]

(وَكَشْفُ رُبُعِ سَاقِهَا يَمْنَعُ) يَعْنِي جَوَازَ الصَّلَاةِ لِأَنَّ رُبُعَ الشَّيْءِ يَحْكِي حِكَايَةَ الْكُلِّ كَمَا فِي حَلْقِ الرَّأْسِ فِي الْإِحْرَامِ حَتَّى يَصِيرَ بِهِ حَلَالًا فِي أَوَانِهِ وَيَلْزَمُهُ الدَّمُ قَبْلَهُ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُعْتَبَرُ انْكِشَافُ الْأَكْثَرِ، لِأَنَّ الشَّيْءَ إِنَّمَا يُوصَفُ بِالْكَثْرَةِ إِذَا كَانَ مَا يُقَابِلُهُ أَقَلَّ مِنْهُ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۹۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(۵۷) إِنَّ رُبُعَ الشَّيْءِ يَقُوْمُ مَقَامَ كُلِّهِ. ❶

ترجمہ: شیٔ کا چوتھائی حصہ کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ ہذا سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے پاس نجس کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا موجود نہ ہو اور ایسی چیز بھی موجود نہیں کہ جس سے نجاست کو زائل کیا جا سکے تو اس کے لئے اس نجس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے، اور یہ اس وقت ہے جب چوتھائی کپڑا یا اس سے زائد پاک ہو اور اگر اس نے برہنہ ہو کر نماز پڑھی تو جائز نہیں ہے، کیونکہ اصول ہے کہ چوتھائی کل کے مرتبہ میں ہوتا ہے، پس چوتھائی کپڑے کا پاک ہونا گویا کل کا پاک ہونا ہے اور پاک کپڑے کو چھوڑ کر برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ❷

(۵۸) إِنَّ تَرْكَ الشَّيْءِ إِلَى خَلَفٍ لَا يَكُوْنُ تَرْكًا. ❸

ترجمہ: کسی چیز کا ترک (اس طور پر کہ) اس کا خلیفہ موجود ہے تو یہ ترک نہیں ہوگا۔

تشریح: ماقبل میں یہ اصول ذکر ہوا کہ اگر کسی شخص کے پاس نجس کپڑے کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں جس سے نجاست کو زائل کیا جا سکے تو وہ اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھے، پھر اس کی دو صورتیں ذکر کیں، ایک یہ کہ اگر چوتھائی کپڑا یا اس سے زائد پاک ہو تو اس میں

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ١ ص ٩٣، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ: وَمَنْ لَمْ يَجِدْ مَا يُزِيلُ بِهِ النَّجَاسَةَ صَلَّى مَعَهَا وَلَمْ يُعِدْ) هَذَا عَلَى وَجْهَيْنِ إِنْ كَانَ رُبُعُ الثَّوْبِ فَصَاعِدًا طَاهِرًا يُصَلِّي فِيهِ صَلَّى عُرْيَانًا لَا تَجُوزُ صَلَاتُهُ لِأَنَّ رُبُعَ الشَّيْءِ يَقُومُ مَقَامَ كُلِّهِ، وَإِنْ كَانَ الطَّاهِرُ أَقَلَّ مِنْ الرُّبُعِ فَكَذَا عِنْدَ مُحَمَّدٍ يُصَلِّي فِيهِ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُصَلِّيَ عُرْيَانًا وَعِنْدَهُمَا يَتَخَيَّرُ بَيْنَ أَنْ يُصَلِّيَ عُرْيَانًا أَوْ فِيهِ وَالصَّلَاةُ فِيهِ أَفْضَلُ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ١ ص ٤٧، ط: المطبعة الخيرية]

(وَلَوْ وَجَدَ ثَوْبًا رُبُعُهُ طَاهِرٌ وَصَلَّى عَارِيًا لَا يُجْزِيهِ) لِأَنَّ رُبُعَ الشَّيْءِ يَقُومُ مَقَامَ كُلِّهِ فَيُجْعَلُ كَأَنَّ كُلَّهُ طَاهِرٌ فِي مَوْضِعِ الضَّرُورَةِ فَتُفْرَضُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ فِيهِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ١ ص ٨٢، ط: دار إحياء التراث]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ١ ص ٩٣، ط: رحمانیہ

نماز پڑھے اس لئے کہ چوتھائی کل کے قائم مقام ہے جیسا کہ ماقبل میں ذکر ہوا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو، صاحبِ ہدایہ اسی دوسری صورت کو یہاں سے ذکر کر رہے ہیں کہ اگر چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو تو اس میں اختلاف ہے، امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھنا واجب ہے، یہی امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نجس کپڑے میں نماز پڑھنے سے ایک فرض کو ترک کرنا لازم آتا ہے، یعنی طہارتِ ثوب کو ترک کرنا لازم آئے گا، اور اگر برہنہ ہو کر نماز پڑھے تو کئی فرضوں کا ترک کرنا لازم آئے گا، مثلاً سترِ عورت کے علاوہ قیام، رکوع اور سجود وغیرہ، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک فرض کو ترک کرنا اولی ہے بنسبت چند فرائض ترک کرنے کے، اس لئے اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھنا واجب ہے، بخلاف حضراتِ شیخین کے، ان کے نزدیک اس شخص کو اختیار ہے چاہے برہنہ ہو کر نماز پڑھے یا اسی کپڑے میں پڑھے، البتہ اس نجس کپڑے میں نماز پڑھنا افضل ہے، اس لئے کہ ستر نماز کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں واجب ہے، جبکہ طہارت نماز کے ساتھ خاص ہے۔

صاحبِ ہدایہ کا مقصود اصولِ مذکورہ سے امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب دینا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ برہنہ نماز پڑھنے کی صورت میں چند فرضوں کا ترک کرنا لازم آئے گا تو اس کا جواب اس اصول سے دے رہے ہیں کہ کسی چیز کو اس طرح چھوڑنا کہ اس کا خلیفہ موجود ہے اس کو چھوڑنا نہیں کہا جاتا اور یہاں پر یہی بات ہے، کیونکہ برہنہ ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں اگر قیام، رکوع اور سجود وغیرہ کا ترک لازم آتا ہے مگر اس کا خلیفہ یعنی اشارہ موجود ہے، لہذا جب اس کا خلیفہ موجود ہے تو یہ ترک نہیں ہوگا، برہنہ نماز پڑھنے والا اگر قیام وغیرہ کو ترک کرتا ہے تو اس کے نائب یعنی ایماء اور اشارے پر عمل کرتا ہے، اس لئے یہاں بھی صرف ایک ہی فرض کا ترک ہے نہ کہ بہت سے فرائض کا۔ (1)

---

(1) (فيستويان في حكم الصلاة) فيكون مخيرا بين الصلاة في ذلك الثوب وبين الصلاة عريانا (وترك الشيء إلى خلف لا يكون تركا) هذا جواب عما قاله محمد أن في =

(۵۹) إِنَّ التَّكْلِيفَ بِحَسَبِ الْوُسْعِ. ❶

ترجمہ: حسبِ طاقت ہی مکلّف بنایا جاتا ہے۔

تشریح: استقبالِ قبلہ نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے، پھر نمازی کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ مکہ مکرمہ میں نماز ادا کرے گا یا مکہ مکرمہ سے باہر کسی دوسری جگہ نماز ادا کرے گا، پس پہلی صورت میں عینِ کعبہ کی طرف رخ کرنا فرض ہے، اور دوسری صورت میں جہتِ کعبہ کو قبلہ بنانا فرض ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جب مدینہ منورہ میں تھے تو اللہ تعالی نے ان کو جہتِ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم فرمایا نہ کہ عینِ کعبہ کی طرف، اس سے واضح ہوا کہ جو شخص مکہ سے باہر ہو اس کے لئے عینِ کعبہ کو قبلہ بنانا لازم نہیں، کیونکہ اصول ہے کہ تکلیف طاقت کے مطابق ہوتی ہے اور اللہ تعالی بندوں کو بقدرِ طاقت ہی مکلّف بناتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" لہذا جو شخص مکہ سے باہر ہو اس کے لئے سمتِ قبلہ کی طرف رخ کرنا کافی ہے۔ ❷

=ترك الصلاة عاريا ترك الفروض، يعني لا نسلم أن فيها تركا لوجود الخلف وهو الإيماء.

[البناية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج۲ ص۱۳۶، ط: دار الكتب العلمية]

إِذَا كَانَ الطَّاهِرُ أَقَلَّ مِنَ الرُّبُعِ يُخَيَّرُ بَيْنَ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ وَهُوَ الْأَفْضَلُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِتْيَانِ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَبَيْنَ أَنْ يُصَلِّيَ عُرْيَانًا قَاعِدًا يُومِئُ بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَهُوَ يَلِي الْأَوَّلَ فِي الْفَضْلِ لِمَا فِيهِ مِنْ سَتْرِ الْعَوْرَةِ الْغَلِيظَةِ وَبَيْنَ أَنْ يُصَلِّيَ قَائِمًا عُرْيَانًا بِرُكُوعٍ وَسُجُودٍ وَهُوَ دُونَهُمَا فِي الْفَضْلِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص۹۸، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۹۴، ط: رحمانیہ

❷ اَلْوَاجِبُ فِي حَقِّ مَنْ هُوَ خَارِجٌ عَنْ مَكَّةَ التَّوَجُّهُ إِلَى الْجِهَةِ لِأَنَّ ذَلِكَ فِي وُسْعِهِ، وَالتَّكْلِيفُ بِحَسَبِ الْوُسْعِ. وَمَعْرِفَةُ الْجِهَةِ إِمَّا بِدَلِيلٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ أَوْ بِالتَّحَرِّي عِنْدَ انْقِطَاعِ الْأَدِلَّةِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب التحرى، ج۱۰ ص۱۹۰، ط: دار المعرفة]

فكل من كان بحضرة الكعبة يجب عليه إصابة عينها، ومن كان نائياً عنها ففرضه جهة الكعبة لا عينها، وهذا قول الشيخ أبي الحسن الكرخي والشيخ أبي بكر الرازي رحمه الله لأنه ليس في وسعه سوى هذا، والتكليف بحسب الوسع.

[المحيط البرهاني: كتاب الصلاة، الفصل الرابع، ج ۱ ص ۲۸۴، ط: دار الكتب العلمية]

(۲۰) إِنَّ الْاِسْتِخْبَارَ فَوْقَ التَّحَرِّیْ. ❶

ترجمہ: دریافت کرنا تحری سے بڑھ کر ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ اگر کسی شخص پر جہتِ قبلہ مشتبہ ہو جائے اور کوئی شخص موجود نہ ہو جس سے جہتِ قبلہ دریافت کیا جا سکے تو اس شخص کو اجتہاد اور تحری کرنی چاہئے، پس جس طرف جہتِ قبلہ ہونے کا غالب گمان ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ لیکن اگر کوئی شخص جہتِ قبلہ بتانے والا موجود ہے تو اس سے دریافت کرے، اس صورت میں اس کے لئے تحری کرنا جائز نہیں ہے، اس کی وجہ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ سے ذکر کی ہے کہ تحری اس لئے جائز نہیں کہ دلیلِ ظاہر پر عمل اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ اس سے بڑھ کر دلیل موجود نہ ہو، اور دریافت کرنا تحری سے بڑھ کر ہے، لہذا جب تک دریافت کرنا ممکن ہو اس وقت تک تحری کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ❷

(۲۱) إِنَّ الْعَمَلَ بِالْاِجْتِهَادِ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ وَاجِبٌ مِنْ غَيْرِ نَقْضِ الْمُؤَدّٰى قَبْلَهُ. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ا ص ۹۶، ط: رحمانیہ

❷ وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قِبْلَةُ الْمُتَحَرِّي جِهَةُ قَصْدِهِ؛ وَلِأَنَّ الْعَمَلَ بِالدَّلِيلِ الظَّاهِرِ وَاجِبٌ إِقَامَةً لِلْوَاجِبِ بِقَدْرِ الْوُسْعِ هٰذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقِبْلَةِ، وَأَمَّا إِذَا كَانَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنْهَا وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْمَكَانِ عَالِمٍ بِالْقِبْلَةِ فَلَا يَجُوزُ لَهُ التَّحَرِّي؛ لِأَنَّ الِاسْتِخْبَارَ فَوْقَ التَّحَرِّي لِكَوْنِ الْخَبَرِ مُلْزِمًا لَهُ وَلِغَيْرِهِ وَالتَّحَرِّي مُلْزِمٌ لَهُ دُونَ غَيْرِهِ فَلَا يُصَارُ إِلَى الْأَدْنٰى مَعَ إِمْكَانِ الْأَعْلٰى وَلَا يَجُوزُ التَّحَرِّي مَعَ الْمَحَارِيبِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ا ص ۱۰۱، ط: دار الكتاب الإسلامی]

لَوْ قَدَرَ عَلَى تَعَرُّفِ الْقِبْلَةِ بِالسُّؤَالِ مِنْ أَهْلِ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ مِمَّنْ هُوَ عَالِمٌ بِالْقِبْلَةِ فَلَا يَجُوزُ لَهُ التَّحَرِّي لِأَنَّ الِاسْتِخْبَارَ فَوْقَهُ لِكَوْنِ الْخَبَرِ مُلْزِمًا لَهُ وَلِغَيْرِهِ وَالتَّحَرِّي مُلْزِمٌ لَهُ دُونَ غَيْرِهِ فَلَا يُصَارُ إِلَى الْأَدْنٰى مَعَ إِمْكَانِ الْأَعْلٰى.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ا ص ۳۰۲، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ا ص ۹۶، ط: رحمانیہ

ترجمہ: آئندہ (حصہ نماز) میں اس شخص پر اجتہاد کی رو سے عمل کرنا واجب ہے، اس حصہ کو توڑے بغیر جسے اِس نے پہلے ادا کیا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے تحری کر کے نماز شروع کی اور اس کو نماز کے دوران معلوم ہوا کہ میں نے جہتِ قبلہ میں خطا کی ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے۔ اسی طرح یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ نماز میں اس کی رائے کسی دوسری طرف بدل گئی اور کسی دوسری سمتِ قبلہ ہونے پر اس کی رائے جم گئی تو اس شخص کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ نماز میں گھوم جائے اور جو دوسری رائے بنی ہے اس کے مطابق نماز پوری کرے۔ اگر اس نے گھومنے میں عمداً کچھ تاخیر کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس کی وجہ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ سے ذکر کی کہ اس صورت میں آئندہ نماز میں اُس پر اجتہاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، بغیر اس حصہ کو توڑے جس کو اس نے پہلے ادا کیا ہے۔ ❶

---

❶ (مِنْ غَيْرِ نَقْضِ الْمُؤَدَّى قَبْلَهُ) لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ دَلِيلَ الِاجْتِهَادِ بِمَنْزِلَةِ دَلِيلِ النَّسْخِ، وَأَثَرُ النَّسْخِ يَظْهَرُ فِي الْمُسْتَقْبِلِ لَا فِي الْمَاضِي.

[العناية: كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۱ ص ۲۷۳، ط: دار الفكر]

إِذَا صَلَّى بِالتَّحَرِّي إِلَى الْجِهَاتِ الْأَرْبَعِ بِأَنْ صَلَّى رَكْعَةً إِلَى جِهَةٍ ثُمَّ تَحَوَّلَ رَأْيُهُ إِلَى جِهَةٍ أُخْرَى فَصَلَّى رَكْعَةً إِلَيْهَا هَكَذَا جَازَ، لِأَنَّ هُنَاكَ لَمْ يُوجَدْ الِانْحِرَافُ عَنْ الْقِبْلَةِ بِيَقِينٍ، لِأَنَّ الْجِهَةَ الَّتِي تَحَرَّى إِلَيْهَا مَا صَارَتْ قِبْلَةً لَهُ بِيَقِينٍ بَلْ بِطَرِيقِ الِاجْتِهَادِ، فَحِينَ تَحَوَّلَ رَأْيُهُ إِلَى جِهَةٍ أُخْرَى صَارَتْ قِبْلَتُهُ هَذِهِ الْجِهَةَ فِي الْمُسْتَقْبِلِ، وَلَمْ يَبْطُلْ مَا أَدَّى بِالِاجْتِهَادِ الْأَوَّلِ، لِأَنَّ مَا أَمْضَى بِالِاجْتِهَادِ لَا يُنْقَضُ بِاجْتِهَادٍ مِثْلِهِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، شرائط أركان الصلاة، ج ۱ ص ۱۲۱، ط: دار الكتب العلمية]

باب صفة الصلاة

(٦٢) إِنَّهُ قَدْ يُطْلَقُ اِسْمُ السُّنَّةِ عَلَى مَا ثَبَتَ وُجُوبُهُ بِالسُّنَّةِ. ❶

ترجمہ: کسی چیز کو سنت کا نام دینا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہوا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ کا مقصود اس اصول سے یہ بیان کرنا ہے کہ امام قدوری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ فرائض کے علاوہ سب چیزیں سنت ہیں، حالانکہ اس میں واجبات بھی ہیں، جیسے سورہ فاتحہ کا پڑھنا، فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا اور جو افعال ایک رکعت میں مکرر مشروع ہوئے ہیں ان میں ترتیب کی رعایت رکھنا بھی واجب ہے، تو موصوف اس اصول کے ذریعے بتلاتے ہیں کہ کسی واجب پر سنت کا اطلاق اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ ❷

(٦٣) إِنَّ الْعَطْفَ يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ. ❸

ترجمہ: عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اس اصول کو احناف کے مسلک پر بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے، حضراتِ احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ شرط ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رکن ہے۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے مصنف نے اصول کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ''وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى'' اس میں نماز کا عطف ''وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ'' یعنی تکبیر تحریمہ پر کیا گیا ہے اور اصول ہے کہ عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے، یعنی معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٩٧، ط: رحمانیہ

❷ وَفِي الْغَايَةِ قَالَ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا: إِنَّهَا وَاجِبَةٌ وَفِي الْمُفِيدِ الْجَمَاعَةُ وَاجِبَةٌ وَتَسْمِيَتُهَا سُنَّةٌ لِوُجُوبِهَا بِالسُّنَّةِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ١٣٣، ط: دار الكتاب الإسلامی]

وَإِطْلَاقُ اسْمِ السُّنَّةِ عَلَى الْوَاجِبِ جَائِزٌ لِأَنَّ السُّنَّةَ عِبَارَةٌ عَنِ الطَّرِيقَةِ الْمَرْضِيَةِ أَوِ السِّيرَةِ الْحَسَنَةِ، وَكُلُّ وَاجِبٍ هَذَا صِفَتُهُ.

[رد المحتار: كتاب الصلاة، باب العيدين، ج ٢ ص ١٧٨، ط: دار الفكر]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٩٨، ط: رحمانیہ

تغایر ضروری ہے، پس اگر تکبیر تحریمہ کو رکن مانا جائے تو کل کا عطف جزء پر لازم آئے گا اور چونکہ کل اس جزء کو بھی شامل ہے اس لئے عطف الشیٔ علی نفسہ لازم آئے گا اور یہ درست نہیں، اس لئے ہم نے کہا کہ تکبیر تحریمہ رکن نہیں بلکہ شرط ہے اور شرط الشیٔ شیٔ سے خارج ہوتی ہے اس لئے تکبیر تحریمہ اور نماز کے درمیان تغایر ہوگا اور عطف درست ہوگا، پس ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط ہے نہ کہ رکن۔ ❶

(٦۴) إِنَّ النَّفْيَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْإِثْبَاتِ. ❷

ترجمہ: نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تکبیر کہنے سے پہلے ہاتھوں کو اٹھانا چاہئے، پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جائے پھر تکبیر کہی جائے، اس لئے کہ نمازی کے فعل میں نفی اور اس کے قول میں اثبات کے معنی ہیں، اس طور پر کہ جب یہ شخص ہاتھ اٹھاتا ہے تو غیر اللہ سے کبریائی کی نفی کرتا ہے، اور جب "اللہ اکبر" کہتا ہے تو اللہ تعالی کے لئے کبریائی ثابت کرتا ہے اور اصول ہے کہ نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے، جیسے کلمہ شہادت میں نفی مقدم ہے، اس وجہ سے افضل یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں پھر تکبیر کہی جائے۔ ❸

---

❶ إِنَّ الْعَطْفَ يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ الْمَعْطُوفِ وَالْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ، وَلَوْ كَانَتْ التَّحْرِيمَةُ رُكْنًا لَا يَتَحَقَّقُ الْمُغَايَرَةُ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، شرائط أركان الصلاة، ج ١ ص ١١۴، ط: دار الكتب العلمية]

(وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى) عَطَفَ الصَّلَاةَ عَلَى الذِّكْرِ، وَلَوْ كَانَ رُكْنًا لَمَا جَازَ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ يَلْزَمُ عَطْفُ الْكُلِّ عَلَى الْجُزْءِ، وَفِيهِ عَطْفُ الشَّيْءِ عَلَى نَفْسِهِ لِاشْتِمَالِ الْكُلِّ عَلَى جُزْئِهِ (وَلِهَذَا) أَيْ وَلِأَنَّهُ لَيْسَ بِرُكْنٍ (وَلَا تَتَكَرَّرُ كَتَكَرُّرِ الْأَرْكَانِ) فِي كُلِّ صَلَاةٍ كَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٢٨٠، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٩٨، ط: رحمانيه

❸ لِأَنَّ الرَّفْعَ بِمَنْزِلَةِ النَّفْيِ كَأَنَّهُ نَبَذَ مَا سِوَى اللَّهِ تَعَالَى وَرَاءَ ظَهْرِهِ فَالْيَدُ الْيُمْنَى كَالْآخِرَةِ وَالْيُسْرَى كَالدُّنْيَا، وَلِأَنَّ فِي الرَّفْعِ نَفْيَ الْكِبْرِيَاءِ عَنْ غَيْرِ اللَّهِ، وَقَوْلُهُ اللَّهُ أَكْبَرُ بِمَنْزِلَةِ إِثْبَاتِ =

(٢٥) إِنَّ رَفْعَ الْيَدِ لِإِعْلَامِ الْأَصَمِّ. ❶

ترجمہ: ہاتھ اٹھانا بہرے آدمی کو (نماز کی) اطلاع دینے کے لئے ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اس قدر اٹھایا جائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جائیں، اس کو ثابت کرنے کے لئے موصوف نے اصول کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا بہرے شخص کو نماز شروع ہونے کی اطلاع دینے کے لئے ہے، اور یہ اطلاع اسی طریقہ کے ساتھ ہوگی جو ذکر کی جاچکی ہے یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ساتھ، کیونکہ جب امام کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا تو بہرہ آدمی جان لے گا کہ تکبیر کہی گئی ہے، لہذا وہ خود بھی تکبیر کہہ کر نماز شروع کردے گا۔ ❷

(٢٦) إِنَّ التَّكْبِيرَ هُوَ التَّعْظِيمُ لُغَةً. ❸

ترجمہ: تکبیر لغت میں تعظیم کا نام ہے۔

= الْكِبْرِيَاءِ لِلّٰهِ تَعَالَى وَالنَّفْيُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْإِثْبَاتِ كَمَا فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ا ص ٥٠، ط: المطبعة الخيرية]

يقدم رفع اليد على التكبير، لأن الرفع إشارة إلى نفي الكبرياء عن غير الله تعالى، والتكبير إثباتها له، والنفي مقدم على الإثبات

[منحة السلوك في شرح تحفة الملوك: كتاب الصلاة، ص١٢٥، ط: وزارة الأوقاف مصرف]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ا ص ٩٩، ط: رحمانيه

❷ أَنَّ خَلْفَ الْإِمَامِ أَعْمَى وَأَصَمُّ فَأَمَرَ بِالْجَهْرِ بِالتَّكْبِيرِ لِيَسْمَعَ الْأَعْمَى وَبِرَفْعِ الْيَدَيْنِ لِيَرَى الْأَصَمُّ فَيَعْلَمُ دُخُولَهُ فِي الصَّلَاةِ وَهَذَا الْمَقْصُودُ إِنَّمَا يَحْصُلُ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب الصلاة، كيفية الدخول في الصلاة، ج ا ص١٢، ط: دار المعرفة]

وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ إِعْلَامُ الْأَصَمِّ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِالرَّفْعِ فَيَرْفَعُ كَتَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ وَتَكْبِيرَاتِ الْقُنُوتِ بِخِلَافِ تَكْبِيرَتَيِ الرُّكُوعِ، لِأَنَّهُ يُؤْتَى بِهِمَا فِي حَالِ الِانْتِقَالِ فَيَحْصُلُ الْمَقْصُودُ بِالرُّؤْيَةِ، فَلَا حَاجَةَ إِلَى رَفْعِ الْيَدِ لِلْإِعْلَامِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، صلاة العيدين، ج ا ص٢٧٧، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ا ص ٩٩، ط: رحمانيه

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے مسلک کو ثابت کر رہے ہیں کہ طرفین کے نزدیک ہر اس لفظ سے نماز شروع کرنا جائز ہے جو اللہ تعالی کی تعظیم پر دلالت کرے، خواہ ''اللّٰہ أکبر ''ہو یا ''اللّٰہ الکبیر ''یا ''اللّٰہ أجل ''یا ''اللّٰہ أعظم ''یا ''الرحمن أکبر ''وغیرہ میں سے کسی سے شروع کیا جائے سب جائز ہے، یعنی ان تمام الفاظ سے نماز کو شروع کرنا جائز ہے کیونکہ اصول ہے کہ لغت میں تکبیر کے معنی تعظیم کے ہیں، باری تعالی کا قول ہے ''وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ''اس سے تعظیم مراد ہے، اس لئے ہر اس لفظ سے نماز شروع کرنا جائز ہے جو مشعر بالتعظیم ہو، اور تعظیم کے معنی مذکورہ بالا تمام الفاظ سے حاصل ہوتے ہیں، اس لئے ان سے اور ان جیسے دیگر مشعر بالتعظیم کلمات سے نماز شروع کرنا درست ہے۔ (1)

---

(1) (أن التكبير هو التعظيم لغة) أى من حيث اللغة، كما فى قَوْلِه تَعَالَى:(فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ) أى عظمنه (وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ) أى فعظم، فكل لفظ دل على التعظيم وجب أن يجوز الشروع به، ولأن التكبير ما وجب بعينه حتى يقتصر على لغة أكبر، بل الواجب تعظيم الله تعالى بجميع البدن واللسان، فصرفناه إلى جميع الألفاظ الدالة على الثناء والتعظيم لله تعالى، والأصل فى خطاب الشرع أن يكون مفهوما معلوما مقبولا، والبقية على خلاف الأصل على ما عرف فى الأصول، وقال تعالى: (وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى) وذكر اسم أعم من أن يكون باسم الله أو باسم الرحمن، فجاز الرحمن أعظم، كما جاز الله أكبر لأنهما فى كونهما ذكرا سواء ، قال تعالى: (وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا)فأى اسم من أسمائه افتتح الصلاة به جاز.

[البناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج۲ ص۱۷۵، ط: دار الكتب العلمية]

ولا يشترط عند أبى حنيفة رضِى الله عنه تعيين لفظة التكبير حتى لو قال: بدلا منه الله أجل أو أعظم أو الرحمن أكبر أو لا إله إلا الله جاز لأن التكبير هو التعظيم لغة قال الله تعالى: فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ، أى عظمنه وقال: وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، أى فعظم والتعظيم حاصل بقوله الله أعظم ولأن الركن ذكر الله على وجه التعظيم وهو الثابت بالنص قال الله تعالى: وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى، وإذا قال: الله أعظم فقد وجد ما هو الركن وأما لفظ التكبير فثابت فى الخبر فيعمل به حتى يكره غيره لمن يحسنه ولكن الركن ما هو الثابت بالنص ثم من قال: الرحمن أكبر فقد أتى بالتكبير قال الله تعالى: قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَنَ.

[الغرة المنيفة: كتاب الصلاة، ص۳۶، ط: مؤسسة الكتب]

(٦٧) إِنَّ لُغَةَ الْعَرَبِ لَهَا مِنَ الْمَزِيَّةِ مَا لَيْسَ لِغَيْرِهَا. ❶

ترجمہ: عربی زبان کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے جو دوسری زبان کو حاصل نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے حضراتِ صاحبین کے مسلک کو ثابت کر رہے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں نماز میں تکبیر اور قرات ہوسکتی ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فارسی زبان میں نماز شروع کرنا اور نماز کے اندر فارسی میں قرأت کرنا، ذبیحہ پر فارسی زبان میں تسمیہ کہنا جائز ہے، خواہ عربی زبان پر قدرت ہو یا نہ ہو۔

صاحبین کے نزدیک اگر عربی زبان پر قدرت حاصل ہو تو فارسی زبان میں ادا کرنا جائز نہیں ہے، البتہ صرف ذبیحہ پر ہر زبان میں تسمیہ جائز ہے۔ موصوف نے صاحبین کے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اصول کو بطورِ دلیل کے ذکر کیا ہے کہ عربی زبان کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے جو کسی اور زبان کو حاصل نہیں، تو اس لئے عربی پر قادر ہونے کی صورت میں غیر عربی میں تکبیر وقرأت کرنا ناجائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس مسئلہ میں رجوع ثابت ہے، فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔ ❷

(٦٨) إِنَّ فِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ١٠٠، ط: رحمانیہ

❷ وَقَوْلُهُ: (وَيُرْوَى رُجُوعُهُ) رَوَى أَبُو بَكْرٍ الرَّازِيّ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَجَعَ إِلَى قَوْلِهِمَا (وَعَلَيْهِ الِاعْتِمَادُ) لِتَنْزِيلِهِ مَنْزِلَةَ الْإِجْمَاعِ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٢٨٦، ط: دار الفكر

وَلَا تَجُوزُ الْقِرَاءَةُ بِالْفَارِسِيَّةِ إلَّا بِعُذْرٍ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ وَبِهِ يُفْتَى. هَكَذَا فِي شَرْحِ النُّقَايَةِ لِلشَّيْخِ أَبِي الْمَكَارِمِ وَيَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بِالْفَارِسِيَّةِ وَبِأَيِّ لِسَانٍ كَانَ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَيُرْوَى رُجُوعُهُ إلَى قَوْلِهِمَا وَعَلَيْهِ الِاعْتِمَادُ. هَكَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَفِي الْأَسْرَارِ هُوَ اخْتِيَارِي وَفِي التَّحْقِيقِ هُوَ مُخْتَارُ عَامَّةِ الْمُحَقِّقِينَ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى كَذَا فِي شَرْحِ النُّقَايَةِ لِلشَّيْخِ أَبِي الْمَكَارِمِ وَهُوَ الْأَصَحُّ. هَكَذَا فِي مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ.

[الفتاوى الهندية: كتاب الصلاة، الباب الرابع، ج ١ ص ٦٩، ط: دار الفكر]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ١٠٠، ط: رحمانیہ

ترجمہ: اذان میں عرف کا اعتبار ہے۔

تشریح: ماقبل میں تکبیر کا مسئلہ تھا کہ عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہاں اذان کے مسئلہ کا ذکر ہے کہ اذان اگر فارسی زبان میں دی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ موصوف نے اصول ذکر کیا کہ اذان میں تعارف کا اعتبار ہے، مبسوط میں مذکور ہے کہ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اگر فارسی زبان میں اذان دی گئی اور لوگ جانتے ہیں کہ یہ اذان ہے تو جائز ہے، کیونکہ اصول ہے کہ عرف اذان میں معتبر ہے، جب لوگوں کے ہاں یہ متعارف ہے کہ یہ اذان ہے تو یہ کافی ہے، اس لئے فارسی میں اذان جائز ہے، اور اگر لوگ اس کے اذان ہونے سے واقف نہ ہوں تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مقصود اذان سے لوگوں کو خبر دینا ہے اور لوگوں کے نہ جاننے کی صورت میں یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ افضل یہی ہے کہ اذان عربی زبان میں ہو اور انہی کلمات کے ساتھ ہو جو رائج ہیں، لیکن اگر کسی جگہ غیر عربی میں اذان دینے کا رواج ہو اور لوگ غیر عربی میں ادا کئے گئے کلمات سے اذان کو سمجھ لیتے ہوں تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ اذان کا مقصد اعلام اور اطلاع ہے اور عرف کے اعتبار سے ہر جگہ کے اعلان میں فرق ہوتا ہے۔ ❶

(٦٩) إِنَّ كُلَّ قِيَامٍ فِيهِ ذِكْرٌ مَسْنُوْنٌ يُعْتَمَدُ فِيهِ وَمَا لَا فَلَا. ❷

ترجمہ: ہر وہ قیام جس میں کوئی ذکر مسنون ہو تو اس میں ہاتھ باندھے، اور جس قیام میں ذکر مسنون نہ ہو تو اس میں ہاتھ نہ باندھے۔

تشریح: ہر وہ قیام جس میں کوئی ذکر مسنون ہو اور دورانِ قیام کچھ پڑھنا مشروع ہو تو اس

---

❶ (وَفِي الْأَذَانِ يُعْتَبَرُ التَّعَارُفُ) قِيلَ جَوَابٌ عَمَّا يُقَالُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ لِكَوْنِهَا رُكْنًا أَعْظَمُ خَطَرًا مِنَ الْأَذَانِ لِكَوْنِهِ سُنَّةً، وَالْأَذَانُ لَا يَجُوزُ بِغَيْرِ الْعَرَبِيِّ فَكَيْفَ جَازَتْ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ؟ وَوَجْهُهُ أَنَّا لَا نُسَلِّمُ عَدَمَ جَوَازِ الْأَذَانِ مُطْلَقًا بَلْ يُعْتَبَرُ فِيهِ التَّعَارُفُ، فَإِنَّ الْحَسَنَ رَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَوْ أُذِّنَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالنَّاسُ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَذَانٌ جَازَ، وَإِنْ كَانُوا لَا يَعْلَمُونَ لَا يَجُوزُ لِعَدَمِ حُصُولِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الْإِعْلَامُ، كَذَا ذَكَرَهُ فِي الْأَسْرَارِ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٢٨٦، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ١٠١، ط: رحمانيه

میں ہاتھ باندھے جائیں گے۔ اور وہ قیام جس میں کوئی ذکر مسنون نہ ہو اس میں ہاتھ کھلے چھوڑیں گے، لہٰذا اس اصول کے پیشِ نظر وتر میں دعائے قنوت کے وقت اور نماز جنازہ کی حالت میں ہاتھ باندھے جائیں گے، کیونکہ ان میں ذکر مسنون ومشروع ہے، وتر میں دعائے قنوت پڑھا جاتا ہے اور نمازِ جنازہ میں ثناء، درود اور دعا پڑھی جاتی ہے۔ قومہ اور تکبیراتِ عیدین میں چونکہ کوئی خاص ذکر مسنون نہیں ہے اس لئے ان حالتوں میں ارسال مسنون ہوگا۔ ❶

(۷۰) إِنَّ التَّعَوُّذَ تَبَعٌ لِلْقِرَاءَةِ دُوْنَ الثَّنَاءِ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. ❷

ترجمہ: حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک تعوذ قرات کے تابع ہے نہ کہ ثناء کے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضراتِ طرفین کے نزدیک جس شخص پر قرات واجب ہوگی اس کے لئے تعوذ پڑھنا بھی مسنون ہوگا، مثلاً مسبوق پر قرأت واجب ہے تو اس کے لئے قرأت سے پہلے تعوذ پڑھنا مسنون ہوگا۔ مدرک پر قرأت واجب نہیں ہے اس لئے تعوذ پڑھنا بھی مسنون نہیں ہے۔ ❸

---

❶ أَنَّ كُلَّ قِيَامٍ فِيهِ ذِكْرٌ مَسْنُونٌ فَالسُّنَّةُ فِيهِ الِاعْتِمَادُ كَمَا فِي حَالَةِ الثَّنَاءِ وَالْقُنُوتِ وَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ، وَكُلُّ قِيَامٍ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرٌ مَسْنُونٌ فَالسُّنَّةُ فِيهِ الْإِرْسَالُ فَيُرْسِلُ فِي الْقَوْمَةِ عَنْ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ تَكْبِيرَاتِ الْأَعْيَادِ، وَبِهِ كَانَ يُفْتِي شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرْخَسِيُّ وَبُرْهَانُ الْأَئِمَّةِ وَالصَّدْرُ الشَّهِيدُ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۲۸۸، ط: دار الفكر]

والأصل أن كل قيام فيه ذكر مسنون يعتمد فيه، وما لا فلا، هو الصحيح؛ فيعتمد في حالة القنوت وصلاة الجنازة ويرسل في القومة وبين تكبيران الأعياد.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص ۶۷، ط: المكتبة العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۱۰۲، ط: رحمانیہ

❸ (فَيَأْتِي بِهِ الْمَسْبُوقُ عِنْدَ قَضَاءِ مَا سَبَقَ) لِأَنَّهُ يَقْرَأُ فَيَتَعَوَّذُ (لَا الْمُقْتَدِي) أَيْ لَا يَأْتِي بِهِ الْمُقْتَدِي لِأَنَّهُ يُثْنِي، وَلَا يَقْرَأُ فَلَا يَتَعَوَّذُ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۹۵، ط: دار إحياء التراث]

ثُمَّ التَّعَوُّذُ تَبَعٌ لِلْقِرَاءَةِ دُونَ الثَّنَاءِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى حَتَّى يَأْتِيَ بِهِ الْمَسْبُوقُ إذَا قَامَ إلَى الْقَضَاءِ دُونَ الْمُقْتَدِي.

[الفتاوى الهندية: كتاب الصلاة، الباب الرابع، ج ۱ ص ۷۴، ط: دار الفكر]

(۱۷) إِنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى الْكِتَابِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ لَا يَجُوزُ لَكِنَّهُ يُوجِبُ الْعَمَلَ. ❶

ترجمہ: قرآن کریم پر خبر واحد کے ساتھ زیادتی کرنا جائز نہیں ہے لیکن خبر واحد عمل کو واجب کرتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے اس مسئلہ کی وضاحت کر رہے ہیں کہ نماز میں قراتِ قرآن کی کتنی مقدار فرض اور رکن ہے، احناف کے نزدیک مطلقاً قراتِ قرآن فرض ہے، لہذا کسی ایک آیت کو پڑھنے سے بھی رکن ادا ہو جائے گا، سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورت کا ملانا یہ دونوں احناف کے نزدیک واجبات میں سے ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سورہ فاتحہ کا پڑھنا رکن ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں فاتحہ اور سورت ملانا دونوں رکن ہیں۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے مسئلہ مذکورہ پر دلیل کے طور پر جو روایات پیش کی ہے (جو کتاب میں موجود ہیں) موصوف اس اصول سے ان دونوں حضرات کی پیش کردہ روایات کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ روایات اخبارِ آحاد ہیں اور اخبارِ آحاد ظنی ہوتی ہیں اور اصولِ فقہ میں یہ بات مذکور ہے کہ رکن دلیلِ قطعی سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ دلیلِ ظنی سے، البتہ دلیلِ ظنی عمل کو واجب کرتی ہے اس لئے احناف کے ہاں یہ دونوں واجب ہیں۔ اگر کوئی عمداً چھوڑے گا تو گناہ گار ہوگا اور سہواً چھوٹ جائیں تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔ چونکہ اصول ہے کہ خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے اس لئے ان حضرات کی پیش کردہ روایات اور احادیث سے کتاب اللہ ''فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ'' پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۱۰۴، ط: رحمانیہ

❷ (لكنه يوجب العمل) أي لكن الحديث المذكور يوجب العمل به وبين ذلك بقوله: (فقلنا بوجوبهما) أي قلنا بوجوب قراءة الفاتحة وضم السورة حتى يأثم تاركهما إذا عمد ويلزمه سجود السهو إذا سها، والحاصل أنما نحن عملنا بالعدل باستعمالنا بالقرآن والحديث، وأثبتنا فريضة مطلق القواءة بالنص ووجوبية قراءة الفاتحة وضم السورة بالحديث، وهذا هو العدل في باب إعمال الأخبار، وليس من العدل أن يعمل بأحدهما ويهمل الآخر.

[البناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۲ ص ۲۱۳، ط: دار الكتب العلمية] =

(۷۲) إِنَّ مَبْنَى الدُّعَاءِ عَلَى الْإِخْفَاءِ. ❶

ترجمہ: دُعا میں اصل اخفاء ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے احناف کے مسلک کو ثابت کررہے ہیں کہ احناف کے نزدیک امام، مقتدی اور مسبوق سب کے لئے آہستہ آمین کہنا مسنون ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک آمین بالجہر مسنون ہے۔ آمین ''اِسْتَجِبْ'' کے معنی میں دعا ہے، اور ضابطہ ہے کہ دعا میں اصل اخفاء ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً'' لہٰذا آمین میں اخفاء مسنون ہوگا۔ ❷

(۷۳) إِنَّ الصَّلَاةَ مَا وُضِعَتْ لِلِاسْتِرَاحَةِ. ❸

ترجمہ: نماز استراحت کے لئے وضع نہیں کی گئی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب نماز پڑھنے والا اطمینان سے سجدہ کرلے تو کھڑا ہونے کے لئے تکبیر کہے، اور سجدہ ثانیہ سے فراغت کے بعد اپنے پنجوں کے

= وَمِثْلُ هَذِهِ الزِّيَادَةِ لَا تَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَلَا بِالْقِيَاسِ، لِأَنَّ الرُّكْنِيَّةَ لَا تَثْبُتُ إِلَّا بِالنَّصِّ فَأَمَّا الْوُجُوبُ فَيَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ؛ لِأَنَّهُ يُوجِبُ الْعَمَلَ وَلَا يُوجِبُ عِلْمَ الْيَقِينِ، وَالرُّكْنِيَّةُ إِنَّمَا تَثْبُتُ بِمَا يُوجِبُ عِلْمَ الْيَقِينِ فَأَصْلُ الطَّوَافِ رُكْنٌ ثَابِتٌ بِالنَّصِّ، وَالطَّهَارَةُ فِيهِ تَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَيَكُونُ مُوجِبُ الْعَمَلِ دُونَ الْعِلْمِ فَلَمْ تَصِرِ الطَّهَارَةُ رُكْنًا، وَلَكِنَّهَا وَاجِبَةٌ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب المناسك، باب الطواف، ج۴ ص۳۸، ط: دار المعرفة]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج۱ ص۱۰۵، ط: رحمانيه

❷ وَلِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الدُّعَاءِ لِأَنَّ مَعْنَاهُ اللَّهُمَّ أَجِبْ أَوْ لِيَكُنْ كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا) وَمُوسَى كَانَ يَدْعُو وَهَارُونُ كَانَ يُؤَمِّنُ، وَالسُّنَّةُ فِي الدُّعَاءِ الْإِخْفَاءُ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، فصل بيان حكم التكبير أيام التشريق، ج۱ ص۲۰۷، ط: دار الكتب العلمية]

لأن الأصل فى الأذكار والدعاء هو الإخفاء.

[فتاوى قاضى خان: كتاب الصوم، فصل فى الوتر، ج۱ ص۱۲۰، ط: رحمانيه]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج۱ ص۱۱۰

بل سیدھا کھڑا ہو جائے، نہ بیٹھے اور نہ اپنے ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائے، کیونکہ یہ بیٹھنا استراحت کے لئے ہوتا ہے اور نماز استراحت اور آرام کے لئے وضع نہیں کی گئی جیسا کہ اصول میں مذکور ہے۔ البتہ عذر کی حالت اور معذور کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ ❶

(۴۷) إِنَّ مَا كَانَ عَلَى الْبَدَنِ أَشَقُّ أَوْلَى. ❷

ترجمہ: جو بدن پر زیادہ شاق ہو وہ افضل ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مصلی قعدہ اخیرہ میں کس ہیئت پر بیٹھے؟ تو فرمایا کہ مصلی جس ہیئت پر قعدہ اولی میں بیٹھا تھا اُسی ہیئت پر قعدہ ثانیہ میں بیٹھے یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے، اس ہیئت کے ساتھ بیٹھنا بدن پر زیادہ شاق ہے اور عبادت میں نفس پر جو زیادہ شاق ہو وہ افضل ہے، اس لئے اس ہیئت کے ساتھ بیٹھنا افضل ہے۔ ❸

---

❶وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجْلِسُ بَعْدَهَا جِلْسَةً خَفِيفَةً وَتُسَمَّى جِلْسَةَ الِاسْتِرَاحَةِ، وَيَقُومُ مُعْتَمِدًا، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَ كَذَا، وَلَنَا أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صَدْرِ قَدَمَيْهِ وَلِأَنَّ الصَّلَاةَ مَا وُضِعَتْ لِلِاسْتِرَاحَةِ، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى حَالَةِ الضَّعْفِ وَالْكِبَرِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٩٩، ط: دار إحياء التراث]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ١١٤، ط: رحمانیہ

❸وَلَنَا حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا وَصَفَتْ قُعُودَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَذَكَرَتْ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَعَدَ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَنْصِبُ الْيُمْنَى نَصْبًا وَمَا رُوِيَ بِخِلَافِهِ فَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَى حَالَةِ الْعُذْرِ لِلْكِبَرِ وَلِأَنَّ الْقُعُودَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي بَيَّنَّا أَشَقُّ عَلَى الْبَدَنِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٢٥، ط: دار المعرفة]

وَإِنْ شَاءَ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ قَبْلَ يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَمَا قُدِّمَ إِحْرَامُهُ بِالْحَجِّ فَهُوَ أَفْضَلُ لِأَنَّ فِيهِ إِظْهَارَ الْمُسَارَعَةِ وَالرَّغْبَةِ فِي الْعِبَادَةِ، وَلِأَنَّهُ أَشَقُّ عَلَى الْبَدَنِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب المناسك، ج ٤ ص ٣٢، ط: دار المعرفة]

وَأَمَّا صَوْمُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ فَهُوَ مُسْتَحَبٌّ، وَهُوَ صَوْمُ سَيِّدِنَا دَاوُد عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلِأَنَّهُ أَشَقُّ عَلَى الْبَدَنِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصوم، فصل أنواع الصيام، ج ٢ ص ٧٩، ط: دار الكتب العلمية]

(۷۵) إِنَّ مَا لَا يَسْتَحِيلُ سُؤَالُهُ مِنَ الْعِبَادِ يَشْبَهُ كَلَامَ النَّاسِ وَيَسْتَحِيلُ لَيْسَ مِنْ كَلَامِهِمْ. ❶

ترجمہ: جس چیز کا مانگنا بندوں سے محال نہ ہوتو یہ کلام الناس کے مشابہ ہے، اور جس چیز کا مانگنا بندوں سے محال ہوتو یہ کلام الناس کے مشابہ نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس بات کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ کن الفاظ میں دعا کرنی چاہئے اور کن میں نہیں؟ تو فرمایا کہ درود کے بعد ایسے الفاظ کے ساتھ دعا نہ کی جائے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو، پھر کون سی دعا کلام الناس سے مشابہت رکھتی ہے اور کون سی نہیں، تو اس کے بارے میں فرمایا کہ جن چیزوں کا بندوں سے مانگنا محال نہ ہو جیسے ''اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِیْ فُلَانَةً'' (اے اللہ! فلاں عورت سے میری شادی کرادیجئے) مجھے نوکری دلا دیجئے وغیرہ، اور اس طرح کے سوالات چونکہ بندوں سے کئے جاسکتے ہیں اس لئے یہ کلام الناس کے مشابہ ہوں گے اور ان کلمات کے ذریعے دعا مانگنا مناسب نہیں ہے، البتہ وہ سوالات جن کا تعلق صرف اللہ کی ذات سے ہے، جیسے اے اللہ! میری مغفرت فرمادیجئے، میرے گناہوں کو معاف فرمادیجئے، یہ اور اس طرح کی دعاؤں کا قبول کرنا چونکہ بندوں کی طرف سے محال ہے، اس لئے یہ کلامِ خداوندی کے مشابہ ہوں گے اور ان کے ذریعے دعا کرنا بھی صحیح ہوگا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۱۱۵، ط: رحمانیہ

❷ مَا يُشْبِهُ كَلَامَ النَّاسِ هُوَ مَا لَا يَسْتَحِيلُ سُؤَالُهُ مِنْ غَيْرِهِ تَعَالَى كَقَوْلِهِ أَعْطِنِي كَذَا أَوْ زَوِّجْنِي امْرَأَةً، وَمَا لَا يُشْبِهُ كَلَامَ النَّاسِ هُوَ مَا يَسْتَحِيلُ سُؤَالُهُ مِنْ غَيْرِهِ كَقَوْلِهِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَنَحْوِ ذَلِكَ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، فصل بيان من يجب عليه تكبير التشريق، ج ۱ ص ۲۱۳، ط: دار الكتب العلمية]

وَفَسَّرُوهُ بِمَا لَا يَسْتَحِيلُ سُؤَالُهُ مِنَ الْعِبَادِ نَحْوَ أَعْطِنِي كَذَا وَزَوِّجْنِي امْرَأَةً وَمَا لَا يُشْبِهُ كَلَامَهُمْ مَا يَسْتَحِيلُ سُؤَالُهُ مِنْهُمْ نَحْوَ اغْفِرْ لِي، لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ).

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۳۵۰، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(۷۶) إِنَّ الْخِطَابَ حَظُّ الْحَاضِرِيْنَ. ❶

ترجمہ: خطاب حاضرین کا حصہ ہے۔

تشریح: اس اصول سے صاحبِ ہدایہ اس بات کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ مصلی تشہد، درود اور دعا کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے، پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب، اور پہلا سلام پھیرتے ہوئے ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کے دائیں جانب ہیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، اور ملائکہ حفظہ کی نیت کرے، اور اسی طرح بائیں جانب سلام پھیرتے وقت ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کی بائیں طرف ہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں عورتوں کی نیت نہ کرے کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا باجماعِ متاخرین متروک ہے، اور جو مسلمان نماز میں شریک نہیں ان کی بھی نیت نہ کرے، اس لئے کہ ''السلام علیکم'' میں جو خطاب ہے وہ حاضرین کے لئے ہے، اور اصول ہے کہ خطاب حاضرین کا حصہ ہے، اس لئے جو لوگ نماز میں شریک ہیں ان کو سلام شامل ہوگا اور جو لوگ شریک نہیں ان کو یہ شامل نہیں ہوگا۔ ❷

(۷۷) إِنَّ التَّخْيِيْرَ يُنَافِي الْفَرْضِيَّةَ وَالْوُجُوْبَ. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۱۱۶، ط: رحمانيه

❷ (لأن الخطاب حظ الحاضرين) هـذا التعليل يتأتى في النساء لأنهن منعن عن الحضور في هذا الزمان، ولا يتأتى فيمن لا شركة له في الصلاة، لأن عدم الشركة في الصلاة لا يستلزم الغيبة.
[البناية: كتاب الصلاة، صفة الصلاة، ج ۲ ص ۲۸۶، ط: دار الكتب العلمية]

وَأَمَّا النِّيَّةُ فَيَنْوِي بِكُلِّ تَسْلِيمَةٍ مَنْ فِي تِلْكَ الْجِهَةِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْحَفَظَةِ الْحَاضِرِينَ الَّذِينَ لَهُمْ شَرِكَةٌ فِي صَلَاتِهِ، لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ وَهُوَ لَمَّا اشْتَغَلَ بِمُنَاجَاةِ رَبِّهِ صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْغَائِبِ عَنْهُمْ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ عِنْدَ التَّحَلُّلِ، لِأَنَّهُ صَارَ حَاضِرًا وَقَالُوا لَا يَنْوِي النِّسَاءَ فِي زَمَانِنَا لِعَدَمِ حُضُورِهِنَّ الْجَمَاعَةَ وَلِكَرَاهِيَتِهِ وَإِنَّمَا خُصَّ الْحَاضِرُونَ لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ خِطَابًا لِلْغَائِبِيْنَ.
[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، صفة الصلاة، ج ۱ ص ۱۲۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۱۱۷، ط: رحمانيه

ترجمہ: کسی چیز کا اختیار دینا یہ فرضیت اور وجوب کے منافی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے حضراتِ احناف کے مسلک کو ثابت کر رہے ہیں کہ احناف کے نزدیک مصلی جب سلام پھیرتا ہے تو اُسے لفظ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' ادا کرنا واجب ہے فرض نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لفظِ سلام کہنا رکن اور فرض ہے نہ کہ واجب، وجوب کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد کی تعلیم دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُکَ فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ'' اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے نماز پوری ہونے کا حکم لگایا ہے اور اس کو بیٹھنے اور کھڑے ہونے کے درمیان اختیار دیا ہے اور اصول ہے کہ اختیار دینا کسی چیز کے فرض اور واجب ہونے کے منافی ہے، لہٰذا مقدارِ تشہد کے بعد سلام وغیرہ کوئی چیز فرض نہیں ہے۔ ہم نے وجوب کو احتیاطاً اس حدیث کی وجہ سے ثابت کیا ہے جس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے بطورِ دلیل ذکر کیا ہے، یعنی ''تَحْرِیْمُهَا التَّکْبِیْرُ'' تو یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے وجوب تو ثابت ہو جاتا ہے مگر فرضیت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کہ ثبوتِ فرضیت کے لئے قطعی الدلالت نص کی ضرورت ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] وَلَنَا مَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا عَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ قَالَ لَهُ: إِذَا قُلْت هَذَا أَوْ فَعَلْت هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُکَ، فَإِنْ شِئْت أَنْ تَقُومَ فَقُمْ وَإِنْ شِئْت أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ. وَجْهُ التَّمَسُّكِ بِهِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَكَمَ بِتَمَامِ الصَّلَاةِ قَبْلَ السَّلَامِ وَخَيَّرَهُ بَيْنَ الْقُعُودِ وَالْقِيَامِ، وَهَذَا يُنَافِي فَرْضِيَّةَ أَمْرٍ آخَرَ وَوُجُوبَهُ، إلَّا أَنَّا أَثْبَتْنَا الْوُجُوبَ بِمَا رَوَاهُ احْتِيَاطًا دُونَ الْفَرْضِيَّةِ؛ لِأَنَّهُ خَبَرُ وَاحِدٍ، وَبِمِثْلِهِ لَا تَثْبُتُ الْفَرْضِيَّةُ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۳۲۲، ط: دار الفكر]

فصل فی القراء ة

(۷۸) إِنَّ مَا كَانَ مُكَمِّلًا لِشَيْءٍ فَهُوَ تَابِعٌ لَهُ. ❶

ترجمہ: جو چیز کسی دوسری چیز کو مکمل کرنے والی ہو وہ اس کے تابع ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ دن کے نفل میں اخفاء واجب ہے اور رات کے نفل میں اختیار ہے جہر کرے یا اخفاء کرے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کو قیاس کیا گیا ہے تنہا فرض ادا کرنے والے پر، یعنی جیسے فرض میں منفرد شخص کو حکم ہے کہ دن کے فرائض میں وجوباً اخفاء کرے گا اور رات کی نمازوں میں اس کو اختیار ہے چاہے جہر کرے یا اخفاء کرے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نفل فرض کی تکمیل کرنے والا ہوتا ہے، اور اصول ہے کہ جو چیز کسی چیز کو مکمل کرنے والی ہو وہ اس کے تابع ہوتی ہے، لہذا نفل بھی فرض کے تابع ہوگا، اور رات کے فرضوں میں منفرد کو اختیار ہے کہ جہر کرے یا اخفاء، اسی طرح رات کی نفلوں میں بھی اختیار ہے، چونکہ دن کے فرضوں میں اخفاء متعین ہے لہذا دن کی نفلوں میں بھی اخفاء متعین ہوگا۔ ❷

(۷۹) إِنَّ الْجَهْرَ يَخْتَصُّ إِمَّا بِالْجَمَاعَةِ حَتْمًا أَوْ بِالْوَقْتِ فِيْ حَقِّ الْمُنْفَرِدِ عَلَى وَجْهِ التَّخْيِيْرِ. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، فصل في القراء ة، ج ا ص ۱۱۸، ط: رحمانيہ

❷ (فيكون تبعا له) أي إذا كان التطوع مكملا للفرض، فيكون التطوع تبعا للفرض، والتبعية تستدعي أن يكون الحكم في النابع كالحكم في المتبوع فيما يصلح تبعا له، كالجندي يصير مقيما في المفازة لإقامة إمامه في المصر، وإنما قيدنا بقولنا فيما يصلح تبعا له احترازا عن حكم الجواز والفساد، فإنه إذا صلى الأربع قبل الظهر ثم شرع في الظهر وأفسدها لا يرى ذلك إلى فساد السنة قبلها، وإن كانت شرعيتها لتكميل القرض أيضا لما كان لكل واحدة منهما تحريمة مبتدأة غير مبنية أحدهما على الأخرى. وقولنا غير مبنية احترازا عن صلاة المقتدي حيث تفسد بفساد صلاة الإمام وإن كانت لصلاة كل واحد منهما تحريمة مبتدأة.

[البناية: كتاب الصلاة، فصل في القراء ة، ج۲ ص ۲۹۶، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، فصل في القراء ة، ج ا ص ۱۱۸، ط: رحمانيہ

ترجمہ: جہر یا تو جماعت کے ساتھ واجب ہے، یا منفرد کے حق میں بطورِ تخییر واجب ہے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی عشاء کی نماز فوت ہوگئی، تو اس نے اس نماز کو آفتاب طلوع ہونے کے بعد قضا کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو با جماعت قضا کرے گا یا تنہا، اگر جماعت کے ساتھ قضا کی ہے تو جہر کرے، لیکن اگر مذکورہ قضا نماز تنہا پڑھے تو اخفاء واجب ہے اور اس کو جہر اور اخفا کے درمیان اختیار نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جہر کرنا دو صورتوں میں مختص ہے، ایک یہ کہ نماز با جماعت ہو، دوم یہ کہ نماز وقت کے اندر ہو، پہلی صورت میں جہر واجب ہے، اور دوسری صورت میں منفرد کے حق میں بطور اختیار کے ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جہر اور اخفا شرعی توقیف پر موقوف ہے، اور شریعت میں جہر دو طریقوں سے پایا جاتا ہے، ایک تو جہر واجب ہے، یہ اس وقت ہے کہ جماعت سے جہری نماز پڑھی جائے خواہ ادا ہو یا قضا ہو، اور دوم جہر مخیّر، یہ اس وقت ہے جب کہ منفرد وقت کے اندر جہری نماز پڑھے، اور چونکہ یہاں جب کہ منفرد طلوعِ آفتاب کے بعد جہری نماز ی پڑھتا ہے تو دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی گئی، یعنی نہ جماعت ہے اور نہ وقت، اس لئے اس صورت میں نہ جہر واجب ہوگا اور نہ جہر مخیّر، بلکہ اخفا واجب ہوگا۔ ❶

---

❶وَمَنْ فَاتَتْهُ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ إنْ أَمَّ فِيهَا جَهَرَ وَإِنْ صَلَّى وَحْدَهُ خَافَتَ حَتْمًا وَلَا يَتَخَيَّرُ وَهُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ الْجَهْرَ يَخْتَصُّ إمَّا بِالْجَمَاعَةِ حَتْمًا أَوْ بِالْوَقْتِ فِي حَقِّ الْمُنْفَرِدِ عَلَى وَجْهِ التَّخْيِيرِ وَلَمْ يُوجَدْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ا ص۵۷، ط: المطبعة الخيرية]

(لأن الجهر يختص إما بالجماعة حتما) أى لأن الجهر بالقراءة مخصوص أما فى الصلاة بالجماعة على سبيل الحتم أى الوجوب (أو بالوقت)أى وإما أن يختص بوقت الصلاة (فى حق المنفرد وعلى وجه التخيير)بين الجهر والإخفاء (ولم يوجد أحدهما) أى أحد المذكورين وهما أى الجماعة والوقت فى حق المنفرد وحاصله أن سبب الجهر إما الجماعة وذلك حتم، وإما الوقت وذلك فيه خيار للمنفرد بين الأمرين الجهر والمخافتة، والمنفرد القاضى لا يوجد فى حقه لا الجماعة ولا الوقت فلا يجهر.

[البناية: كتاب الصلاة، فصل فى القراءة، ج۲ ص۲۹۷، ط: دار الكتب العلمية]

(۸۰) إِنَّ الْوَاجِبَ إِذَا فَاتَ عَنْ وَقْتِهِ لَا يُقْضَى إِلَّا بِدَلِيلٍ. ❶

ترجمہ: واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو جائے تو بغیر دلیل کے اس کی قضا نہیں کی جاتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا سمجھنا موقوف ہے ایک مسئلہ پر، مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے عشاء کی پہلی دو رکعت میں سورت پڑھی مگر سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، تو یہ شخص آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کی قضا نہیں کرے گا۔ اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کچھ اور نہیں پڑھا تو آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا، اور دونوں کے ساتھ جہر کرے، یہ حضراتِ طرفین کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورت دونوں میں سے کسی کی قضاء نہ کرے، بلکہ علی حالہ نماز پڑھے گا اور اخیر میں سجدہ سہو کرے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ سورہ فاتحہ اور سورت ان دونوں میں سے ہر ایک واجب ہے، اور اصول ہے کہ واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں کی جاتی الّا یہ کہ کوئی دلیلِ قضاء پائی جائے، اور یہاں پر دلیلِ قضاء موجود نہیں، اس لئے ان دونوں کی قضاء بھی نہیں ہوگی۔ صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مسلک کو ثابت کیا ہے۔ ❷

(۸۱) إِنَّ الْـمُخَافَتَةَ أَن يُّسْمِعَ نَفْسَهُ وَالْجَهْرَ أَن يُسْمِعَ غَيْرَهُ عِنْدَ الْفَقِيهِ أَبِي

❶ الهداية: كتاب الصلاة، فصل في القراءة، ج ١ ص ١١٨، ط: رحمانیہ

❷ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يَقْضِي وَاحِدَةً مِنْهُمَا) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاجِبٌ، وَلِهَذَا لَوْ تَرَكَ إِحْدَاهُمَا سَاهِيًا وَجَبَ عَلَيْهِ سَجْدَةُ السَّهْوِ وَقَضَاهَا فِي الشَّفْعِ الثَّانِي أَوْ لَمْ يَقْضِ، وَالْوَاجِبُ إِذَا فَاتَ عَنْ وَقْتِهِ لَا يُقْضَى إِلَّا بِدَلِيلٍ، وَهُوَ لَيْسَ بِمَوْجُودٍ لِأَنَّ الدَّلِيلَ هُوَ أَنْ يَكُونَ مَا لَهُ مَشْرُوعًا لِيُصْرَفَ إِلَى مَا عَلَيْهِ، وَالسُّورَةُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ غَيْرُ مَشْرُوعَةٍ.

[العناية: كتاب الصلاة، فصل في القراءة، ج ١ ص ٣٢٩، ط: دار الفكر]

وقال أبو يوسف لا تقضي السورة أصلا لأن الواجب إذا فات عن محله لا يقضى إلا بدليل وهو مفقود هنا قوله: وهو الأشبه، لأن السورة شرعت مرتبة على الفاتحة دون العكس.

[حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص ٢٥٥، ط: دار الكتب العلمية]

جَعْفَرَ الْهِنْدُوَانِيّ وَعِنْدَ الْكَرْخِيِّ أَدْنَى الْجَهْرِ أَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ وَأَدْنَى الْمُخَافَتَةِ تَصْحِيْحُ الْحُرُوْفِ. ❶

ترجمہ: اخفاء یہ ہے کہ مصلّی اپنے آپ کو سنائے اور جہر یہ ہے کہ دوسرے کو سنائے، یہ تعریف فقیہ ابوجعفر الہندوانی کے نزدیک ہے، اور امام کرخی کے نزدیک جہر کی ادنی مقدار یہ ہے کہ قاری اپنے آپ کو سنائے، اور مخافت کی ادنی مقدار حروف کی تصحیح ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ پر فقہی مسئلہ کی تفریع کی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے "أَنْتِ طَالِقٌ" یا غلام سے "أَنْتَ حُرٌّ" کہا اور کہنے والے نے بذاتِ خود نہیں سنا، تو امام کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک طلاق اور عتاق واقع ہو جائیں گے، اور امام ابوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ کے نزدیک واقع نہیں ہوں گے۔ اور اسی طرح اگر ان دونوں کے ساتھ جہر کیا اور استثناء کا ایسے طور پر اخفاء کیا کہ خود بھی نہیں سن سکا تو امام کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوں گے اور استثناء معتبر ہوگا، اور امام ابوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں فی الحال واقع ہو جائیں گے اور استثناء معتبر نہیں ہوگا، اور اسی اختلاف پر ذبیحہ پر تسمیہ پڑھنا اور وجوبِ سجدہ تلاوت ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، فصل في القراءة، ج ا ص ۱۱۹، ط: رحمانیہ

❷ وَلَمْ يُبَيِّنْ الْمُصَنِّفُ حَدَّ الْجَهْرِ وَالْإِخْفَاءِ لِلِاخْتِلَافِ مَعَ اخْتِلَافِ التَّصْحِيحِ فَذَهَبَ الْكَرْخِيُّ إلَى أَنَّ أَدْنَى الْجَهْرِ أَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ وَأَدْنَى الْمُخَافَتَةِ تَصْحِيحُ الْحُرُوفِ، وَفِي الْبَدَائِعِ: مَا قَالَهُ الْكَرْخِيُّ أَقْيَسُ وَأَصَحُّ، وَفِي كِتَابِ الصَّلَاةِ لِمُحَمَّدٍ إشَارَةٌ إلَيْهِ فَإِنَّهُ قَالَ: إنْ شَاءَ قَرَأَ فِي نَفْسِهِ، وَإِنْ شَاءَ جَهَرَ وَأَسْمَعَ نَفْسَهُ. وَأَكْثَرُ الْمَشَايِخِ عَلَى أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ الْجَهْرَ أَنْ يُسْمِعَ غَيْرَهُ وَالْمُخَافَتَةَ أَنْ يُسْمِعَ نَفْسَهُ، وَهُوَ قَوْلُ الْهِنْدُوَانِيِّ، وَكَذَا كُلُّ مَا يَتَعَلَّقُ بِالنُّطْقِ كَالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ وَوُجُوبِ السَّجْدَةِ بِالتِّلَاوَةِ وَالْعَتَاقِ وَالطَّلَاقِ وَالِاسْتِثْنَاءِ حَتَّى لَوْ طَلَّقَ وَلَمْ يُسْمِعْ نَفْسَهُ لَا يَقَعُ، وَإِنْ صَحَّحَ الْحُرُوفَ، وَفِي الْخُلَاصَةِ الْإِمَامُ إذَا قَرَأَ فِي صَلَاةِ الْمُخَافَتَةِ بِحَيْثُ سَمِعَ رَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ لَا يَكُونُ جَهْرًا وَالْجَهْرُ أَنْ يَسْمَعَ الْكُلُّ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ا ص ۳۵۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

باب الإمامة

(۸۲) إِنَّ اِقْتِدَاءَ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ لَا يَجُوْزُ. ❶

ترجمہ: مفترض کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلا رہے ہیں کہ بالغ حضرات کا بچے کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے وہ نفل ادا کرنے والا ہے، اور اصول ہے کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں۔ ❷

(۸۳) إِنَّ الْقَوِيَّ لَا يَنْبَنِيْ عَلَى الضَّعِيْفِ. ❸

ترجمہ: قوی کی ضعیف پر بناء نہیں ہوتی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلا رہے ہیں کہ بالغ مرد کا بچہ کی اقتداء کرنا کسی بھی نماز میں جائز نہیں ہے، خواہ نفل مطلق ہو یا مؤقت ہو، وجہ یہ ہے کہ بچہ کی نفل نماز بالغ کی نفل سے کمتر اور ادنی ہے، کیونکہ بالاتفاق اگر بچہ نفل نماز شروع کر کے فاسد کر دے تو اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہوتی، اور اگر بالغ نماز فاسد کر دے تو اس کے ذمہ قضاء کرنا واجب ہے۔ اصول یہ ہے کہ ضعیف پر قوی کی بنا درست نہیں ہے، بچے کی نماز بالغوں کی نماز کے مقابلے میں ضعیف ہے اس لئے بنا درست نہیں ہے۔ ❹

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ا ص ۱۲٦، ط: رحمانیہ

❷ اِقْتِدَاءُ الْبَالِغِينَ بِالصِّبْيَانِ فِي الْفَرَائِضِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا، لِأَنَّ الْفِعْلَ مِنَ الصَّبِيِّ لَا يَقَعُ فَرْضًا فَكَانَ اقْتِدَاءَ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، فصل شرائط أركان الصلاة، ج ا ص ۱۴۳، ط: دار الكتب العلمية]

فلا تجوز إمامة الصبي في صلاة القرض، وقال الشافعي: تجوز؛ لأن العمل يصح من الصبي نفلًا لا فرضاً، واقتداء المفترض بالمتنفل لا يجوز عندنا.

[المحيط البرهاني: كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر، ج ا ص ۴۰٦، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ا ص ۱۲۷، ط: رحمانیہ

❹ إِمَامَةُ الصَّبِيِّ فِي التَّرَاوِيحِ وَالسُّنَنِ الْمُطْلَقَةِ جَوَّزَهُ مَشَايِخُ بَلْخٍ وَلَمْ يُجَوِّزْهُ مَشَايِخُنَا؛ لِأَنَّ =

(۸۴) إِنَّ الشَّيْءَ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ. ❶

ترجمہ: کوئی بھی چیز اپنے اوپر کی چیز کے لئے ضامن نہیں ہوسکتی۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول کی روشنی میں ایک فقہی مسئلہ بتلا رہے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ پاک اور تندرست آدمی معذور شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور نہ پاک عورت مستحاضہ عورت کے پیچھے پڑھے، وجہ یہ ہے کہ مقتدی چونکہ پاک او غیر معذور ہے اور امام معذور ہے، تو مقتدی کی نماز کا حال امام کی نماز سے اقوی اور ارفع ہے اور امام کی نماز کا حال کمتر اور ادنی ہے اور اصول ہے کہ کمتر اور اضعف اقوی کو متضمن نہیں ہوتا، تو اب امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن نہیں ہوگی، حالانکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہوتی ہے، اسی لئے پاک اور غیر معذور مرد کا معذور کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے، اور اسی طرح پاک عورت کی نماز مستحاضہ کے پیچھے درست نہیں ہے، کیونکہ مستحاضہ کی نماز کا حال مقتدی عورت کی نماز کے حال سے ناقص ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز اپنے سے کم تر چیز کی ضامن ہوسکتی ہے، لیکن اپنے سے بلندتر کی ضامن نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح قاری اور پڑھے ہوئے شخص کے لئے اُمی اور اَن پڑھ کی اقتداء کرنا اور کپڑا پہننے والے کے لئے برہنہ شخص کی اقتداء درست نہیں ہے۔ ❷

=نَفْلَ الصَّبِيِّ دُونَ نَفْلِ الْبَالِغِ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ بِالْإِفْسَادِ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يَنْبِي الْقَوِيُّ عَلَى الضَّعِيفِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، ج ا ص ٩٩، ط: المطبعة الخيرية]

وَلَمْ يُجَوِّزْهُ مَشَايِخُ بُخَارَى وَهُوَ الْمُخْتَارُ، لِأَنَّ نَفْلَ الصَّبِيِّ دُونَ نَفْلِ الْبَالِغِ حَيْثُ لَا يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ بِالْإِفْسَادِ وَلَا يُبْنَى الْقَوِيُّ عَلَى الضَّعِيفِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ا ص ١٤٠، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ا ص ١٢٨، ط: رحمانیہ

❷ وَفَسَدَ اقْتِدَاءُ طَاهِرٍ بِصَاحِبِ الْعُذْرِ الْمُفَوِّتِ لِلطَّهَارَةِ، لِأَنَّ الصَّحِيحَ أَقْوَى حَالًا مِنْ الْمَعْذُورِ وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ وَالْإِمَامُ ضَامِنٌ بِمَعْنَى تَضَمُّنُ صَلَاتُهُ صَلَاةَ الْمُقْتَدِي.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ا ص ٣٨١، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(وَقَارِئٍ بِأُمِّيٍّ) لِأَنَّ الْقَارِئَ أَقْوَى حَالًا مِنْهُ، وَكَذَا لَا يَجُوزُ اقْتِدَاءُ أُمِّيٍّ بِأَخْرَسَ، لِأَنَّ الْأُمِّيَّ =

(۸۵) إِنَّ التَّيَمُّمَ طَهَارَةٌ مُطْلَقَةٌ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ وَطَهَارَةٌ ضَرُورِيَّةٌ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ. ❶

ترجمہ: حضراتِ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک تیمّم طہارتِ مطلقہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک طہارتِ ضروریہ ہے۔

تشریح: حضراتِ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک متوضی متیمم کی اقتداء کرسکتا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں کرسکتا۔ امام محمد رحمہ اللہ اس کی وجہ یہ ذکر کرتے ہیں کہ تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے اور طہارت بالماء طہارتِ اصلیہ ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص طہارتِ اصلیہ پر مشتمل ہے اس کا حال قوی ہے بہ نسبت اس کے حال کے جو طہارتِ ضروریہ پر مشتمل ہے، پس معلوم ہوا کہ مقتدی کا حال امام کے حال سے قوی ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ ادنی حال والا شخص اقوی اور ارفع حال والے کی امامت نہیں کرسکتا، لہذا متیمم کے لئے متوضیین کی امامت کرنا جائز نہیں ہے۔ حضراتِ شیخین فرماتے ہیں کہ تیمّم طہارتِ مطلقہ ہے، یہی وجہ ہے کہ تیمّم بقدرِ حاجت وضرورت کے ساتھ مقدر نہیں بلکہ دس سال تک اگر پانی دستیاب نہ ہو یا اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمّم مشروع رہے گا، پس جب تیمّم طہارتِ مطلقہ ہے تو متیمم اور متوضی دونوں کا حال یکساں ہے، لہذا

=أَقْوَى حَالًا مِنْهُ لِقُدْرَتِهِ عَلَى التَّحْرِيمَةِ (وَمُكْتَسٍ بِعَارٍ وَغَيْرِ مُومِئٍ بِمُومِئٍ) لِقُوَّةِ حَالِهِمَا وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا هُوَ فَوْقَهُ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ١٤١، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(وَلَيْسَ لِلْمُسْتَعِيرِ أَنْ يُؤَجِّرَ مَا اسْتَعَارَهُ) فَإِنْ آجَرَهُ فَعَطِبَ ضَمِنَ، لِأَنَّ الْإِعَارَةَ دُونَ الْإِجَارَةِ وَالشَّيْءُ لَا يَتَضَمَّنُ مَا فَوْقَهُ وَلِأَنَّ مُقْتَضَى الْعَارِيَّةِ الرُّجُوعُ وَتَعَلُّقُ الْمُسْتَأْجِرِ بِهَا يَمْنَعُ ذٰلِكَ فَلِهٰذَا لَمْ يَجُزْ فَإِنْ آجَرَهَا ضَمِنَ حِينَ سَلَّمَهَا، وَإِنْ شَاءَ الْمُعِيرُ ضَمِنَ الْمُسْتَأْجِرُ، لِأَنَّهُ قَبَضَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَالِكِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب العارية، ج ١ ص ٣٥١، ط: المطبعة الخيرية]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ١٢٩، ط: رحمانیہ

ایک دوسرے کی امامت بھی کرسکتے ہیں۔ ❶

(٨٦) إِنَّ الْاِقْتِدَاءَ شِرْكَةٌ وَمُوَافَقَةٌ. ❷

ترجمہ: اقتداء شرکت اور موافقت کا نام ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلا رہے ہیں کہ ایک فرض ادا کرنے والا دوسرا فرض ادا کرنے والے کی اقتداء نہ کرے، مثلاً ظہر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں، قاعدہ ہے کہ اقتداء نام ہے تحریمہ کے اندر شرکت اور افعالِ بدنیہ کے اندر موافقت کا، اور شرکت میں موافقت اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ دونوں کی تحریمہ اور افعال میں اتحاد ہو، اور چونکہ مذکورہ صورت میں اتحاد نہیں اس لئے اقتداء بھی درست نہیں ہے۔ ❸

---

❶(قَوْلُهُ: وَيَجُوزُ أَنْ يَؤُمَّ الْمُتَيَمِّمُ الْمُتَوَضِّئِينَ) وَهَذَا عِنْدَهُمَا، لِأَنَّهَا طَهَارَةٌ مُطْلَقَةٌ غَيْرُ مُؤَقَّتَةٍ بِوَقْتٍ بِخِلَافِ طَهَارَةِ الْمُسْتَحَاضَةِ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهَا طَهَارَةٌ ضَرُورِيَّةٌ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ لَا يُصَارُ إِلَيْهَا إِلَّا عِنْدَ الْعَجْزِ عَنِ الْمَاءِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٦٢، ط: المطبعة الخيرية]

(لَا اقْتِدَاءَ مُتَوَضِّئٍ بِمُتَيَمِّمٍ) أَيْ لَا يُفْسِدُ اقْتِدَاءُ مُتَوَضِّئٍ بِمُتَيَمِّمٍ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يُفْسِدُ، لِأَنَّهَا طَهَارَةٌ ضَرُورِيَّةٌ بِالْمَاءِ أَصْلِيَّةٌ فَيَكُونُ بِنَاءُ الْقَوِيِّ عَلَى الضَّعِيفِ فَلَا يَجُوزُ. وَلَهُمَا مَا رُوِيَ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ عَنِ الْجَنَابَةِ وَهُمْ مُتَوَضِّئُونَ فَعَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْإِعَادَةِ وَلِأَنَّهَا طَهَارَةٌ مُطْلَقَةٌ وَلِهَذَا لَا تَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ عِنْدَنَا.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ١٤٣، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ١٣٠، ط: رحمانیہ

❸(قَوْلُهُ: وَلَا مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا خَلْفَ مَنْ يُصَلِّي فَرْضًا آخَرَ) لِأَنَّ الِاقْتِدَاءَ شِرْكَةٌ وَمُوَافَقَةٌ فَلَا بُدَّ مِنَ الِاتِّحَادِ وَسَوَاءٌ تَغَايَرَ الْفَرْضَانِ اسْمًا أَوْ صِفَةً كَمُصَلِّي ظُهْرِ أَمْسِ خَلْفَ مَنْ يُصَلِّي ظُهْرَ الْيَوْمِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ١ ص ٦٢، ط: المطبعة الخيرية]

لَا يَجُوزُ اقْتِدَاءُ مُفْتَرِضٍ بِمُفْتَرِضٍ فَرْضًا آخَرَ...... وَحَاصِلُهُ أَنَّ اتِّحَادَ الصَّلَاتَيْنِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الِاقْتِدَاءِ، لِأَنَّ الِاقْتِدَاءَ شِرْكَةٌ وَمُوَافَقَةٌ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا بِالِاتِّحَادِ وَذَلِكَ بِأَنْ يُمْكِنَهُ =

باب الحدث فی الصلاة

(۸۷) إِنَّ الْإِنْصِرَافَ عَلَى قَصْدِ الْإِصْلَاحِ لَا يَمْنَعُ الْبِنَاءَ وَالْإِنْصِرَافُ عَلَى قَصْدِ الرَّفْضِ وَالتَّرْكِ يَمْنَعُهُ. ❶

ترجمہ: اگر (قبلہ کی طرف سے) پھرنا نماز کی اصلاح کے ارادے سے ہو تو یہ مانع بناء نہیں ہے، اور اگر نماز کو چھوڑنے اور ترک کے ارادے سے ہو تو پھر بنا کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص کو حالتِ نماز میں یہ گمان ہوا کہ اس کو حدث ہو گیا، پس وہ اپنی نماز کی جگہ سے پھر گیا، پھر اس کو معلوم ہوا کہ حدث نہیں ہوا تھا، تو اب دیکھا جائے گا کہ اس کا قبلہ کی طرف سے پھرنا نماز کی اصلاح کے ارادے سے تھا یا نماز کو چھوڑنے کے ارادے سے تھا، اگر ثانی ہے تو اس کا بناء کرنا جائز نہیں ہے، خواہ مسجد سے نکلا ہو یا نہ نکلا ہو، اور اگر اول ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں، مسجد سے خروج پایا گیا ہو یا نہیں، اگر مسجد سے نکلنا پایا گیا تو اس وقت از سر نو نماز پڑھے بناء کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر مسجد سے نہیں نکلا تو وہ اپنی باقی نماز پوری کرے از سر نو پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ شخص اصلاحِ نماز کے ارادے سے پھرا تھا اس لئے پھرنا مفسد نماز نہیں ہوگا، چنانچہ اگر وہ متحقق ہو جاتا جو اس نے تو ہم کیا تھا یعنی واقعی حدث ہوتا تو وہ اپنی نماز کی بنا کرتا، پس اصلاح کے ارادے کو حقیقتِ اصلاح کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ بخلاف اس کے کہ اگر اس نے گمان کیا کہ اس نے بغیر وضو نماز شروع کی ہے پھر وضو کے ارادے سے اس نے رخ پھیرا پھر معلوم ہوا کہ وہ باوضو ہے اور گمان غلط تھا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہو گی، اگر چہ وہ مسجد سے باہر نہ نکلا ہو، کیونکہ یہ پھرنا بطورِ رفض ہے یعنی نماز کو چھوڑنے کے طور پر ہے نہ کہ اصلاحِ نماز کے لئے، چنانچہ اگر اس کا بے وضو ہونا متحقق ہو جاتا تو یہ از سر نو نماز پڑھتا۔

= الدُّخُولُ فِي صَلَاتِهِ بِنِيَّةِ صَلَاةِ الْإِمَامِ فَتَكُونُ صَلَاةُ الْإِمَامِ مُتَضَمِّنَةً لِصَلَاةِ الْمُقْتَدِي وَهُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ضَامِنٌ أَيْ تَتَضَمَّنُ صَلَاتُهُ صَلَاةَ الْمُقْتَدِي.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ۱ ص ۱۴۲، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ۱ ص ۱۳۲، ط: رحمانیہ

پس ضابطہ اور اصل یہ ہی ہے کہ اگر انصراف بقصدِ اصلاح ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی بشرطیکہ خروج من المسجد نہ پایا گیا ہو، اور اگر انصراف اعراض اور رفض کے ارادے سے ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ❶

(۸۸) إِنَّ مَا يَنْدُرُ وُجُوْدُهُ لَا يَكُوْنُ فِيْ مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ. ❷

ترجمہ: جن عوارض کا پیش آنا نادر ہے وہ ماورد بہ النص کے معنی میں نہیں ہوں گے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مصلی دورانِ نماز مجنون ہوگیا، خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد، یا بحالتِ نماز سوگیا اور احتلام ہوگیا، یا اس پر بیہوشی طاری ہوگئی، تو وہ ازسرِنو نماز پڑھے گا، اس لئے کہ نماز میں ان عوارض کا پیش آنا نادر ہے، لہذا یہ عوارض ان عوارض کے معنی میں نہیں ہوں گے جن پر نص وارد ہوئی یعنی "مَنْ قَاءَ أَوْ رَعُفَ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَبْنِ" ❸

---

❶ وَالْقِيَاسُ فَسَادُهَا بِالِانْحِرَافِ عَنْ الْقِبْلَةِ مُطْلَقًا لِمَا ذَكَرْنَا لَكِنْ اسْتَحْسَنُوا بَقَاءَهَا عِنْدَ عَدَمِ الْخُرُوجِ، لِأَنَّهُ انْصَرَفَ عَلَى قَصْدِ الْإِصْلَاحِ، لِأَنَّهُ لَوْ تَحَقَّقَ مَا تَوَهَّمَهُ بَنَى عَلَى صَلَاتِهِ فَأُلْحِقَ قَصْدُ الْإِصْلَاحِ بِحَقِيقَتِهِ مَا لَمْ يَخْتَلِفُ الْمَكَانُ بِالْخُرُوجِ...... لَوْ ظَنَّ أَنَّهُ افْتَتَحَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ أَوْ كَانَ مَاسِحًا عَلَى الْخُفَّيْنِ فَظَنَّ أَنَّ مُدَّةَ مَسْحِهِ قَدْ انْقَضَتْ أَوْ كَانَ مُتَيَمِّمًا فَرَأَى سَرَابًا فَظَنَّهُ مَاءً أَوْ رَأَى حُمْرَةً فِي ثَوْبِهِ فَظَنَّ أَنَّهَا نَجَاسَةٌ فَانْصَرَفَ حَيْثُ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ، وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ الْمَسْجِدِ، لِأَنَّ الِانْصِرَافَ عَلَى سَبِيلِ الرَّفْضِ، وَلِهَذَا لَوْ تَحَقَّقَ مَا تَوَهَّمَهُ يَسْتَقْبِلُ وَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ.
[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ٣٩٤، ط: دار الكتاب الإسلامي/ تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ١ ص ١٤٨، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ١ ص ١٣٢، ط: رحمانیہ

❸ (يندر وجود هذه العوارض) أي الجنون والاحتلام والإغماء (فلم يكن) أي هذه العوارض (في معنى ما ورد به النص) وهو قوله عَلَيْهِ السَّلَامُ: من قاء أو رعف في صلاته. ومعنى ما ورد به النص هو القيء والرعاف فإذا لم يكن في معنى ما ورد به النص بقيت على أصل القياس. أما الجنون والإغماء فإن الشخص يبقى على حاله بعد حدوثهما فيصير مؤديا جزءاً من الصلاة مع الحدث فتفسد.

[البناية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ٢ ص ٣٨٨، ط دار الكتب العلمية] =

(۸۹) إِنَّ الْـخُـرُوْجَ عَنِ الصَّلَاةِ بِصُنْعِ الْمُصَلِّيْ فَرْضٌ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ لَيْسَ بِفَرْضٍ عِنْدَهُمَا. ❶

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک مصلی کا اختیاری فعل کے ساتھ نماز سے نکلنا فرض ہے اور حضراتِ صاحبین کے نزدیک فرض نہیں ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ پر متفرع ان بارہ مسائل کا ذکر کیا ہے جو تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پیش آئیں:

۱......تیمّم کرنے والے مصلی نے مقدارِ تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھا۔

۲......موزوں پر مسح کرنے والے کے مقدارِ تشہد بیٹھنے کے بعد مدتِ مسح پوری ہوگئی۔

۳......مقدارِ تشہد کے بعد عملِ قلیل کے ساتھ دونوں موزے نکالے، یا دونوں موزوں میں سے کوئی ایک نکالا۔

۴......مصلی اُمی تھا پھر تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اس نے کوئی قرآن کی سورت سیکھ لی۔

۵......مصلی برہنہ تھا اس نے مقدارِ تشہد کے بعد کپڑا پالیا۔

۶......مصلی اشارے سے رکوع اور سجدہ کرنے والا تھا پھر وہ مقدارِ تشہد کے بعد رکوع اور سجدہ پر قادر ہوگیا۔

۷......مصلی کو مقدارِ تشہد کے بعض قضاء نماز یاد آگئی جو اس پر اس نماز سے پہلے واجب القضاء ہے۔

۸......مقدارِ تشہد کے بعد امام قاری کو حدث ہوا اِس نے اُمی کو خلیفہ بنایا۔

۹......مقدارِ تشہد کے بعد فجر کی نماز میں آفتاب طلوع ہوگیا۔

= وَأَمَّا فَسَادُهَا بِمَا ذُكِرَ مِنْ الْجُنُونِ وَالْإِغْمَاءِ وَالِاحْتِلَامِ فَلِأَنَّهُ يَنْدُرُ وُجُودُ هَذِهِ الْعَوَارِضِ فَلَمْ تَكُنْ فِي مَعْنَى مَا وَرَدَ بِهِ النَّصُّ مِنْ الْقَيْءِ وَالرُّعَافِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ا ص ۳۹۵، ط: دار الكتب الإسلامي]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ا ص ۱۳۳، ط: رحمانيه

۱۰......مقدارِتشہد کے بعد عصر کا وقت داخل ہوگیا حالانکہ یہ شخص نمازِ جمعہ میں ہے۔

۱۱......مصلی جبیرہ پر مسح کئے ہوئے تھا پس مقدارِ تشہد کے بعد زخم ٹھیک ہونے کی وجہ سے پٹی گر گئی۔

۱۲......مصلی معذور تھا لیکن مقدارِ تشہد کے بعد اس کا عذر ختم ہوگیا، جیسے مستحاضہ عورت اور اس کے معنی کے دیگر معذورین مثلاً سلسل البول وغیرہ۔

ان بارہ مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز باطل ہوجاتی ہے اور حضراتِ صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں نماز پوری ہوجاتی ہے، ان تمام مسائل میں ضابطہ اور اصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز سے باہر ہونا مصلی کے اختیاری فعل سے فرض ہے، اور صاحبین کے نزدیک فرض نہیں، پس اسی اصل کے پیش نظر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قعدہ اخیرہ کے بعد ان عوارض کا پیش آنا جو ہر مسئلہ میں الگ الگ مذکور ہوئے ہیں ایسا ہے جیسا درمیانِ نماز میں پیش آنا اور چونکہ درمیانِ نماز میں ان عوارض کا پیش آنا مفسد نماز ہے، اس لئے قعدہ اخیرہ کے بعد اگر یہ عوارض پیش آگئے تو نماز باطل ہوجائے گی۔

اور حضراتِ صاحبین کے نزدیک قعدہ اخیرہ کے بعد ان عوارض کا پیش آنا ایسا ہے جیسے سلام پھیرنے کے بعد پیش آنا، اور ظاہر ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد کوئی عارض نماز کو فاسد نہیں کرتا، اس لئے قعدہ اخیرہ کے بعد ان عوارض کے پیش آنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ❶

(۹۰) إِنَّ مَا يَتَوَصَّلُ إِلَى الْفَرْضِ إِلَّا بِهِ يَكُوْنُ فَرْضًا. ❷

ترجمہ: ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض تک رسائی نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصولِ مذکورہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر بطورِ دلیل کے

---

❶ هذه المسائل تنبنى على أصل وهو أن الخروج من الصلاة بصنع المصلى فرض عند أبى حنيفة رحمه الله، وعندهما ليس بفرض.

[المحيط البرهاني: كتاب الطهارة، الفصل الخامس، ج ١ ص ١٥٢، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة، ج ١ ص ١٣٣، ط: رحمانيہ

ذکر کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ دوسری نماز اُس کے وقت میں ادا کرنا فرض ہے اور یہ ممکن نہیں ہوگا کہ جب تک اس موجودہ نماز سے نہ نکلیں، پس اس موجودہ نماز سے نکلنا دوسری فرض نماز ادا کرنے کا ذریعہ ہے، یعنی دوسری فرض نماز ادا کرنا اس موجودہ نماز سے نکلنے پر موقوف ہے، اور چونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے، اس لئے موجودہ نماز سے نکلنا بھی فرض ہوگا، یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص پر نفقہ لازم ہے اور وہ بغیر کمائی کے حاصل نہیں ہوسکتا تو اس پر کمائی بھی لازم ہوگی۔ سجدہ فرض ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ رکوع سے منتقل نہ ہو، پس یہ انتقال بھی فرض ہوگا، اس لئے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے۔ ❶

(۱۹) إِنَّ الْبِنَاءَ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ. ❷

ترجمہ: فاسد پر بنا کرنا بھی فاسد ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ امام نے مکمل نماز پڑھائی اور تشہد کی مقدار بھی بیٹھ گیا، پھر اس نے قہقہہ مارا، یا عمداً حدث لاحق ہوا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسبوق کی نماز فاسد ہوجائے گی، وجہ یہ ہے کہ امام کی نماز میں سے جس جزء

---

❶ وصورة هذا التوسل أنه إذا تحرم للظهر مثلا فلم يخرج منها حتى دخل وقت العصر لزمه أداء العصر مثلا ولا عليه أداؤها إلا بعد الخروج عن تحريمة الظهر، لأن العصر لا يتأدى بهذه التحريمة، فيكون الخروج عن تحريمة الظهر سببا يتوصل به إلى أداء العصر وأداء العصر فرض، وما لا يتوصل إلى الفرض إلا به يكون فرضا كالانتقال من ركن إلى ركن، في باب الصلاة عد من الأركتان، وإن لم يكن ركنا في نفسه كذا هذا، لأنه لم يبق الأولى على الصحة لا يمكنه أداء الثانية لأن الترتيب عندنا فرض، ولا يخرج عن الأولى على وجه يبقى صحيحا إلا بصنع يوجد منه فكان فرضا، وهذه النكتة منقولة عن الشيخ الإمام أبي منصور الماتريدي رَحِمَهُ اللّٰهُ.

[البناية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج۲ ص۳۹۵، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ۱ ص ۱۳۵، ط: رحمانيه

سے متصل قہقہہ واقع ہوا اس جزء کو اس نے فاسد کر دیا، لہذا اس جزء کے مثل مسبوق کی نماز بھی فاسد ہوگی، کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے، اور جب مسبوق کی نماز کا ایک جزء فاسد ہو گیا تو اب باقی نماز کی اس پر بناء نہیں کر سکتا کیونکہ اصول ہے کہ فاسد جزء پر بناء کرنا فاسد ہوتا ہے۔ برخلاف امام اور مدرک مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ قعدہ اخیرہ میں مقدارِ تشہد بیٹھنے کی وجہ سے ان کی نماز مکمل ہوگئی۔ ❶

(۹۲) إِنَّ تَمَامَ الرُّكْنِ بِالْإِنْتِقَالِ. ❷

ترجمہ: ایک رکن کا اتمام دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اس اصول سے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی کو رکوع یا سجدہ کی حالت میں حدث ہوا، خواہ وہ منفرد ہو یا امام یا مقتدی، تو اس کو چاہئے کہ وضو کر کے بناء کرے اور جس رکن میں حدث پیش آیا ہے اس کو شمار نہ کرے، کیونکہ اصول ہے کہ ایک رکن اس وقت مکمل ہوتا ہے جب کہ اس سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہو جائے اور یہ انتقال فرض ہے اور حدث کے ساتھ انتقال متحقق نہیں ہوتا، کیونکہ منتقل الیہ (جس کی طرف منتقل ہوگا) نماز کا ایک جزء ہے اور حدث پیش آنے

---

❶ وَأَمَّا الْقَهْقَهَةُ وَالْحَدَثُ الْعَمْدُ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَمَنْ هُوَ بِمِثْلِ حَالِهِ تَامَّةٌ وَأَمَّا صَلَاةُ الْمَسْبُوقِينَ فَفَاسِدَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، لِأَنَّ الْقَهْقَهَةَ مُفْسِدَةٌ لِلْجُزْءِ الَّذِي تُلَاقِيهِ مِنْ صَلَاةِ الْإِمَامِ فَيَفْسُدُ مِثْلُهُ مِنْ صَلَاةِ الْمُقْتَدِي غَيْرَ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يَحْتَاجُ إِلَى الْبِنَاءِ وَالْمَسْبُوقُ مُحْتَاجٌ إِلَيْهِ وَالْبِنَاءُ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۶۵، ط: المطبعة الخيرية]

أَنَّ الْقَهْقَهَةَ وَالْحَدَثَ الْعَمْدَ مُفْسِدَانِ لِلْجُزْءِ الَّذِي يُلَاقِيَانِهِ مِنْ صَلَاةِ الْإِمَامِ فَيُفْسِدَانِ مِثْلَهُ مِنْ صَلَاةِ الْمَأْمُورِ غَيْرَ أَنَّ الْإِمَامَ وَالْمُدْرِكَ لَا يَحْتَاجَانِ إِلَى الْبِنَاءِ وَالْمَسْبُوقَ وَمَنْ حَالُهُ مِثْلُ حَالِهِ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ وَالْبِنَاءُ عَلَى الْفَاسِدِ فَاسِدٌ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج ۱ ص ۱۵۲، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث في الصلاة، ج ۱ ص ۱۳۵، ط: رحمانیه

کے بعد نماز کا ایک جزء ادا کرنا بھی مفسد ہے اس لئے اس رکن کا اعادہ ضروری ہوگا، مثلاً اگر رکوع میں حدث ہوا تھا تو وضو کے بعد آ کر رکوع کرے گا پھر بقیہ نماز ادا کرے گا۔ ❶

(۹۳) إِنَّ اِسْتِخْلَافَ مَنْ لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامِ يُفْسِدُ الصَّلَاةَ. ❷

ترجمہ: ایسے شخص کو خلیفہ بنانا جو امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو یہ نماز کو فاسد کر دے گا۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ اصولِ مذکورہ سے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے اور امام کے پیچھے نابالغ بچہ یا عورت کے علاوہ کوئی اور نہ ہو اور اس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنایا تو اس صورت میں امام کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ اس نے ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو امامت کا اہل نہیں، اور ضابطہ ہے کہ جو امامت کا اہل نہ ہو اس کو خلیفہ بنانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، لہذا امام کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ❸

---

❶(قَوْلُهُ وَلَوْ أَحْدَثَ فِي رُكُوعِهِ أَوْ سُجُودِهِ تَوَضَّأَ وَبَنَى وَأَعَادَهُمَا) لِأَنَّ إِتْمَامَ الرُّكْنِ بِالِانْتِقَالِ وَمَعَ الْحَدَثِ لَا يَتَحَقَّقُ فَلَا بُدَّ مِنْ الْإِعَادَةِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة، ج ١ ص ٤٠٤، ط: دار الكتاب الإسلامى]

(وَمَنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ فِي رُكُوعٍ أَوْ سُجُودٍ أَعَادَهُمَا) بَعْدَ التَّوَضُّؤِ (حَتْمًا) إنْ بَنَى لِأَنَّ تَمَامَ الرُّكْنِ بِالِانْتِقَالِ وَمَعَ الْحَدَثِ لَا يَتَحَقَّقُ فَلَا بُدَّ مِنْ الْإِعَادَةِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة، ج ١ ص ١١٧، ط: دار إحياء التراث]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة، ج ١ ص ١٣٥، ط: رحمانیہ

❸(لِاسْتِخْلَافِ مَنْ لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ) حُكْمًا فَإِنَّهُ لَمَّا تَعَيَّنَ لِلْإِمَامَةِ كَانَ الْإِمَامُ مُقْتَدِيًا بِهِ، وَمَنْ اقْتَدَى بِمَنْ لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ فَسَدَتْ صَلَاتُهُ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة، ج ١ ص ٣٩٤، ط: دار الفكر]

وَجْهُ فَسَادِ صَلَاةِ الْإِمَامِ اسْتِخْلَافُهُ مَنْ لَا يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ وَعِلَّةُ فَسَادِ صَلَاةِ الْمَأْمُومِ خُلُوُّ مَكَانِ الْإِمَامَةِ عَنْ الْإِمَامِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب الحدث فى الصلاة، ج ١ ص ١١٧، ط: دار إحياء التراث]

باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها

(۹۴) إِنَّ مَا يَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْخُشُوعِ لا يُبْطِلُ الصَّلَاةَ. ❶

ترجمہ: یقیناً ہر وہ فعل جو خشوع کی زیادتی پر دلالت کرے نماز کو باطل نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں ہر وہ کام جو خشوع میں اضافے پر دلالت کرے تو اس فعل سے نماز باطل نہیں ہوگی۔

اگر کوئی آدمی نماز میں آہ کرتا ہے یا نماز میں بلند آواز میں روتا ہے تو اب اگر اس شخص کا رونا جنت یا جہنم کے تذکرہ کی وجہ سے ہو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی، کیونکہ جنت یا جہنم کے تذکرہ سے رونا یہ اور زیادہ خشوع فی الصلاۃ پر دلالت کرتا ہے اور نماز میں مقصود بھی خشوع ہے، لہٰذا مذکورہ اصول کی رو سے اس شخص کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ ❷

(۹۵) إِنَّ مَا فِيهِ إِظْهَارُ الْجَزَعِ وَالتَّأَسُّفِ فَهُوَ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ. ❸

ترجمہ: بلاشبہ ہر وہ فعل جس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہو تو یہ کلام الناس کے قبیل سے ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کام نماز میں جو کلام الناس کے مشابہ ہو تو ایسے کلام سے نماز باطل ہو جاتی ہے، مذکورہ اصول کو صاحبِ ہدایہ ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کوئی آدمی نماز میں آہ کرتا ہے یا بلند آواز سے روتا ہے اور اس کا یہ رونا درد یا

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۳۷، ط: رحمانیہ

❷ وَإِنْ كَانَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ لَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ، لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْخُشُوعِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ فِي الصَّلَاةِ فَكَانَ بِمَعْنَى التَّسْبِيحِ أَوِ الدُّعَاءِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَنِينَ وَالتَّأَوُّهَ وَالْبُكَاءَ قَدْ يَنْشَأُ مِنْ مَعْرِفَةِ قُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَظَمَتِهِ وَغِنَاهُ عَنْ خَلْقِهِ وَكِبْرِيَائِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْ شِدَّةِ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَالرَّغْبَةِ فَيَكُونُ كَالتَّقْدِيسِ وَالدُّعَاءِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۵۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۳۷، ط: رحمانیہ

تکلیف یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے ہو تو اس سے نماز باطل ہو جائے گی، وجہ یہ کہ جب اس کا رونا درد وغیرہ کی وجہ سے ہے تو یہ کلام الناس میں سے ہوا، اور کلام الناس فی الصلاۃ سے نماز باطل ہو جاتی ہے، لہٰذا اس قسم کے رونے سے بھی نماز باطل ہو جائے گی۔ ❶

(۹۲) **إِنَّ الْكَلِمَةَ إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى حَرْفَيْنِ وَهُمَا زَائِدَتَانِ أَوْ إِحْدَاهُمَا لَا تَفْسُدُ الصَّلَاةُ وَإِنْ كَانَتَا أَصْلِيَّتَيْنِ تَفْسُدُ عِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى.** ❷

ترجمہ: کلمہ جب دو حرفوں پر مشتمل ہو اور وہ دونوں زائد ہوں، یا ان میں سے ایک زائد ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر وہ دونوں اصلی ہوں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کلمہ دو حرفوں پر مشتمل ہو اور وہ دونوں حرف زوائد میں سے ہوں، یا ان میں سے ایک حرف زوائد میں سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر دونوں حروفِ اصلیہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کلامِ عرب کی بنیاد تین

---

❶ فَإِنْ أَنَّ فِي صَلَاتِهِ أَوْ تَأَوَّهَ أَوْ بَكَى فَارْتَفَعَ بُكَاؤُهُ أَيْ حَصَلَ بِهِ حُرُوفٌ إِنْ كَانَ مِنْ ذِكْرِ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ لَمْ يَضُرَّهُ، لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْخُشُوعِ فَكَانَ فِي مَعْنَى التَّسْبِيحِ، وَالْبُكَاءُ فِي الصَّلَاةِ مِنْ خَوْفِ اللَّهِ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَدَحَ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ (وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ) أَيْ يَخِرُّونَ سُجُودًا عَلَى الْوُجُوهِ يَكُونُ وَالْمُرَادُ بِالْأَذْقَانِ الْوُجُوهُ، وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَيُسْمَعُ لِصَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَكَانَ يَقْرَأُ سُورَةَ يُوسُفَ حَتَّى إِذَا بَلَغَ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ سَمِعْتُ نَشِيجَهُ وَأَنَا آخِرُ الصُّفُوفِ، الْأَزِيزُ غَلَيَانُ الْقِدْرِ وَالْمِرْجَلُ الْقِدْرُ وَإِنْ كَانَ مِنْ وَجَعٍ أَوْ مُصِيبَةٍ قَطَعَ الصَّلَاةَ، لِأَنَّ فِيهِ إِظْهَارَ الْجَزَعِ وَالتَّأَسُّفِ فَكَانَ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۱ ص ۶۵، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۳۷، ط: رحمانیہ

حرفوں پر ہوتی ہے، کیونکہ ایک حرف کی ضرورت تو اس لئے پیش آئے گی کہ اس سے ابتداء کی جائے اور دوسرے حرف کی ضرورت اس لئے پیش آئے گی کہ اس پر وقف کیا جائے اور ایک حرف ان دونوں کے درمیان فصل کے لئے ہوگا، پس حرفِ واحد تو اقل جملہ ہے، اس پر لفظ کلمہ یا کلام کا اطلاق نہیں ہوتا اور اگر دو حروف میں سے ایک زائد ہو اور ایک اصلی ہو تو حرفِ اصلی کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بنا بھی ایک ہی حرف پر رہ گئی اور اگر دو حروف اصلی ہیں تو تین حروف میں سے اکثر پائے گئے اور اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے، لہذا دو اصلی حروف پر مشتمل کلمہ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ مذکورہ اصول کو صاحبِ ہدایہ ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے نماز میں آہ کہا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ کلمہ (آہ) دو حرفوں پر مشتمل ہے اور دونوں زوائد میں سے ہیں، اور اگر کسی آدمی نے نماز میں ''اوہ'' کہا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، پس مذکورہ کا ماحصل یہ ہے کہ اگر کلمہ تین حروف سے کم پر مشتمل ہو تو یہ مفسد صلاۃ نہیں ہوگا اور اگر تین یا تین سے زائد پر مشتمل ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ❶

(۹۷) إِنَّ كَلَامَ النَّاسِ فِي مُتَفَاهَمِ الْعُرْفِ يَتْبَعُ وُجُوْدَ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ وَإِفْهَامَ الْمَعْنَى. ❷

---

❶ اَلْأَصْلُ عِنْدَهُ أَنَّ الْكَلِمَةَ إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى حَرْفَيْنِ وَهُمَا زَائِدَتَانِ أَوْ إِحْدَاهُمَا لَا تُفْسِدُ، وَإِنْ كَانَتَا أَصْلِيَّتَيْنِ تُفْسِدُ، وَهَذَا، لِأَنَّ أَصْلَ كَلَامِ الْعَرَبِ ثَلَاثَةُ أَحْرُفٍ لِاحْتِيَاجِهِ إِلَى حَرْفٍ يُبْتَدَأُ بِهِ وَحَرْفٌ يُوقَفُ عَلَيْهِ وَحَرْفٌ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا، فَالْحَرْفُ الْوَاحِدُ أَقَلُّ الْجُمْلَةِ فَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْكَلَامِ، وَالْحَرْفَانِ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مِنَ الزَّوَائِدِ كَذَلِكَ، لِأَنَّهُ نَظَرَ إِلَى الْأَصْلِ عَلَى حَرْفٍ وَاحِدٍ، وَأَمَّا إِذَا كَانَتَا أَصْلِيَّتَيْنِ فَقَدْ وُجِدَ الْأَكْثَرُ، وَهُوَ يَقُومُ مَقَامَ الْكُلِّ، وَالْحُرُوفُ الزَّوَائِدُ عَلَى مَعْنَى أَنَّ كُلَّ زَائِدٍ لَا بُدَّ وَأَنْ يَكُونَ مِنْهَا لَا عَكْسَهُ جَمَعُوهَا فِي قَوْلِهِمُ الْيَوْمَ تَنْسَاهُ، وَعَلَى هَذَا قَوْلُهُ: آهٍ لَا تُفْسِدُ، لِأَنَّهُمَا مِنَ الزَّوَائِدِ، وَأَوَّهْ تُفْسِدُ، لِأَنَّهُ زَائِدٌ عَلَى حَرْفَيْنِ فَإِنَّهُ فِي الزَّوَائِدِ عَلَى حَرْفَيْنِ لَا يُنْظَرُ إِلَى الْأَصَالَةِ وَالزِّيَادَةِ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج ۱ ص ۳۹۷، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۳۷، ط: رحمانية

ترجمہ: بے شک کلام الناس ہونا عرف کی اصطلاح میں تابع ہوتا ہے حروفِ ہجاء کے پائے جانے اور معنی سمجھانے کے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عرف عام میں کلام الناس ہونا دو باتوں کے تابع ہے:

۱......اول یہ کہ حروفِ ہجاء پائے جائیں۔

۲......دوم یہ کہ حروفِ ہجاء مفید معنی بھی ہوں۔

مذکورہ اصول کو صاحبِ ہدایہ ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر مصلی کی آواز میں حروفِ ہجاء ہی نہ ہو تو بالاتفاق یہ مفسد صلاۃ نہیں ہوگا اور اگر مصلی کی آواز میں حروفِ ہجاء تو ہوں لیکن وہ مفید معنی نہ ہوں تب بھی یہ مفسد صلاۃ نہیں ہے۔ ❶

(۹۸) إِنَّ مَا يَجْرِىْ فِىْ مُخَاطَبَاتِ النَّاسِ فَهُوَ مِنْ كَلَامِهِمْ. ❷

ترجمہ: ہر وہ کلام جو لوگوں کے خطابات میں جاری ہوتا ہے تو وہ کلام الناس کے قبیل سے ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کلام جو لوگوں کے خطابات میں جاری ہو یعنی لوگوں کی بول چال میں جاری ہو تو وہ کلام الناس کے قبیل سے ہوگا۔

مذکورہ اصول کو صاحبِ ہدایہ ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر ایک آدمی کو چھینک آئی اور دوسرا آدمی جو نماز پڑھ رہا ہے اُس نے چھینکنے والے کے جواب میں ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کہا، تو اس قائل کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کلام الناس کے قبیل سے ہے اور کلام الناس مفسد صلاۃ ہے، لہذا یہ بھی مفسد صلاۃ ہوگا۔ اور ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کلام الناس کے قبیل سے اس لئے ہے کہ اس میں کاف خطاب کا ہے اور لوگوں میں یہ بول چال جاری بھی ہے، لہذا مذکورہ اصول کی بنیاد پر ''يَرْحَمُكَ اللّٰهُ'' کلام

❶ وَقَوْلُ أَبِى يُوسُفَ لَا يَقْوَى لِأَنَّ كَلَامَ النَّاسِ فِى مُتَفَاهَمِهِمْ أَىْ أَهْلِ الْعُرْفِ يَتْبَعُ وُجُوْدَ حُرُوفِ الْهِجَاءِ وَإِفْهَامَ الْمَعْنَى وَيَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ فِى حُرُوفٍ كُلُّهَا زَوَائِدُ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج۲ ص۴، ط: دار الكتاب الإسلامى]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج۱ ص۱۳۷، ط: رحمانیہ

الناس کے قبیل سے ہوا۔ ❶

(۹۹) إِنَّ مَا فِيهِ تَعْلِيمٌ وَتَعَلُّمٌ فَهُوَ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ. ❷

ترجمہ: ہر وہ کلام جس میں تعلیم وتعلم ہو یعنی سیکھنا سکھانا ہو پس وہ کلام الناس کے قبیل سے ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسا کلام کرنا جس سے تعلیم یا تعلم حاصل ہوتا ہو تو وہ کلام، کلام الناس کے قبیل سے ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کررہے ہیں اگر مصلی نے اپنے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کو نماز میں لقمہ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے امام کو لقمہ دینا تو ضرورت کی بنا پر ہے اور غیر امام کو لقمہ دینا اس میں کوئی ضرورت نہیں ہے، لہذا غیر امام کو لقمہ دینا یہ تعلیم وتعلم ہے، تو مذکورہ قاعدے کی بنیاد پر یہ کلام الناس کے قبیل سے ہوا اور کلام الناس مفسد صلاۃ ہے، لہذا یہ لقمہ دینا بھی غیر امام کو مفسد صلاۃ ہوگا۔ ❸

(۱۰۰) إِنَّ الْكَلَامَ إِذَا أُخْرِجَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ وَهُوَ يَحْتَمِلُهُ يُجْعَلُ جَوَابًا. ❹

ترجمہ: جب کلام جواب کے طور پر استعمال کیا جائے اور وہ کلام جواب کا احتمال بھی رکھتا ہو تو اس کو جواب قرار دیا جائے گا۔

---

❶(وَجَوَابُ عَاطِسٍ بِيَرْحَمُكَ اللَّهُ) لِأَنَّهُ يَجْرِي فِي مُخَاطَبَاتِ النَّاسِ فَصَارَ كَمَا لَوْ قَالَ أَطَالَ اللَّهُ بَقَاءَكَ فَكَانَ مِنْ كَلَامِهِمْ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج ۱ ص ۱۵۶، ط: دار الكتاب الإسلامى]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۳۷

❸(قَوْلُهُ وَفَتْحُهُ عَلَى غَيْرِ إِمَامِهِ) أَيْ يُفْسِدُهَا لِأَنَّهُ تَعْلِيمٌ وَتَعَلُّمٌ لِغَيْرِ حَاجَةٍ قَيَّدَ بِهِ لِأَنَّهُ لَوْ فَتَحَ عَلَى إِمَامِهِ فَلَا فَسَادَ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ إِصْلَاحُ صَلَاتِهِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج ۲ ص ۶، ط: دار الكتاب الإسلامى]

(وَفَتْحُهُ عَلَى غَيْرِ إِمَامِهِ) لِأَنَّهُ تَعْلِيمٌ وَتَعَلُّمٌ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ فَكَانَ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج ۱ ص ۱۵۶، ط: دار الكتاب الإسلامى]

❹الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج ۱ ص ۱۳۸، ط: رحمانیہ

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسا کلام جو بطورِ جواب کے استعمال کیا جائے اور وہ کلام جواب بننے کا احتمال بھی رکھتا ہو تو اس کلام کو جواب قرار دیا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ نے مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور باہر سے ایک آدمی آیا اور اس نے مصلی سے کہا "هَلْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُ اللّٰهِ" کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تو اس مصلی نے جواب میں کہا "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" تو عند الطرفین اس مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" یہ ایسا کلام ہے جو، جواب کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور حمد باری تعالی کے لئے بھی، لیکن جب مصلی نے اس کو جواب کے طور پر استعمال کیا تو اس کا ایک معنی متعین کر دیا، لہذا مصلی کے اس کلام کو جواب قرار دیا جائے گا اور مذکورہ اصول کی بنیاد پر یہ کلام مفسد صلاۃ ہوگا، لہذا مصلی کی نماز اس سے فاسد ہو جائے گی۔ ❶

(۱۰۱) إِنَّ سَطْحَ الْمَسْجِدِ لَهُ حُكْمُ الْمَسْجِدِ. ❷

---

❶ (قَوْلُهُ وَالْجَوَابُ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) أَيْ يُفْسِدُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا يَكُونُ مُفْسِدًا لِأَنَّهُ ثَنَاءٌ بِصِيغَتِهِ فَلَا يَتَغَيَّرُ بِعَزِيمَتِهِ وَلَهُمَا أَنَّهُ أَخْرَجَ الْكَلَامَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ وَهُوَ يَحْتَمِلُهُ فَيُجْعَلُ جَوَابًا كَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ وَلَيْسَ مَقْصُودُ الْمُصَنِّفِ خُصُوصَ الْجَوَابِ بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ بَلْ كُلُّ كَلِمَةٍ هِيَ ذِكْرٌ أَوْ قُرْآنٌ قَصَدَ بِهَا الْجَوَابَ فَهِيَ عَلَى الْخِلَافِ كَمَا إذَا أُخْبِرَ بِخَبَرٍ يَسُرُّهُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْ بِأَمْرٍ عَجِيبٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ ثُمَّ نَصَّ الْمَشَايِخُ عَلَى أَشْيَاءَ مُوجِبَةٍ لِلْفَسَادِ بِاتِّفَاقِهِمْ وَهُوَ مَا لَوْ كَانَ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي كِتَابٌ مَوْضُوعٌ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ اسْمُهُ يَحْيَى فَقَالَ (يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ) أَوْ رَجُلٌ اسْمُهُ مُوسَى وَبِيَدِهِ عَصًا فَقَالَ لَهُ (وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى) أَوْ كَانَ فِي السَّفِينَةِ وَابْنُهُ خَارِجَهَا فَقَالَ (يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا) أَوْ طُرِقَ عَلَيْهِ الْبَابُ أَوْ نُودِيَ مِنْ خَارِجِهِ فَقَالَ (وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا) وَأَرَادَ بِهَذِهِ الْأَلْفَاظِ الْخِطَابَ لِأَنَّهُ لَا يُشْكِلُ عَلَى أَحَدٍ أَنَّهُ مُتَكَلِّمٌ لَا قَارِئٌ وَهِيَ مُؤَيِّدَةٌ لِمَا قَالَاهُ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج۲ ص۷، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، فصل، ج ۱ ص ۱۴۶، ط: رحمانیہ

ترجمہ: مسجد کی چھت کے لئے مسجد کا حکم ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو حکم مسجد کا ہے وہی حکم مسجد کی چھت کا بھی ہے، یعنی جو کام مسجد میں جائز ہے وہی مسجد کی چھت پر جائز ہے، اور جو کام مسجد میں جائز نہیں ہے وہ کام مسجد کی چھت پر کرنا بھی ممنوع ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مسجد کی چھت پر ہمبستری کرنا اور اسی طرح مسجد کی چھت پر پیشاب کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کام مسجد میں جائز نہیں ہے اور چونکہ مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے لہذا مذکورہ اصول کی بنیاد پر مسجد کی چھت پر بھی یہ کام ممنوع ہیں، اور مذکورہ اصول ہی کی بنیاد پر اگر امام مسجد کے اندر ہو اور مقتدی نے چھت سے اس امام کی اقتداء کی تو یہ اقتداء جائز ہے، اسی طرح اگر معتکف مسجد کی چھت پر چڑھا تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوگا، اسی طرح جنبی آدمی کو مسجد کی چھت پر ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ ❶

---

❶قال محمد رحمه الله: وتكره المجامعة والبول فوق المسجد، لأن لسطح المسجد حكم المسجد، وهذا لما عرف أن حكم المسجد ثابت في الهواء والعرصة جميعاً، ولهذا قلنا: من قام على سطح المسجد مقتدياً بإمام في المسجد، وهو خلف الإمام يجوز، والمعتكف إذا صعد سطح المسجد لا ينتقض اعتكافه، ولا يحل للجنب والحائض والنفساء صعود سطح المسجد، فعلم أن لسطح المسجد حكم المسجد، ثم لا تجوز المجامعة والبول في المسجد، فكذا فوقه.

[المحيط البرهاني: كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الخامس، ج۵ ص۳۱۷، ط: دار الكتب العلمية]

(قَوْلُهُ وَالْوَطْءُ فَوْقَهُ وَالْبَوْلُ وَالتَّخَلِّي) أَيْ وَكُرِهَ الْوَطْءُ فَوْقَ الْمَسْجِدِ وَكَذَا الْبَوْلُ وَالتَّغَوُّطُ لِأَنَّ سَطْحَ الْمَسْجِدِ لَهُ حُكْمُ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَصِحَّ الِاقْتِدَاءُ مِنْهُ بِمَنْ تَحْتَهُ وَلَا يَبْطُلُ الِاعْتِكَافُ بِالصُّعُودِ إلَيْهِ وَلَا يَحِلُّ لِلْجُنُبِ الْوُقُوفُ عَلَيْهِ وَالْمُرَادُ بِالْكَرَاهَةِ كَرَاهَةُ التَّحْرِيمِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، ج۲ ص۳۷، ط: دار الكتاب الإسلامي]

باب صلاۃ الوتر

(۱۰۲) إِنَّ الْأَمْرَ لِلْوُجُوبِ. ❶

ترجمہ: امر (مطلق) وجوب کے لئے آتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امر مطلق یعنی جو قرائن سے خالی ہوتو وہ وجوب کے لئے آتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کررہے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر واجب ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلَاةً، وَهِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْهَا فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ. ❷

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے، وہ نماز نمازِ وتر ہے، پس تم اس کو عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان پڑھو۔

مذکورہ حدیث میں لفظ ''فَصَلُّوْا'' امر کا صیغہ ہے اور مذکورہ اصول کی بنیاد پر امر وجوب کے لئے آتا ہے، لہذا یہاں بھی ''فَصَلُّوْا'' وجوب کے لئے ہے، لہذا وتر کی نماز بھی واجب ہوئی۔ ❸

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر، ج ا ص ۱۴۸، ط: رحمانیہ

❷ مسند أحمد: ج ۳۹ ص ۲۷۱، رقم الحديث: ۲۳۸۵۱، ط: مؤسسة الرسالة

❸ وَالِاسْتِدْلَالُ بِهِ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّهُ أَمَرَ بِهَا وَمُطْلَقُ الْأَمْرِ لِلْوُجُوبِ، وَالثَّانِي أَنَّهُ سَمَّاهَا زِيَادَةً وَالزِّيَادَةُ عَلَى الشَّيْءِ لَا تُتَصَوَّرُ إِلَّا مِنْ جِنْسِهِ فَأَمَّا إِذَا كَانَ غَيْرَهُ فَإِنَّهُ يَكُونُ قِرَانًا لَا زِيَادَةً وَلِأَنَّ الزِّيَادَةَ إِنَّمَا تُتَصَوَّرُ عَلَى الْمُقَدَّرِ وَهُوَ الْفَرْضُ، فَأَمَّا النَّفْلُ فَلَيْسَ بِمُقَدَّرٍ فَلَا تَتَحَقَّقُ الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، وَلَا يُقَالُ: إِنَّهَا زِيَادَةٌ عَلَى الْفَرْضِ لَكِنْ فِي الْفِعْلِ لَا فِي الْوُجُوبِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، أنواع صلاة الواجبة، ج ا ص ۲۷۱، ط: دار الكتب العلمية]

وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوبِ وَلِهَذَا يَجِبُ قَضَاؤُهَا بِالْإِجْمَاعِ، وَلِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضَافَ الزِّيَادَةَ إِلَى اللَّهِ لَا إِلَى نَفْسِهِ وَالسُّنَنُ تُضَافُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا لَمْ يُؤَذَّنْ لَهَا، لِأَنَّهَا تُؤَدَّى فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ فَاكْتُفِيَتْ بِآذَانِهِ وَإِقَامَتِهِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ا ص ۵۷، ط: المطبعة الخيرية]

(۱۰۳) إِنَّ مَا هُوَ مَنْسُوْخٌ لَا مُتَابَعَةَ فِيْهِ. ❶

ترجمہ: جو چیز منسوخ ہو اس میں اقتداء نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا جو حکم منسوخ ہو جائے تو اس منسوخ حکم میں اقتداء نہیں کی جاتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر شافعی المسلک امام فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھے تو طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک حنفی مقتدی دعائے قنوت نہیں پڑھے گا، کیونکہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا اب منسوخ ہو چکا ہے، لہذا مذکورہ اصول کی بنیاد پر مقتدی پر دعائے قنوت پڑھنا اور دعائے قنوت میں امام کی اقتداء کرنا درست نہیں، اس لئے کہ منسوخ چیزوں میں متابعت نہیں ہوتی، جیسے کوئی جنازہ میں پانچ تکبیرات کہے تو اس میں اقتداء نہیں ہوگی۔ ❷

باب النوافل

(۱۰۴) إِنَّ الْأَمْرَ بِالْفِعْلِ لَا يَقْتَضِي التَّكْرَارَ. ❸

ترجمہ: امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی فعل کا حکم کرنا تکرار نہیں چاہتا، یعنی مامور پر وہ کام ایک مرتبہ واجب ہے دوبارہ کرنا واجب نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ حسن بصری

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر، ج ۱ ص ۱۵۰، ط: رحمانیہ

❷ وَلَنَا أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لِمَا رَوَيْنَا وَلَا مُتَابَعَةَ فِي الْمَنْسُوخِ فَصَارَ كَمَا لَوْ كَبَّرَ خَمْسًا فِي الْجِنَازَةِ حَيْثُ لَا يَتْبَعُهُ.

[درر الحكام شرح غرر الأحكام: كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۱ ص ۱۱۴، ط: دار إحياء الكتب]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القراءة، ج ۱ ص ۱۵۴، ط: رحمانیہ

رحمہ اللہ کے نزدیک فرض نماز میں صرف ایک رکعت میں قرات واجب ہے، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ. (المزمل: ۲۰)

قرآن میں جو آسان لگے اسی کو نماز میں پڑھو۔

لہٰذا اس آیت میں ''فَاقْرَؤُوْا'' امر ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے، تو مذکورہ اصول کی بنیاد پر حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک رکعت میں قراءت واجب ہے۔ ائمہ احناف اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ امر تکرار نہیں چاہتا تو اس کی بنیاد پر صرف ایک ہی رکعت میں قرات واجب ہے لیکن دوسری رکعت میں ہم جو وجوبِ قرات کے قائل ہیں وہ اس وجہ سے کہ دوسری رکعت چونکہ پہلی رکعت کے ساتھ من کل الوجوہ مشابہ ہے، تو اسی مشابہت کی بنیاد پر ہم نے کہا کہ دوسری رکعت میں بھی قراءت واجب ہے۔ پس پہلی رکعت میں قراءت عبارت النص سے ثابت ہے اور دوسری رکعت میں دلالت النص سے ثابت ہے۔ ❶

❶(ولنا قَوْله تَعَالَى: فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ) والأمر بالفعل لا يقتضي التكرار) تقديره أن الله تعالى أمرنا بالقراءة مما تيسر من القرآن وذلك في الصلاة بالإجماع والأمر بالفعل يقتضي امتثاله، ولا يقتضي التكرار إعادة الشيء بعينه لا إعادة مثل الشيء فاقتضى ذلك أن تكرن القراءة في ركعة واحدة كما ذهب إليه الحسن البصري. (وإنما أوجبنا في الثانية) أي إنما أوجبنا القراءة في الركعة الثانية، وهذا جواب عما يقال إنكم قلتم إن الأمر بالفعل لا يقتضي التكرار، وقد أوجبتم القراءة في الركعة الثانية وخالفتم ما قلتم. وتقرير الجواب أن وجوب القراءة في الثانية لا بعبارة النص حتى يلزم ما قلتم وإنما وجوبها في الثانية بدلالة النص وهو معنى قوله (استدلالا بالأولى) يعني بالركعة الأولى وبين ذلك بقوله :(لأنهما يتشاكلان من كل وجه) أي لأن الركعة الأولى والثانية تتشابهان من كل وجه، فلما كان كذلك وجبت في الثانية استدلالا بالأولى كالحكم في أحد النوعين ينسب في النوع الآخر، وأما تشاكل الثانية للأولى من كل وجه فمن حبث السقوط والوجوب والصفة والقدر فكل من وجبت عليه الأولى وجبت الثانية، وإذا سقطت سقطت. وأما المماثلة في الصفة ففي الجهر والأخير الإخفاء ، وأما المماثلة في القدر ففي ضم السورة مع الفاتحة.

[البناية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القراءة، ج۲ ص۵۲۵، ط: دار الكتب العلمية]

(۱۰۵) إِنَّ كُلَّ شَفْعٍ مِنَ النَّفْلِ صَلَاةٌ عَلَى حِدَةٍ. ❶

ترجمہ: نفل کی ہر دو رکعت مستقل نماز ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نفلی نماز میں ہر دو رکعت علیحدہ اور مستقل نماز ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ نفل نماز کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے، کیونکہ نفل نماز کی ہر دو رکعت مستقل نماز ہے اور اگر دو رکعت میں قرات کرے اور دو میں قراءت نہ کرے تو گویا کہ نماز کا قراءت سے خالی ہونا لازم آئے گا، کیونکہ دو رکعت مستقل نماز ہے اور نماز کو قراءت سے خالی کرنا جائز نہیں ہے یہی تو وجہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے چار رکعت نفل نماز کے لئے تحریمہ کہی تو احناف کے نزدیک اب اس شخص پر اس تحریمہ کی وجہ سے صرف پہلی دو رکعت واجب ہیں، چنانچہ اگر وہ اس نماز کو ترک کر دیتا ہے تو اس پر صرف دو رکعت کی قضاء واجب ہوگی، اس سے بھی معلوم ہوا کہ نفل کی ہر دو رکعت مستقل نماز ہے، تیسری رکعت کا قیام تحریمہ جدید کی طرح ہے، اسی وجہ سے فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ تیسری رکعت کا آغاز ثناء سے کرے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فى القراء ة، ج ا ص ۱۵۴، ط: رحمانیہ

❷ وَأَمَّا صِفَةُ الْقِرَاءَةِ فِيهَا فَالْقِرَاءَةُ فِي السُّنَنِ فِي الرَّكَعَاتِ كُلِّهَا فَرْضٌ، لِأَنَّ السُّنَّةَ تَطَوُّعٌ وَكُلُّ شَفْعٍ مِنْ التَّطَوُّعِ صَلَاةٌ عَلَى حِدَةٍ، لِمَا نَذْكُرُ فِي صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فَكَانَ كُلُّ شَفْعٍ مِنْهَا بِمَنْزِلَةِ الشَّفْعِ الْأَوَّلِ مِنْ الْفَرَائِضِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الصلاة، فصل فى القراء ة فى سنن الصلاة، ج ا ص ۲۸۵، ط: دار الكتب العلمية]

(قَوْلُهُ: وَالْقِرَاءَةُ وَاجِبَةٌ فِي جَمِيعِ رَكَعَاتِ النَّفْلِ وَفِي جَمِيعِ الْوِتْرِ) أَمَّا النَّفَلُ فَلِأَنَّ كُلَّ شَفْعٍ مِنْهُ صَلَاةٌ عَلَى حِدَةٍ وَالْقِيَامُ إلَى الثَّالِثَةِ كَتَحْرِيمَةٍ مُبْتَدَأَةٍ وَلِهَذَا يَسْتَفْتِحُ فِيهَا وَيَتَعَوَّذُ وَأَمَّا الْوِتْرُ فَلِلِاحْتِيَاطِ، لِأَنَّهُ مُتَرَدِّدٌ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالنَّفَلِ لِوُجُودِ عَلَامَةِ الْأَمْرَيْنِ فَاحْتَاطُوا لَهُ بِإِيجَابِ الْقِرَاءَةِ لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ نَفْلًا وَلَا يَسْتَفْتِحُ فِي الثَّالِثَةِ مِنْهُ وَلَا يَتَعَوَّذُ وَلَا يُكْمِلُ تَشَهُّدَهُ الْأَوَّلَ لِشَبَهِهِ بِالْفَرْضِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب النوافل، ج ا ص ۷۳، ط: المطبعة الخيرية]

(۱۰۶) إِنَّ الشُّرُوْعَ مُلْزِمٌ مَا شَرَعَ فِيْهِ وَمَا لَا صِحَّةَ لَهُ إِلَّا بِهِ. ❶

ترجمہ: شروع کرنا اس چیز کو لازم کرتا ہے جس کو شروع کیا ہو اور اس کو جس کے بغیر شروع کی ہوئی چیز صحیح نہ ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شروع کرنا اس چیز کے وجوب کا سبب بنتا ہے جس کو شروع کیا گیا ہو، اور اس چیز کے وجوب کا سبب بنتا ہے جس پر شروع کی ہوئی چیز موقوف ہو، مثلاً نفل نماز شروع کرتے ہی رکعتِ اولی واجب ہوگئی کیونکہ رکعتِ اولی (ماشرع فیہ) ہے، اور رکعتِ اولی کی صحت موقوف ہے رکعتِ ثانیہ پر، لہذا شروع کرنے سے رکعتِ ثانیہ بھی واجب ہوگئی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ اگر ایک آدمی نے چار رکعت نفل نماز کی نیت کر لی اور تحریمہ باندھ لی تو اس تحریمہ اولی سے صرف اس شخص پر دو رکعت واجب ہوں گی، اب اگر اس شخص نے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے شفعِ اول فاسد کر دیا تو اب اس شخص پر طرفین کے نزدیک صرف دو رکعت کی قضا واجب ہوگی نہ کہ چار رکعت کی، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چار رکعت کی قضاء واجب ہے۔ طرفین کی دلیل یہ اصول ہے کہ شروع کرنا اس چیز کے وجوب کا سبب ہوتا ہے جس کو شروع کیا ہو اور اس چیز کے وجوب کا سبب ہوتا ہے جس پر مشروع کی ہوئی کی صحت موقوف ہو، تو اسی اصول کی بنیاد پر طرفین فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت تو اس لئے واجب ہوگی کہ وہ ماشرع فیہ تھی اور دوسری رکعت اس لئے واجب ہوگی کہ رکعتِ اولی کی صحت رکعتِ ثانیہ پر موقوف ہے، رہی بات شفعِ ثانی (یعنی آخری دو رکعتیں) تو وہ نہ ماشرع فیہ ہے اور نہ اس پر ماشرع فیہ کی صحت موقوف ہے، لہذا شفعِ اول کو شروع کرنے سے شفعِ ثانی واجب نہیں ہوگا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القراءة، ج ۱ ص ۱۵۵، ط: رحمانیہ

❷ وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الشُّرُوعَ مُلْزِمٌ مَا شَرَعَ فِيهِ وَمَا لَا صِحَّةَ لَهُ إِلَّا بِهِ وَلَا تَعَلُّقَ لِأَحَدِ الشَّفْعَيْنِ بِالْآخِرِ وَهَذَا لِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الشُّرُوعُ وَلَمْ يُوجَدْ الشُّرُوعُ فِي الشَّفْعِ الثَّانِي مَا لَمْ يَقُمْ إِلَى الثَّالِثَةِ فَلَمْ تَقْتَرِنْ النِّيَّةُ بِالسَّبَبِ وَإِنَّمَا هِيَ مُجَرَّدُ النِّيَّةِ وَهِيَ لَمْ تُؤَثِّرْ فِي الْإِيجَابِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۱ ص ۱۷۴، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(۱۰۷) إِنَّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ تَرْكُ الْقِرَاءَةِ فِي الْأُولَيَيْنِ أَوْ فِي إِحْدَاهُمَا يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ تَرْكُ الْقِرَاءَةِ فِي الشَّفْعِ الْأَوَّلِ لَا يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ وَإِنَّمَا يُوجِبُ فَسَادَ الْأَدَاءِ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ تَرْكُ الْقِرَاءَةِ فِي الْأُولَيَيْنِ يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ وَفِي إِحْدَاهُمَا لَا يُوجِبُ. [1]

ترجمہ: امام محمد کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں یا دونوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کو ترک کرنا یہ تحریمہ کے بطلان کو ثابت کرتا ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک شفعِ اول میں قراءت کو ترک کرنا یہ تحریمہ کے بطلان کو ثابت نہیں کرتا، یہ فسادِ اداء ہی کو ثابت کرتا ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی دونوں رکعتوں میں قرات کو ترک کرنا تحریمہ کو باطل کر دیتا ہے اور دونوں میں سے ایک کو ترک کرنا تحریمہ کے بطلان کو ثابت نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کسی آدمی نے شفعِ اول کی دونوں رکعتوں میں یا دونوں میں سے ایک رکعت میں قراءت نہ کی تو اس شخص کی تحریمہ باطل ہو جائے گی، لہذا شفعِ ثانی کی بنا کرنا شفعِ اول پر درست نہیں ہے۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ایک آدمی شفعِ اول کی دونوں رکعتوں میں قراءت نہ کرے پھر بھی تحریمہ باقی رہے گی البتہ اداء فاسد ہو جائے گی، لہذا اسی شفعِ اول پر شفعِ ثانی کی بناء کرنا درست ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر شفعِ اول کی دونوں رکعتوں میں قراءت ترک کر دی تو تحریمہ باطل ہو جائے گی، البتہ اگر شفعِ اول کی ایک رکعت میں قرات ترک کی تو اس سے تحریمہ باطل نہیں ہوگی، لہذا اس پر شفع ثانی کی بنا درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے چار رکعت نفل نماز شروع کی اور پھر کسی رکعت میں بھی قراءت نہیں کی تو اب طرفین کے نزدیک اس پر صرف دو رکعت کی قضا واجب ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک چار رکعت

[1] الهداية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القراءة، ج ١ ص ١٥٥، ط: رحمانيه

کی قضا کرے گا۔ طرفین کے نزدیک شفعِ اول میں ترکِ قراءت کی وجہ سے تحریمہ باطل ہوگئی، تو اب شفعِ ثانی کا شروع کرنا درست نہیں ہوا، پس گویا اس نے دو رکعت کے لئے تحریمہ باندھی تھی اور اسی کو فاسد کیا تو اس پر دو رکعت کی قضاء واجب ہے، چونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تحریمہ باطل نہیں ہوئی لہذا شفعِ ثانی کو شروع کرنا صحیح ہے، لیکن ترکِ قراءت کی وجہ سے چاروں رکعتیں فاسد ہوگئیں اس لئے چاروں کی قضاء واجب ہے۔ ❶

(۱۰۸) إِنَّ الصَّلَاةَ خَيْرُ مَوْضُوعٍ. ❷

ترجمہ: نماز بہترین موضوع ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نماز خیر موضوع ہے یعنی بندے کے لئے یہ نیکی اس طرح مہیا کردی گئی ہے کہ جمیع اوقات میں حاصل کرسکتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ آدمی نفل کھڑے ہونے پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے کیونکہ نماز خیر موضوع ہے، اور بسا اوقات انسان پر کھڑا ہونا شاق گزرتا ہے تو اب اس کے لئے قیام کو ترک کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر نفل نماز میں قیام کی شرط لگائی جائے تو یہ نفل نماز کو چھوڑنے کا باعث اور سبب ہوسکتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نفل نماز غیر واجب ہے اور جو چیز اس انداز پر ہو اس میں ایسی شرط نہیں لگائی جاتی جو اس کے

---

❶ (وَكَذَا الْخِلَافُ لَوْ جَرَّدَ الْأَرْبَعَ عَنْ الْقِرَاءَةِ) أَيْ يَقْضِي رَكْعَتَيْنِ عِنْدَهُمَا لِأَنَّ أَفْعَالَ الصَّلَاةِ لَمَّا فَسَدَتْ بِتَرْكِ الْقِرَاءَةِ بَطَلَتْ التَّحْرِيمَةُ لِأَنَّهَا إِنَّمَا انْعَقَدَتْ لِأَجْلِهَا فَلَمْ يَصِحَّ شُرُوعُهُ فِي الشَّفْعِ الثَّانِي فَيَلْزَمُ قَضَاءُ الشَّفْعِ الْأَوَّلِ فَقَطْ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ تَرْكُ الْقِرَاءَةِ لَا يُوجِبُ بُطْلَانَ التَّحْرِيمَةِ لِجَوَازِ صَلَاةِ الْأُمِّيِّ بِلَا قِرَاءَةٍ فَيَصِحُّ شُرُوعُهُ فِي الْأَرْبَعِ فَيَلْزَمُ قَضَاءُ الْأَرْبَعِ لِإِفْسَادِهَا بِتَرْكِ الْقِرَاءَةِ (أَوْ قَرَأَ فِي إِحْدَى الْأُخْرَيَيْنِ فَحَسْبُ) أَيْ يَلْزَمُهُ قَضَاءُ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَهُمَا وَقَضَاءُ أَرْبَعٍ عِنْدَهُ عَلَى قِيَاسِ مَا سَبَقَ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۱ ص ۱۲۸، ط: دار إحياء التراث]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القراءة، ج ۱ ص ۱۵۶، ط: رحمانیہ

چھوڑنے کا سبب ہو، کیونکہ جو ترکِ خیر کا سبب ہوگا وہ خیر نہیں ہوسکتا اور قیام کی شرط لگانا نفل کے چھوڑنے کا سبب ہوسکتا ہے، کیونکہ بسا اوقات مصلی پر قیام شاق ہوتا ہے، پس اگر قیام کو نفل نماز میں شرط قرار دینے کی صورت میں نفل ہی کا ترک کرنا لازم آئے گا حالانکہ نفل خیر موضوع ہے، اس لئے نفل نماز کے لئے قیام کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔ ❶

(۱۰۹) إِنَّ النَّوَافِلَ غَيْرُ مُخْتَصَّةٍ بِوَقْتٍ. ❷

ترجمہ: نوافل کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نوافل کسی وقت کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ ہمہ اوقات میں ادا کئے جاسکتے ہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ اگر مسافر آدمی شہر سے باہر نفل نماز سواری پر پڑھتا ہے تو یہ جائز ہے، چاہے عذر ہو یا نہ ہو اور سواری جس جہت کی

---

❶ وَإِنَّمَا جَازَتِ النَّافِلَةُ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ، لِأَنَّ الصَّلَاةَ خَيْرٌ مَوْضُوعٍ وَرُبَّمَا يَشُقُّ عَلَيْهِ الْقِيَامُ فَجَازَ لَهُ تَرْكُهُ كَيْ لَا يَنْقَطِعَ عَنْ هَذَا الْخَيْرِ الْمَوْضُوعِ وَقُيِّدَ بِالنَّافِلَةِ احْتِرَازًا عَنِ الْفَرْضِ وَالْوِتْرِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب النوافل، ج ۱ ص ۷۴، ط: المطبعة الخيرية]

(وَيَتَنَفَّلُ قَاعِدًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ ابْتِدَاءً وَبِنَاءً) أَمَّا الِابْتِدَاءُ فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَالْمُرَادُ بِهِ النَّفَلُ فِي غَيْرِ حَالَةِ الْعُذْرِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ صَلَاةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاةِ الْقَائِمِ إِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَالْفَرْضُ لَا يَجُوزُ أَنْ يُصَلَّى قَاعِدًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا الْحَدِيثَ، فَتَعَيَّنَ النَّفَلُ مُرَادًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ وَلِأَنَّ الصَّلَاةَ خَيْرٌ مَوْضُوعٍ فَرُبَّمَا يَشُقُّ عَلَيْهِ الْقِيَامُ فَجَازَ تَرْكُهُ كَيْ لَا يَتْرُكَهُ أَصْلًا.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۱ ص ۱۷۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فى القراءة، ج ۱ ص ۱۵۶، ط: رحمانیہ

طرف بھی متوجہ ہو یعنی استقبالِ قبلہ شرط نہیں ہے، کیونکہ اگر ہم اترنے اور استقبالِ قبلہ کی شرط لگائیں گے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر جہتِ قبلہ ہو کر نفل نماز پڑھنا شروع کرے تو اس سے قافلہ نکل جائے گا اور اگر نہ پڑھے تو اس سے نفل نماز رہ جائے گی، جبکہ نفل نماز خیر موضوع ہے۔ ❶

باب إدراک الفريضة

(۱۱۰) إِنَّ الْفَرْضَ لَا يَتَكَرَّرُ فِيْ وَقْتٍ وَاحِدٍ. ❷

ترجمہ: فرض ایک وقت میں مکرر نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں فرض مکرر نہیں ہوتا یعنی ایک وقت میں ایک ہی فرض کو دو مرتبہ ادا کرنا درست نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایک آدمی انفرادی طور پر مثلاً ظہر کی تین رکعت پڑھ چکا تھا پھر جماعت کھڑی ہوگئی تو اب یہ شخص اپنی چار رکعت کو پورا کرے اور پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے، اس لئے کہ یہ شخص ظہر کی اکثر نماز پڑھ چکا ہے اور اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے، صرف ایک رکعت باقی ہے اسے مکمل کر کے جماعت میں شامل ہو، اب امام کے ساتھ اس کی یہ نماز نفل ہوگی نہ کہ فرض، کیونکہ فرض تو یہ ایک مرتبہ پڑھ چکا ہے اور مذکورہ قاعدے کی بنیاد پر فرض میں تکرار جائز نہیں ہے، لہٰذا اس کی یہ جماعت کے ساتھ نماز نفل ہی ہوگی نہ کہ فرض۔ برخلاف اس کے تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور جماعت کے ساتھ فرض نماز میں شامل ہو جائے، اب پہلی دو رکعتیں

---

❶ (وَرَاكِبًا خَارِجَ الْمِصْرِ مُومِيًا إِلَى أَىِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ دَابَّتُهُ) أَىْ وَيَتَنَفَّلُ رَاكِبًا لِحَدِيثِ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى وَهُوَ عَلَى رَاحِلَتِهِ النَّوَافِلَ فِى كُلِّ جِهَةٍ لَكِنْ يَخْفِضُ السُّجُودَ مِنَ الرُّكُوعِ وَيُومِئُ إِيمَاءً وَلِأَنَّ النَّوَافِلَ غَيْرُ مُخْتَصَّةٍ بِوَقْتٍ فَلَوْ أَلْزَمْنَاهُ النُّزُولَ وَاسْتِقْبَالَ الْقِبْلَةِ تَنْقَطِعُ عَنْهُ النَّافِلَةُ أَوْ يَنْقَطِعُ هُوَ عَنْ الْقَافِلَةِ، وَأَمَّا الْفَرَائِضُ فَمُخْتَصَّةٌ بِوَقْتٍ فَلَا تَجُوزُ عَلَى الدَّابَّةِ إِلَّا لِلضَّرُورَةِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۱ ص ۱۷۷، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة، ج ۱ ص ۱۵۸، ط: رحمانیہ

نفل ہو جائیں گی، اور جماعت کے ساتھ نماز فرض ہو گی۔ ❶

(۱۱۱) إِنَّ الْقَضَاءَ اِخْتَصَّ بِالْوَاجِبِ. ❷

ترجمہ: قضا واجب کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ قضا کرنا صرف فرض اور واجب کے ساتھ خاص ہے نہ کہ نوافل کے ساتھ یعنی نوافل کی قضا نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی سے فجر کی دو رکعت سنتیں قضا ہو گئیں تو شیخین کی نزدیک اب یہ شخص نہ طلوعِ شمس سے پہلے ان کی قضاء کرے اور نہ طلوعِ شمس کے بعد، کیونکہ یہ سنت ہے اور مذکورہ اصول کی بنیاد پر قضا صلاۃِ واجبہ کے ساتھ خاص ہے نہ کہ سنن اور نوافل کے ساتھ، لہذا یہ سنتوں کی قضا نہ کرے۔ قضاء واجب کے ساتھ اس لئے خاص ہے کہ قضاء نام ہے "مثل ما وجب بالأمر" کو سپرد کرنے کا، سنن چونکہ واجب نہیں ہیں اس لئے مثلِ واجب کو سپرد کرنا کیسے متحقق ہو سکتا ہے؟ ❸

---

❶ (قَوْلُهُ وَلَوْ صَلَّى ثَلَاثًا يُتِمُّ وَيَقْتَدِي مُتَطَوِّعًا) لِأَنَّ لِلْأَكْثَرِ حُكْمَ الْكُلِّ فَلَا يَحْتَمِلُ النَّقْضَ وَإِنَّمَا يَقْتَدِي مُتَطَوِّعًا لِأَنَّ الْفَرْضَ لَا يَتَكَرَّرُ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ وَصَرَّحَ فِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ أَنَّ مَا يُؤَدَّى مَعَ الْإِمَامِ نَافِلَةٌ يُدْرِكُ بِهَا فَضِيلَةَ الْجَمَاعَةِ وَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ الْعَصْرُ فَإِنَّهُ لَا يَقْتَدِي بَعْدَهَا لِمَا عُلِمَ مِنْ بَابِ الْأَوْقَاتِ الْمَكْرُوهَةِ وَلِهَذَا قَيَّدَ بِالظُّهْرِ وَقَيَّدَ بِالثَّلَاثِ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ فِي الثَّالِثَةِ وَلَمْ يُقَيِّدْهَا بِالسَّجْدَةِ فَإِنَّهُ يَقْطَعُهَا لِأَنَّهُ بِمَحَلِّ الرَّفْضِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، ج۲ ص۷۸، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، ج ۱ ص ۱۶۰، ط: رحمانیہ

❸ (قَوْلُهُ وَلَمْ تُقْضَ إِلَّا تَبَعًا) أَيْ لَمْ تُقْضَ سُنَّةُ الْفَجْرِ إِلَّا إِذَا فَاتَتْ مَعَ الْفَرْضِ فَتُقْضَى تَبَعًا لِلْفَرْضِ سَوَاءٌ قَضَاهَا مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ وَحْدَهُ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي السُّنَّةِ أَنْ لَا تُقْضَى لِاخْتِصَاصِ الْقَضَاءِ بِالْوَاجِبِ وَالْحَدِيثُ وَرَدَ فِي قَضَائِهَا تَبَعًا لِلْفَرْضِ فِي غَدَاةِ لَيْلَةِ التَّعْرِيسِ فَبَقِيَ مَا وَرَاءَهُ عَلَى الْأَصْلِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة، ج۲ ص۸۰، ط: دار الكتاب الإسلامی]

باب قضاء الفوائت

(۱۱۲) إِنَّ التَّرْتِيبَ بَيْنَ الْفَوَائِتِ وَفَرْضِ الْوَقْتِ مُسْتَحَقٌّ. ❶

ترجمہ: فوت شدہ نمازوں اور وقتی فرض نماز کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا تعلق صاحبِ ترتیب کے ساتھ ہے، یعنی صاحبِ ترتیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی فوت شدہ نماز اور وقتی فرض کے درمیان ترتیب کا لحاظ رکھے یعنی پہلے فوت شدہ نمازوں کی قضا کرے بعد میں فرضِ وقت کو ادا کرے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں اگر صاحبِ ترتیب سے مثلاً ظہر کی نماز فوت ہوگئی اور اب عصر کی نماز کا وقت ہے تو مذکورہ اصول کی بنیاد پر پہلے ظہر کی قضا کرے بعد میں فرضِ وقت یعنی عصر کو ادا کرے۔ ❷

(۱۱۳) إِنَّ التَّرْتِيبَ يَسْقُطُ بِضِيقِ الْوَقْتِ وَكَذَا بِالنِّسْيَانِ وَكَثْرَةِ الْفَوَائِتِ. ❸

ترجمہ: وقت کی تنگی، نسیان اور فوت شدہ نمازوں کی کثرت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ترتیب شخص کی ترتیب تین اسباب سے ساقط ہو جاتی ہے:

۱...... جب وقت تنگ ہو یعنی فائتہ نماز میں مشغول ہونے سے وقتی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔

۲...... فوت شدہ نماز کو بھول جائے۔

۳...... فوت شدہ نمازوں کی تعداد چھ (۶) سے زیادہ ہو جائے۔

مذکورہ اصول کو صاحبِ ہدایہ ذکر کرنے کے بعد اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر صاحبِ ترتیب سے مثلاً ظہر کی نماز قضا ہوگئی اور اب عصر کا آخری وقت ہے، اگر یہ فوت شدہ نماز کی قضاء

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ١ ص ١٦١، ط: رحمانه

❷ أَنَّ مُرَاعَاةَ التَّرْتِيبِ بَيْنَ الْفَوَائِتِ وَبَيْنَ فَرْضِ الْوَقْتِ وَاجِبٌ إِلَّا فِي حَالَةِ النِّسْيَانِ أَوْ ضِيقِ الْوَقْتِ أَوْ كَثْرَةِ الْفَوَائِتِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب الصلاة، باب نوادر الصلاة، ج ٢ ص ٨٧]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ١ ص ١٦١، ط: رحمانيه

کرے گا تو تنگی وقت کی بنا پر اس سے وقتی نماز فوت ہو جائے گی، تو اب یہ شخص وقتی نماز پڑھے اور بعد میں فوت شدہ نماز کی قضا کرے، کیونکہ مذکورہ اصول کی بنیاد پر اب وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے اس سے ترتیب ساقط ہو چکی ہے، لہذا پہلے وقتی نماز پڑھے اور بعد میں فوت شدہ کی قضا کرے۔ اسی طرح اگر فائتہ نماز کو بھول جائے، یا فوت شدہ نمازوں کی کثرت ہو جائے تو ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اب ایسا شخص وقتیہ نماز کو پہلے ادا کرے اس لئے کہ ادا کا مقام فائتہ یعنی قضاء سے اعلیٰ وارفع ہے۔ ❶

(۱۱۴) إِنَّ الْفَرْضِيَّةَ إِذَا بَطَلَتْ بَطَلَتِ التَّحْرِيمَةُ أَصْلًا عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَعِنْدَ الشَّيْخَيْنِ لَا يَبْطُلُ. ❷

ترجمہ: امام محمد کے نزدیک جب فرضیت باطل ہو جائے تو اصل تحریمہ بھی باطل ہو جائے گی، اور شیخین کے نزدیک اصل تحریمہ باطل نہیں ہوگی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی صاحبِ ترتیب شخص نے عصر کی نماز کو آخری وقت سے پہلے ادا کیا تو اس صورت میں اس کی عصر کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ اس کے ذمے ظہر کی قضاء واجب ہے، لہذا ترتیب فوت ہونے کی وجہ اس کی نمازِ عصر فاسد ہو جائے گی، اور اگر اس نے عصر کی نماز بالکل آخری وقت میں ادا کی تو اس کی یہ نماز درست ہے کیونکہ تنگی وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی ہے۔ اب پہلی صورت میں جو عصر کی نماز فاسد ہوگئی تو کیا یہ فساد وصف تک محدود ہوگا یا اصلِ صلاۃ بھی اس کی زد میں آئے گی؟ چنانچہ شیخین کے نزدیک یہ فساد وصف صلاۃ تک محدود ہوگا اصلِ صلاۃ میں اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا، لہذا اس وصف (فرض ہونا) تو باطل

---

❶ (قَوْلُهُ: وَقَدَّمَهَا عَلَى صَلَاةِ الْوَقْتِ إِلَّا أَنْ يَخَافَ فَوْتَ صَلَاةِ الْوَقْتِ عَلَى الْفَائِتَةِ ثُمَّ يَقْضِيهَا) التَّرْتِيبُ بَيْنَ الْفَوَائِتِ وَفَرْضِ الْوَقْتِ عِنْدَنَا شَرْطٌ مُسْتَحَقٌّ وَيُسْقِطُهُ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ ضِيقُ الْوَقْتِ وَالنِّسْيَانُ وَدُخُولُ الْفَوَائِتِ فِي حَيِّزِ التَّكْرَارِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ا ص ٦٧، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ا ص ١٦٣، ط: رحمانيه

ہوجائے گا، البتہ اصلِ نماز اس کے حق میں نفل اور تطوع ہوگی، امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وصف اور اصلِ صلاۃ دونوں باطل ہوں گی۔ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو مثال کے ذریعے واضح کیا ہے، اگر کسی شخص نے تنگدستی اور غربت کی وجہ سے کفارہ یمین کے اندر تین روزے رکھنا شروع کئے، ایک دو روزے کے بعد وہ مالدار ہوگیا تو اب اس کے لئے غلام آزاد کرنا یا اطعام یا کسوۃ سے کفارہ دینا ضروری ہوگا، ان تینوں پر عدمِ قدرت کی صورت میں روزہ رکھنے کا حکم ہے، پس جب اس نے تنگدستی کی وجہ سے روزے کے ساتھ کفارہ ادا کرنا شروع کیا لیکن اس دوران مالدار ہوگیا تو اس روزے کا وصف وقوعِ کفارہ باطل ہوجائے گا، لیکن اصل روزہ باطل نہیں ہوگا، اور یہ روزہ نفل شمار ہوگا، اسی طرح صورتِ مسئولہ میں مصلی کا وصف ''فرض ہونا'' باطل ہوگا اور اصل نماز باطل نہیں ہوگی بلکہ وہ نفل شمار ہوگی۔ ❶

---

❶(وَبُطْلَانِ الْفَرْضِيَّةِ لَا يَبْطُلُ أَصْلُ الصَّلَاةِ) عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ (خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ) لِأَنَّ التَّحْرِيمَةَ عُقِدَتْ لِلْفَرْضِ فَإِذَا بَطَلَتْ الْفَرْضِيَّةُ بَطَلَتْ أَصْلًا وَلَهُمَا أَنَّهَا عُقِدَتْ لِأَصْلِ الصَّلَاةِ بِوَصْفِ الْفَرْضِيَّةِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ ضَرُورَةِ بُطْلَانِ الْوَصْفِ بُطْلَانُ الْأَصْلِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ا ص ۱۴۵، ط: المطبعة الخيرية]

(لَا يَبْطُلُ أَصْلُ الصَّلَاةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَبْطُلُ) حَتَّى لَوْ قَهْقَهَ بَعْدَ التَّذَكُّرِ لَا تَنْتَقِضُ طَهَارَتُهُ (قَوْلُهُ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ ضَرُورَةِ بُطْلَانِ الْوَصْفِ بُطْلَانُ الْأَصْلِ) يَعْنِي لَيْسَ الْمَوْجُودُ مِمَّا يُبْطِلُ أَصْلَ الصَّلَاةِ كَالْحَدَثِ بَلْ وَصْفَ الْفَرْضِيَّةِ. وَلَا تَلَازُمَ بَيْنَ بُطْلَانِ الْوَصْفِ وَبُطْلَانِ الْأَصْلِ كَالْمُكَفِّرِ بِالصَّوْمِ إذَا أَيْسَرَ فِي خِلَالِ الْيَوْمِ لَا يَبْطُلُ صَوْمُهُ فَيَصِيرُ مُفْطِرًا بَلْ يَبْطُلُ وَصْفُ وُقُوعِهِ كَفَّارَةً.

[فتح القدير: كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ا ص ۴۹۶، ط: دار الفكر]

باب سجود السھو

(۱۱۵) إِنَّ سُجُوْدَ السَّهْوِ مِمَّا لَا يَتَكَرَّرُ. ❶

ترجمہ: سجدہ سہو ان چیزوں میں سے ہے جو مکرر نہیں ہوتے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بعض اشیاء ایسی ہیں جن میں تکرار نہیں ہوتا اور سجدہ سہو بھی ان اشیاء میں سے ہے یعنی سجدہ سہو میں بھی تکرار نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ احناف کے نزدیک چاہے نماز میں زیادتی ہو جائے یا کمی، ایک ہی سجدہ سلام کے بعد واجب ہوتا ہے نہ کہ سلام سے پہلے، دراصل یہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول سے احتراز ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں کمی کی صورت میں سلام سے پہلے سجدہ کرے اور زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد سجدہ کرے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ سہو سلام سے پہلے کرنا اولی ہے، جبکہ احناف کے نزدیک دونوں صورتوں میں سلام کے بعد سجدہ سہو کرے گا، کیونکہ اگر سلام سے پہلے سجدہ کرے تو اس صورت میں تکرار آئے گا، جبکہ مذکورہ اصول کی رو سے سجدہ سہو میں تکرار نہیں ہے۔ اس لئے کہ سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنے میں تکرار کا امکان ہے بایں طور کہ سلام سے پہلے سجدہ کرلیا پھر جب سلام پھیرنے کا وقت آیا تو اس کو شک ہو گیا کہ تین رکعتیں ہوئیں یا چار ہوئیں، اسی سوچ میں پڑا رہا یہاں تک کہ سلام میں تاخیر ہو گئی پھر یاد آیا کہ چار رکعتیں ہو گئی ہیں، تو اب تاخیر سلام کی وجہ سے اس پر دوبارہ سجدہ سہو واجب ہوا، اب یہ شخص دوبارہ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں، دو ہی صورتیں ہیں، اگر اس نے دوبارہ سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز میں ایسا نقص باقی رہ گیا جس کی تلافی نہیں کی گئی ہے اور اگر دوبارہ سجدہ ہو گیا تو سجدہ سہو مکرر ہو جائے گا، حالانکہ یہ بالاجماع غیر مشروع ہے، اس لئے مناسب یہ ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے تاکہ تمام سہووں کی تلافی ممکن ہو۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۱۶۴، ط: رحمانیہ

❷ (وَلِأَنَّ سُجُوْدَ السَّهْوِ مِمَّا لَا يَتَكَرَّرُ) دَلِيلٌ مَعْقُولٌ عَلَى أَوْلَوِيَّةِ التَّأْخِيرِ، وَبَيَانُهُ أَنَّ سُجُوْدَ السَّهْوِ كَانَ يَنْبَغِي أَلَّا يَتَأَخَّرَ عَنْ زَمَانِ وُجُودِ الْعِلَّةِ وَهِيَ السَّهْوُ إِلَّا أَنَّهُ تَأَخَّرَ لِضَرُورَةِ أَلَّا يَتَكَرَّرَ، لِأَنَّهُ =

(۱۱۶) إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْضِعُهُ آخِرُ الصَّلَاةِ. ❶

ترجمہ: دعا کا مقام نماز کا آخری حصہ ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ دعا کا محل نماز کا آخر ہے، یعنی نماز کے آخر میں دعا ہوتی ہے نہ کہ درمیان میں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ سہو کے قعدے میں درود اور دعا پڑھی جائے گی (قعدہ سہو سے مراد سجدہ کے بعد کا قعدہ ہے) کیونکہ دعا کا محل آخر صلاۃ ہے، لہٰذا مذکورہ اصول کی بنیاد پر درود اور دعا بھی سہو کے قعدے کے بعد پڑھی جائے کیونکہ یہ نماز کا آخر ہے۔ ❷

(۱۱۷) إِنَّ سَجْدَةَ السَّهْوِ لَا تَجِبُ إِلَّا بِتَرْكِ وَاجِبٍ أَوْ تَأْخِيرِهِ أَوْ تَأْخِيرِ رُكْنٍ سَاهِيًا. ❸

= إِذَا سَجَدَ زَمَانَ سَهْوِهِ وَأَمْكَنَ أَنْ يَسْهُوَ بَعْدَهُ فَإِنْ سَهَا فَإِمَّا أَنْ يَسْجُدَ ثَانِيًا أَوْ لَا، فَإِنْ لَمْ يَسْجُدْ بَقِيَ نَقْصٌ لَازِمٌ لَا جَبْرَ لَهُ، وَإِنْ سَجَدَ تَتَكَرَّرُ السَّجْدَةُ وَهُوَ غَيْرُ مَشْرُوعٍ بِالْإِجْمَاعِ فَلَزِمَ التَّأْخِيرُ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ا ص ۵۰۰، ط: دار الفكر]

وَلَا خِلَافَ فِي الْجَوَازِ قَبْلَ السَّلَامِ وَبَعْدَهُ لِصِحَّةِ الْحَدِيثِ فِيهِمَا وَالتَّرْجِيحُ لِمَا قُلْنَا مِنْ جِهَةِ الْمَعْنَى أَنَّ السَّلَامَ مِنْ الْوَاجِبَاتِ فَيُقَدَّمُ عَلَى سُجُودِ السَّهْوِ قِيَاسًا عَلَى غَيْرِهِ مِنْ وَاجِبَاتِ الصَّلَاةِ، وَلِأَنَّ سُجُودَ السَّهْوِ مِمَّا لَا يَتَكَرَّرُ فَيُؤَخَّرُ عَنْ السَّلَامِ حَتَّى لَوْ سَهَا عَنْ السَّلَامِ يَنْجَبِرُ بِهِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ا ص ۱۹۲، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ا ص ۱۶۴، ط: رحمانیہ

❷ أَنَّهُ يَأْتِي بِالصَّلَاةِ وَالدُّعَاءِ فِي قَعْدَةِ السَّهْوِ لِأَنَّ الدُّعَاءَ مَوْضِعُهُ آخِرُ الصَّلَاةِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ا ص ۱۰۱، ط: دار الكتاب الإسلامی]

وَيَأْتِي بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالدُّعَاءِ فِي قَعْدَةِ السَّهْوِ، وَهُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ مَوْضِعَهُمَا آخِرُ الصَّلَاةِ، وَهُوَ اخْتِيَارُ الْكَرْخِيِّ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ا ص ۱۹۲، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ا ص ۱۶۵، ط: رحمانیہ

ترجمہ: سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا مگر واجب کے ترک کرنے پر یا واجب میں تاخیر کرنے پر یا بھول کر رکن میں تاخیر کرنے پر۔

تشریح: مذکورہ اصول میں ان اُمور کا ذکر ہے جن سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اور وہ اُمور یہ ہیں:

۱......واجب کے ترک کرنے پر۔

۲......واجب کی ادائیگی میں تاخیر کرنے پر۔

۳......کسی رکن کی ادائیگی میں تاخیر کرنے پر۔

کسی رکن کو عمداً ترک کرنے سے نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہوگی سجدہ سہو کافی نہ ہوگا۔ اسی طرح نماز میں سنت یا مستحب کے ترک کرنے پر بھی سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی مصلی نے نماز میں ایسے فعل کا اضافہ کیا جو جنس صلاۃ میں سے ہو مگر نماز کا جز نہ ہو، مثلاً دو سجدہ کے بجائے تین یا چار سجدہ کر لئے، تو اس صورت میں مصلی پر سجدہ سہو واجب ہوگا، وجہ یہ ہے کہ یہ اضافہ کرنا تاخیر رکن یا تاخیر واجب سے خالی نہیں۔ پہلی رکعت میں دو سجدوں کے بجائے تین یا چار سجدہ کئے تو اب اس صورت میں رکن میں تاخیر ہوئی کیونکہ دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا رکن ہے۔ اسی طرح سلام سے پہلے سوچنے لگا کہ میں نے دو رکعت پڑھی ہے یا تین تو اس صورت میں واجب یعنی سلام میں تاخیر ہوگئی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سجدہ سہو یا تو بھول کر کسی واجب (مثلاً قعدہ اولی وغیرہ) کو ترک کرنے سے واجب ہوگا، یا کسی واجب کو مؤخر کرنے (مثلاً دو رکعت والی نماز میں بھول کر قعدہ آخرہ کے بعد کھڑا ہونے) سے واجب ہوگا، کیونکہ اس صورت میں سلام میں تاخیر ہوئی ہے، یا بھول کر کسی رکن کو مؤخر کرنے سے واجب ہوگا، مثلاً ایک رکعت میں تین سجدے کر لئے، تو قیام جو رکن ہے اس میں کھڑے ہونے میں تاخیر ہوگئی۔ [1]

---

[1] (قَوْلُهُ: وَالسَّهْوُ يَلْزَمُهُ إذَا زَادَ فِي صَلَاتِهِ فِعْلًا مِنْ جِنْسِهَا لَيْسَ مِنْهَا) فِي قَوْلِهِ يَلْزَمُهُ تَصْرِيحٌ بِأَنَّهُ وَاجِبٌ وَهُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهُ شُرِعَ لِجَبْرِ النُّقْصَانِ فَكَانَ وَاجِبًا كَالدِّمَاءِ فِي الْحَجِّ وَإِذَا =

(۱۱۸) إِنَّ النُّقْصَانَ الْمُتَمَكِّنَ فِيْ صَلَاةِ الْإِمَامِ مُتَمَكِّنٌ فِيْ صَلَاةِ الْقَوْمِ. ❶

ترجمہ: وہ نقصان جو امام کی نماز میں ثابت ہو جائے تو وہ مقتدیوں کی نماز میں بھی ثابت ہوگا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر امام کی نماز میں کمی بیشی ہو جائے تو یہ کمی بیشی مقتدیوں کی نماز میں بھی ثابت ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام کی غلطی مقتدیوں پر بھی سجدہ سہو واجب کرتی ہے، یعنی اگر امام سے نماز میں ایسا سہو ہو جائے جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو اس صورت میں مقتدیوں پر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا امام کی اقتداء کی وجہ سے۔ ❷

(۱۱۹) إِنَّ تَقَرُّرَ السَّبَبِ الْمُوْجَبِ فِيْ حَقِّ الْأَصْلِ تَقَرُّرٌ فِيْ حَقِّ تَابِعِهِ. ❸

ترجمہ: اصل کے حق میں سببِ موجب کا ثابت ہونا یہ اس کے تابع کے حق میں ثابت ہونا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو سبب موجب اصل کے حق میں ثابت ہوتا ہے تو وہ سبب اصل کے تابع کے حق میں بھی ثابت ہوگا کیونکہ تابع اصل کا نائب ہے، جیسے مذکورہ بالا اصول میں امام کی غلطی سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس پر تفریع کر رہے ہیں کہ امام کی نیت

= كَانَ وَاجِبًا لَا يَجِبُ إِلَّا بِتَرْكِ وَاجِبٍ أَوْ بِتَأْخِيرِهِ أَوْ بِتَغْيِيرِ رُكْنٍ سَاهِيًا، وَقَوْلُهُ مِنْ جِنْسِهَا أُحْتُرِزَ عَنْ غَيْرِ جِنْسِهَا كَتَقْلِيبِ الْحَجَرِ وَنَحْوِهِ فَإِنَّهُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ مَكْرُوهًا أَوْ مُفْسِدًا.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۷٦، ط: المطبعة الخيرية]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۱٦۵، ط: رحمانیہ

❷ (وسهو الإمام يوجب على المؤتم السجود) السجود منصوب لأنه مفعول يوجب (لتقرر السبب الموجب في حق الأصل) أراد بالسببية السهو، وبالأصل الإمام، فلما وجب عليه وجب على من خلفه، لأن النقصان المتمكن في صلاته متمكن في صلاة القوم، لأن صلاتهم متعلقة بصلاته صحة وفسادا، فوجب عليهم السجود.

[البناية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۲ ص ۲۱٦، ط: دار الكتاب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۱٦۵، ط: رحمانیہ

اقامت سے مقتدی پر بھی اقامت کا حکم لازم ہوتا ہے، یعنی اگر مسافر امام نے دورانِ نماز اقامت کی نیت کر لی اب امام پر دو کے بجائے چار رکعت لازم ہوئی، تو اس امام کی نیتِ اقامت سے مقتدی بھی مقیم شمار ہوگا اور مقتدی کی بھی ثنائی نماز رباعی ہو جائے گی، اگر چہ مقتدی نے اقامت کی نیت نہ کی ہو، کیونکہ مذکورہ اصول کی بنیاد پر مقتدی کے حق میں بھی سببِ موجب ثابت ہوگا۔ ❶

(۱۲۰) إِنَّ مَا يَقْرُبُ مِنَ الشَّيْءِ يَأْخُذُ حُكْمَهُ. ❷

ترجمہ: جو کسی شیٔ سے قریب ہوتا ہے تو وہ بھی اسی کا حکم لے لیتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شیٔ اور قربِ شیٔ کا حکم ایک ہوتا ہے، یعنی جو چیز کسی چیز کے قریب ہو تو اس شیٔ مقرب کا وہی حکم ہوتا ہے جو مقرب منہ کا ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر مصلی بھولے سے قعدہ اولی سے کھڑا ہو گیا اب اگر وہ اقرب الی القعود ہو یعنی بیٹھنے کے زیادہ قریب ہو تو دوبارہ بیٹھ جائے اور قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے، کیونکہ جب مصلی ایسی حالت پر تھا جو اقرب الی القعود تھی تو مذکورہ اصول کی بنیاد پر یہ قعود کے حکم میں ہوگا گویا کہ وہ کھڑا ہی نہیں ہوا، اس لئے اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔ ❸

(۱۲۱) إِنَّ سَلَامَ مَنْ عَلَيْهِ السَّهْوُ لَا يُخْرِجُهُ عَنِ الصَّلَاةِ أَصْلًا عِنْدَ مُحَمَّدٍ،

---

❶ ولأجل تقرر السبب الموجب في حق الأصل (يلزمه) أي يلزم المؤتم (حكم الإقامة بنية الإمام) يعني إذا نوى الإمام في وسط صلاته الإقامة يصير فرضهم أربعا، وإن لم يوجد من القوم النية.

[البناية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج۲ ص ۶۱۲، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۱۶۶، ط: رحمانیہ

❸ (وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقَعْدَةِ الْأُولَى ثُمَّ تَذَكَّرَ وَهُوَ إِلَى الْقُعُودِ أَقْرَبُ عَادَ وَتَشَهَّدَ) لِأَنَّ مَا يَقْرُبُ مِنَ الشَّيْءِ يَأْخُذُ حُكْمَهُ وَلَا يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ هُوَ الصَّحِيحُ كَأَنَّهُ لَمْ يَقُمْ.

[الاختيار لتعليل المختار: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۷۴، ط: مطبعة الحلبي]

وَعِنْدَ الشَّيْخَيْنِ يُخْرِجُهُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَقُّفِ. ❶

ترجمہ: اس آدمی کا سلام پھیرنا جس پر سجدہ سہو واجب ہو تو امام محمد کے نزدیک یہ سلام اس کو نماز سے بالکل نہیں نکالتا اور شیخین کے نزدیک توقف کے طور پر نکالتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی پر سجدہ سہو باقی تھا ابھی تک اس نے سجدہ سہو نہیں کیا تھا کہ سلام پھیر دیا، اب یہ سلام پھیرنا اس آدمی کو نماز سے نکال دیتا ہے یا نہیں؟ تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سلام بالکل مصلی کو نماز سے نہیں نکالتا، گویا کہ وہ اب بھی نماز میں ہے، جبکہ شیخین کے نزدیک یہ سلام موقوفاً اس کو نکالتا ہے، یعنی اگر سجدہ سہو کرے تو یہ داخل فی الصلاۃ شمار ہوگا ورنہ خارج عن الصلاۃ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ ایک آدمی نے سلام پھیر دیا جبکہ اس مصلی پر سہو کے دو سجدے باقی تھے دوسرا شخص اس کے ساتھ نماز میں داخل ہو گیا تو اب اس شخص کی اقتداء درست ہوگی یا نہیں؟ تو شیخین کے نزدیک اگر امام نے سہو کا سجدہ کر لیا تو اقتداء درست ہوگی ورنہ نہیں، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً اقتداء درست ہوگی چاہے امام سجدہ کرے یا نہ کرے، اور اس اختلاف کی بنیاد مذکورہ مختلف فیہ اصل ہے۔ ❷

(۱۲۲) إِنَّ النِّيَّةَ إِنْ كَانَتْ مُغَيِّرَةً لِلْمَشْرُوعِ تَلْغُوْ. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج۱ ص۱۶۷، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ وَلَوْ سَلَّمَ السَّاهِي فَاقْتَدَى بِهِ غَيْرُهُ فَإِنْ سَجَدَ صَحَّ وَإِلَّا لَا) قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ صَحِيحٌ سَجَدَ الْإِمَامُ أَوْ لَمْ يَسْجُدْ لِأَنَّ عِنْدَهُ سَلَامَ مَنْ عَلَيْهِ السَّهْوُ لَا يُخْرِجُهُ عَنْ الصَّلَاةِ أَصْلًا لِأَنَّهَا وَجَبَتْ جَبْرًا لِلنُّقْصَانِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ فِي إحْرَامِ الصَّلَاةِ وَعِنْدَهُمَا يُخْرِجُهُ عَلَى سَبِيلِ التَّوَقُّفِ لِأَنَّهُ مُحَلِّلٌ فِي نَفْسِهِ وَإِنَّمَا لَا يَعْمَلُ لِحَاجَتِهِ إلَى أَدَاءِ السَّجْدَةِ فَلَا تَظْهَرُ دُونَهَا وَلَا حَاجَةَ عَلَى اعْتِبَارِ عَدَمِ الْعَوْدِ وَيَظْهَرُ الِاخْتِلَافُ فِي صِحَّةِ الِاقْتِدَاءِ وَفِي انْتِقَاضِ الطَّهَارَةِ بِالْقَهْقَهَةِ وَتَغْيِيرُ الْفَرْضِ بِنِيَّةِ الْإِقَامَةِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج۲ ص۱۱۵، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج۱ ص۱۶۷، ط: رحمانیہ

ترجمہ: اگر نیت مشروع کو تبدیل کرنے والی ہو تو وہ نیت لغو ہو جائے گی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایسی نیت کرنا جو مشروع کو تبدیل کرنے والی ہو تو وہ نیت خود لغو ہو جائے گی اور مشروع تبدیل نہیں ہوگا بلکہ مشروع ہی رہے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر مصلی پر سجدہ سہو باقی تھا کہ اس نے سلام پھیر دیا اور اس سلام سے نماز کے ختم کا ارادہ بھی کیا تو ابھی اس مصلی پر سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اگر چہ سلام پھیر لیا ہو، اس لئے کہ یہ سلام نماز کو ختم کرنے والا نہیں ہے اور اس نے مشروع کو تبدیل کرنے کی جو نیت کی تھی وہ نیت بھی لغو ہو جائے گی اور اس نیت سے مشروع تبدیل نہیں ہوگا، کیونکہ امرِ مشروع کی تغییر بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔ ❶

---

❶ (قَوْلُهُ لِأَنَّ هَذَا السَّلَامَ غَيْرُ قَاطِعٍ) لِأَنَّهُ فِي مَحَلِّهِ بَعْدَ الْقَعْدَةِ فَهُوَ مُحَلِّلٌ مِنْهُ، وَنِيَّتُهُ تَغْيِيرُ الْمَشْرُوعِ وَهُوَ الْقَطْعُ لِيُرَتِّبَ عَلَيْهِ تَرْكَ السُّجُودِ، وَالنِّيَّةُ الْمُجَرَّدَةُ عَنْ الْعَمَلِ غَيْرِ الْمُسْتَحِقِّ عَلَيْهِ لَا يُؤَثِّرُ إبْطَالُ مَا رُكْنُهُ أَعْمَالُ الْجَوَارِحِ وَهُوَ السُّجُودُ فَلَغَتْ، بِخِلَافِ نِيَّةِ الْكُفْرِ فَإِنَّهَا تُؤَثِّرُ إبْطَالَ الْإِيمَانِ وَالْعِيَاذُ بِاَللَّهِ تَعَالَى، لِأَنَّ رُكْنَهُ عَمَلُ الْبَاطِنِ فَقَطْ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ، وَالْإِقْرَارُ إنَّمَا هُوَ شَرْطُ إجْرَاءِ الْأَحْكَامِ وَهُوَ فَرْضٌ فِيهِ.

[فتح القدير: كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ج ۱ ص ۵۱۶، ط: دار الفكر]

باب صلاة المريض

(۱۲۳) إِنَّ الطَّاعَةَ بِحَسَبِ الطَّاقَةِ. ❶

ترجمہ: اطاعت کرنا طاقت کے مطابق ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر اطاعت کرنا اور شریعت کے احکام کی بجا آوری کرنا یہ انسان کی طاقت کے بقدر ہے، جو طاقت سے ماوراء ہے اس کا انسان مکلّف نہیں ہے، کیونکہ تکلیف مالا یطاق جائز نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر مریض نماز میں قیام سے عاجز ہو جائے، کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ کرے، اور اگر رکوع اور سجدہ کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو پھر رکوع اور سجدہ اشارے سے کرے۔ وجہ یہ ہے کہ جب آدمی کھڑے ہونے پر قادر نہیں ہے اور اگر اس کے لئے قیام کو ضروری قرار دیں تو یہ تکلیف مالا یطاق ہے اور یہ جائز نہیں، کیونکہ اطاعت بقدرِ طاقت ہے، لہذا مذکورہ اصول کی بنیاد پر اس شخص کو بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔ ❷

(۱۲۴) إِنَّ نَصْبَ الْأَبْدَالِ بِالرَّأْيِ مُمْتَنِعٌ. ❸

ترجمہ: رائے سے بدل مقرر کرنا ممنوع ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے کسی عبادت یا کسی رکن کا بدل مقرر کرنا جائز نہیں ہے، شریعت نے جس عبادت کا بدل یا جس رکن کا بدل مقرر کیا ہے وہی بدل رہے گا، اگر شریعت نے بدل مقرر نہیں کیا تو از خود اپنی رائے سے بدل مقرر کرنا ممنوع ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ۱ ص ۱۶۸، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ وَمُومِيًا إِنْ تَعَذَّرَ) أَيْ يُصَلِّي مُومِيًا وَهُوَ قَاعِدٌ إِنْ تَعَذَّرَ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ لِمَا قَدَّمْنَاهُ وَلِأَنَّ الطَّاعَةَ بِحَسَبِ الطَّاقَةِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ۲ ص ۱۲۱، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ۱ ص ۱۶۹، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ نے مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اگر مریض کا مرض اس قدر بڑھ گیا ہے کہ سر کے ساتھ بھی اشارہ کرنے کی قدرت باقی نہ رہی تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کر دیا جائے گا، آنکھوں اور بھنوؤں سے اشارہ کرنا کافی نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ درحقیقت رکوع اور سجدے کا بدل ہے اور بدل کا رائے سے مقرر کرنا ممنوع ہے۔ حدیث کے اندر فقط سر کے ساتھ اشارہ کا ذکر ہے، نہ کہ آنکھ وغیرہ کے ساتھ، پس اگر ان چیزوں کے ساتھ اشارہ کی اجازت دیدی جائے تو اس صورت میں بدل کا اپنی رائے سے مقرر کرنا لازم آئے گا، جبکہ مذکورہ اصول کی رو سے بدل کا رائے سے مقرر کرنا ممنوع ہے۔ ❶

(۱۲۵) إِنَّ مَنْ يَفْهَمُ مَضْمُوْنَ الْخِطَابِ لَا تَسْقُطُ عَنْهُ الْفَرْضِيَّةُ. ❷

ترجمہ: جو مضمونِ خطاب کو سمجھتا ہے اس سے فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نماز کے حکم اداء کو سمجھتا ہے تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اگرچہ بالفعل مہلت دی جا چکی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر ایک آدمی کا مرض اس قدر بڑھ گیا کہ وہ سر کے ساتھ اشارہ کرنے پر بھی قادر نہ رہا تو ایسے مریض کے ذمہ سے نماز ساقط نہ ہوگی بلکہ نماز ذمہ میں باقی رہے گی، صحت یاب ہونے پر قضا واجب ہوگی، اگرچہ یہ حالت ایک دن رات سے زائد ہو بشرطیکہ مریض اس عرصہ میں باہوش ہو، اور وہ لوگوں کی

---

❶ أن نصب الأبدال بالرأي ممتنع والنص ورد بالأيماء بالرأس على خلاف القياس فلا يقاس عليه.

[حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ص ۴۳۴، ط: دار الكتب العلمية]

بِأَنَّ الْإِيمَاءَ عِبَارَةٌ عَنْ الْإِشَارَةِ، وَالْإِشَارَةُ إِنَّمَا تَكُونُ بِالرَّأْسِ، فَأَمَّا الْعَيْنُ يُسَمَّى إِنْحَاءً، وَلَا يُسَمَّى إِيمَاءً، وَبِالْقَلْبِ يُسَمَّى نِيَّةً وَعَزِيمَةً وَبِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ لَا تَتَأَدَّى الصَّلَاةُ، وَنَصْبُ الْأَبْدَالِ بِالرَّأْيِ لَا يَجُوزُ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ص۲۱۷، ط: دار المعرفة]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ۱ ص ۱۶۹، ط: رحمانيه

شناخت اور ان سے بات چیت وغیرہ کرنے پر قادر ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ شخص مضمونِ خطاب یعنی "أَقِيْمُوا الصَّلَاةَ" وغیرہ کا مفہوم سمجھ رہا ہے اور مفہومِ خطاب سمجھنے والے سے فریضہ ساقط نہیں ہوتا، یہی صحیح قول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مریض افاقہ وہوش میں ہے تو یہ مضمونِ خطاب کو سمجھتا ہے اور جو مضمونِ خطاب کو سمجھتا ہے تو اس کے ذمہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی، لہذا اس کے ذمہ سے بھی نماز ساقط نہ ہوگی۔ البتہ بالفعل مہلت دی جائے گی، اس کے برخلاف وہ شخص جو ایک دن ایک رات سے زائد بے ہوش رہا کیونکہ یہ فہم خطاب سے عاجز ہے لہذا اس کے ذمہ سے نماز ساقط ہو جائے گی۔ ❶

(١٢٦) إِنَّ رُكْنِيَّةَ الْقِيَامِ لِلتَّوَسُّلِ إِلَى السَّجْدَةِ. ❷

ترجمہ: قیام کی رکنیت بذریعہ قیام سجدہ اداء کرنے کے وسیلے کے لئے ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں قیام (کھڑا ہونا) اس لئے رکن ہے کہ یہ سجدے کی طرف وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

---

❶ (قَوْلُهُ: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ الْإِيمَاءَ بِرَأْسِهِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ) فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهَا لَا تَسْقُطُ إِذَا بَلَغَ إِلَى هَذِهِ الْحَالَةِ وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِذَا كَانَ مُفِيقًا وَهُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّهُ يُفْهِمُ مَضْمُونَ الْخِطَابِ بِخِلَافِ الْمُغْمَى عَلَيْهِ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ قَالَ قَاضِي خَانْ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ تَسْقُطُ إِذَا كَانَ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِأَنَّ مُجَرَّدَ الْعَقْلِ لَا يَكْفِي لِتَوَجُّهِ الْخِطَابِ، لِأَنَّ مُحَمَّدًا ذَكَرَ فِي النَّوَادِرِ مَنْ قُطِعَتْ يَدَاهُ مِنْ الْمِرْفَقَيْنِ وَقَدَمَاهُ مِنْ السَّاقَيْنِ لَا صَلَاةَ عَلَيْهِ فَثَبَتَ أَنَّ مُجَرَّدَ الْعَقْلِ لَا يَكْفِي وَقِيلَ إِنَّ هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ إِنْ دَامَ بِهِ الْمَرَضُ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَهُوَ لَا يَعْقِلُ لَا يَقْضِي إِجْمَاعًا وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَهُوَ يَعْقِلُ قَضَى إِجْمَاعًا وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ وَهُوَ يَعْقِلُ أَوْ أَقَلَّ وَهُوَ لَا يَعْقِلُ فَفِيهِ اخْتِلَافُ الْمَشَايِخِ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ يَلْزَمُهُ الْقَضَاءُ وَهُوَ اخْتِيَارُ صَاحِبِ الْهِدَايَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ لَا يَلْزَمُهُ وَهُوَ اخْتِيَارُ الْبَزْدَوِيِّ الصَّغِيرِ وَقَاضِي خَانْ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ١ ص ٨٠، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ١ ص ١٦٩، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ نے مذکورہ اصول کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اگر ایک آدمی نماز میں قیام پر تو قادر ہے لیکن رکوع اور سجدے پر قادر نہیں ہے تو اس پر قیام لازم نہیں ہے بلکہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قیام کا رکن ہونا چونکہ وسیلہ الی السجدہ کی وجہ سے ہے، جب یہ قیام پر قادر ہے اور سجدے پر قادر نہیں ہے تو قیام کے بعد جب سجدہ نہیں ہے تو اس پر قیام بھی لازم نہیں ہے، کیونکہ قیام تو سجدے کی طرف وسیلہ ہونے کی وجہ سے رکن تھا، جب سجدہ نہیں ہے تو قیام بھی رکن نہیں ہے۔ جب قیام کی رکنیت نہ رہی تو اب اس پر قیام لازم نہیں ہے، اور قیام کا رکن ہونا وسیلہ الی السجدہ کی وجہ سے اس لئے ہے کہ قیام کے بعد سجدہ کرنے میں غایتِ تعظیم ہے۔ بہرحال اب یہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھے یہ زیادہ افضل ہے، کیونکہ بیٹھ کر نماز کی صورت میں اس اشارے سے سجدہ کی حقیقی سجدہ کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے۔ اس لئے سجدہ جھک کر اور زمین سے لگ کر کیا جاتا ہے اور بیٹھ کر اشارہ کرنے میں بھی کھڑے ہو کر اشارہ کرنے کی بہ نسبت انخفاض اور جھکاؤ زمین کی طرف زیادہ ہے۔ ❶

(۱۲۷) إِنَّ الْغَالِبَ وُجُودُهُ كَالْمُتَحَقِّقِ. ❷

ترجمہ: جس کا وجود غالب ہو وہ متحقق کی طرح ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا موجود ہونا غالب ہو تو متحقق کی طرح ہے، یعنی گویا کہ وہ حقیقت میں ثابت ہے اور اس غالب الوجود پر وہی حکم لگے گا جو حکم ثابت الوجود کا ہے۔

---

❶ أَنَّ رُكْنِيَّةَ الْقِيَامِ لِلتَّوَسُّلِ بِهِ إِلَى السَّجْدَةِ فَإِنَّهُ بِدُونِهَا غَيْرُ مَشْرُوعٍ عِبَادَةً، بِخِلَافِ الْعَكْسِ فَإِذَا كَانَ لَا يَتَعَقَّبُهُ السُّجُودُ لَا يَكُونُ رُكْنًا فَيَتَخَيَّرُ (وَالْأَفْضَلُ هُوَ الْإِيمَاءُ قَاعِدًا، لِأَنَّهُ أَشْبَهُ بِالسُّجُودِ) فَإِنَّ عِنْدَ الْإِيمَاءِ قَاعِدًا يَصِيرُ رَأْسُهُ أَقْرَبَ إِلَى الْأَرْضِ مِنَ الْإِيمَاءِ قَائِمًا.

[العناية: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ٢ ص ٦، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ١ ص ١٧٠، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ جو آدمی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھے بغیر کسی بیماری کے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، البتہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کشتی میں کھڑے ہونے میں دوران الراس یعنی سر چکرانا غالب ہے اور جو غالب الوجود ہو وہ متحقق الوجود کی طرح ہے، تو جب کشتی میں دوران الراس سر چکرانا غالب ہے تو گویا کہ سر چکرانا ثابت ہوا، اور جس کا کشتی میں کھڑے ہونے سے سر چکراتا ہے وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، لہذا یہ شخص بھی بغیر بیماری کے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھے تا کہ اختلاف سے بچ جائے۔ ❶

---

❶(قَوْلُهُ وَلَوْ صَلَّى فِي فُلْكٍ قَاعِدًا بِلَا عُذْرٍ صَحَّ) يَعْنِي صَلَّى فَرْضًا قَاعِدًا بِلَا عُذْرٍ صَحَّتْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَدْ أَسَاءَ كَمَا فِي الْبَدَائِعِ وَقَالَا لَا يُجْزِئُهُ إِلَّا مِنْ عِلَّةٍ لِأَنَّ الْقِيَامَ مَقْدُورٌ عَلَيْهِ فَلَا يُتْرَكُ وَلَهُ أَنَّ الْغَالِبَ فِيهَا دَوَرَانُ الرَّأْسِ وَهُوَ كَالْمُحَقَّقِ الْآنَ أَنَّ الْقِيَامَ أَفْضَلُ لِأَنَّهُ أَبْعَدُ عَنْ شُبْهَةِ الْخِلَافِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج ٢ ص ١٢٦، ط: دار الكتاب الإسلامي]

باب فی سجدۃا لتلاو ۃ

(۱۲۸) إِنَّ كَلِمَةَ عَلَى لِلْإِيْجَابِ. ❶

ترجمہ: کلمہ علی وجوب کے لئے آتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ ''علی'' سے وجوب ثابت ہوتا ہے، یعنی کلمہ ''علی'' اپنے مدخول پر اپنے ماقبل کوواجب کرتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کوذکرکرنے کے بعداس بات کوثابت کررہے ہیں کہ سجدہ تلاوت سننے اور تلاوت کرنے والے پرواجب ہے یعنی تالی اور سامع دونوں پرواجب ہے، چاہے سامع نے قرآن سننے کاارادہ کیاہو یانہ کیاہو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنْ سَمِعَهَا. ❷

مذکورہ حدیث میں کلمہ ''علی'' ہےاورعلی وجوب کے لئے آتا ہے، لہٰذا سجدہ تلاوت بھی تالی پر واجب ہوگا، مذکورہ حدیث چونکہ مطلق ہے اس میں قصد وارادہ کی کوئی قید نہیں ہے، اس لئے عام ہے کہ سامع سننے کا قصد کرے یا نہ کرے، بہرصورت سجدہ واجب ہوگا۔ ❸

(۱۲۹) إِنَّ تَصَرُّفَ الْمَحْجُوْرِ لَا حُكْمَ لَهُ. ❹

ترجمہ: مجور کے تصرف کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی مجور عن التصرف ہو، یعنی جس آدمی کوتصرف

---

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب في سجدة التلاوة، ج ا ص ۱۷۰، ط: رحمانیہ

❷ مصنف ابن أبي شيبة: كتاب الصلاة، من قال السجدة على من جلس لها، ج ا ص ۳۶۸، رقم الحديث: ۴۲۲۵، ط: مكتبة الرشد

❸ (وهي كلمة إيجاب) أي لفظه على كلمة إيجاب، يعني يدل على الوجوب (وهو) أي الحديث المذكور (غير مقيد بالقصد) يعني أن الإيجاب مطلق عن قيد القصد يجب على كل سامع سواء كان قاصدًا للسماع أو لم يكن.

[البناية: كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج۲ ص ۶۲۲، ط: دار الكتب العلمية]

❹ الهداية: كتاب الصلاة، باب في سجدة التلاوة، ج ا ص ۱۷۰، ط: رحمانیہ

سے روکا گیا ہوا گر وہ تصرف کرے گا تو اس کے اس تصرف پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا، اور اس کا یہ تصرف معدوم شمار ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ شیخین کے نزدیک اگر نماز میں مقتدی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو اُس سے نہ امام پر سجدہ واجب ہوگا اور نہ مقتدی پر، کیونکہ مقتدی کو قراءت سے روکا گیا ہے اور جس آدمی کو تصرف سے روکا گیا ہے اس کے اس تصرف پر کوئی حکم عائد نہیں ہوتا، اور اس کا تصرف معدوم کے درجے میں ہوتا ہے، تو اس مقتدی کے تصرف یعنی آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کا بھی کوئی اعتبار نہ ہوگا اور یہ معدوم شمار ہوگا، لہذا نہ امام پر سجدہ واجب ہوگا اور نہ مقتدی پر، نہ نماز میں اور نماز کے باہر۔ ❶

(۱۳۰) إِنَّ النَّاقِصَ لَا يَتَأَدَّى بِهِ الْكَامِلُ. ❷

ترجمہ: ناقص سے کامل ادا نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شئ کامل واجب ہوتی ہے وہ ناقص ادائیگی سے ادا نہیں ہوگی، بلکہ وہ کامل ادائیگی سے ہی اداء ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے نماز میں آیتِ سجدہ سن لی جبکہ تلاوت کرنے والا خارج عن الصلاۃ تھا، یعنی وہ ان کے ساتھ نماز میں نہیں تھا، تو اس صورت میں یہ سامعین جو کہ نماز میں ہیں یہ نماز میں سجدہ نہ کریں، اگر انہوں نے نماز میں سجدہ کرلیا تو یہ سجدہ اداء نہ ہوگا، کیونکہ یہ ناقص ہے اور سجدہ خارجیہ کامل ہے، اب اگر یہ نماز میں سجدہ کریں تو اس صورت میں کامل کو ناقص طور پر اداء کرنا لازم آئے گا جبکہ شئ کامل ناقص

---

❶لِأَنَّ الْمَحْجُورَ هُوَ الْمَمْنُوعُ عَنِ التَّصَرُّفِ عَلَى وَجْهٍ يَظْهَرُ نَفَاذُ ذَلِكَ التَّصَرُّفِ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ غَيْرِهِ وَالْمُقْتَدِي بِهَذِهِ الصِّفَةِ لِأَنَّهُ مَمْنُوعٌ عَنِ الْقِرَاءَةِ وَالْقِرَاءَةُ تَنْفُذُ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ إِمَامِهِ. قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ وَكُلُّ مَنْ هُوَ مَحْجُورٌ لَا حُكْمٌ لِتَصَرُّفِهِ، وَوُجُوبِ السَّجْدَةِ حُكْمُ تَصَرُّفِهِ الَّذِي هُوَ الْقِرَاءَةُ فَلَا يَثْبُتُ.

[العناية: كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج۲ ص۱۵، ط: دار الفكر]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب في سجدة التلاوة، ج۱ ص۱۷۱، ط: رحمانیہ

ادائیگی سے ادا نہیں ہوتی لہذا یہ بھی ادا نہیں ہوگا۔ یہ سجدہ اس لئے ناقص ہے کہ شریعت نے نماز کے اندر ہر اس چیز کو داخل کرنے سے منع کیا ہے جو نماز کے افعال میں سے نہ ہو، اب نماز میں اس کی ادائیگی ناقص ہے حالانکہ سماع کی وجہ سے یہ کامل واجب ہوا ہے، اور قاعدہ ہے کہ واجبِ کامل ناقص طور پر اداء کرنے سے ادا نہیں ہوتا۔ ❶

(۱۳۱) إِنَّ مَبْنَى السَّجْدَةِ عَلَى التَّدَاخُلِ. ❷

ترجمہ: سجدہ کی بنیاد تداخل پر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ سجدوں میں آپس میں تداخل ہوتا ہے، یعنی کئی سجدوں کے بجائے ایک سجدہ کافی ہوجاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ اگر ایک آدمی ایک ہی مجلس میں سجدے کی ایک ہی آیت کو بار بار پڑھے تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، یعنی ایک ہی سجدہ کفایت کرے گا اگرچہ اس نے وہ آیتِ سجدہ کئی مرتبہ پڑھی ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدوں میں تداخل ہوتا ہے، لہذا جس نے ایک مجلس میں ایک ہی آیتِ سجدہ بار بار پڑھی تو ان میں بھی آپس میں تداخل ہوکر ایک سجدہ کافی ہوگا۔ اس لئے کہ سجدوں کے مکرر ہونے سے لوگوں کو حرج ہوتا، کیونکہ مسلمان قرآن کی تعلیم وتعلّم کے محتاج ہیں اور تعلیم وتعلّم بغیر تکرار کے حاصل نہیں ہوگا، پس ایک مجلس میں ایک آیتِ سجدہ کو بار بار پڑھنے کی وجہ سے اگر تکرارِ سجدہ لازم کیا گیا تو مفضی الی الحرج ہوگا، حالانکہ شریعت میں حرج مرفوع ہے، اس لئے کہا گیا کہ اس صورت میں

---

❶ (وإن سمعوا وهم فى الصلاة آية سجدة من رجل ليس معهم فى الصلاة) ولو مصلياً (لم يسجدوها فى الصلاة) لأنها ليست بصلاتية لأن سماعهم ليس من أفعال الصلاة (وسجدوها بعد الصلاة) لتحقق سببها (فإن سجدوها فى الصلاة لم تجزهم) لأنه ناقص لمكان النهى فلا يتأدى به الكامل، وتجب إعادتها لتقرر سببها، (ولم تفسد الصلاة) لأن مجرد السجدة لا ينافى إحرام الصلاة.

[اللباب فى شرح الكتاب: كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج ۱ ص ۱۰۴، ط: المكتبة العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج ۱ ص ۱۷۲، ط: رحمانيه

ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ ❶

باب صلاۃ المسافر

(۱۳۲) إِنَّ الْوَطَنَ الْأَصْلِيَّ يَبْطُلُ بِمِثْلِهِ دُوْنَ السَّفَرِ وَوَطَنُ الْإِقَامَةِ يَبْطُلُ بِمِثْلِهِ وَبِالسَّفَرِ وَبِالْأَصْلِيِّ. ❷

ترجمہ: وطنِ اصلی باطل ہوتا ہے اپنے مثل (وطنِ اصلی سے) نہ کہ سفر سے اور وطنِ اقامت باطل ہوتا ہے وطنِ اقامت اور سفر سے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ نے اصول نقل کیا ہے کہ کوئی بھی چیز یا تو اپنے سے اعلیٰ اور ارفع چیز سے باطل ہوتی ہے، یا اپنے مساوی سے، یا اپنی ضد اور نقیض سے، البتہ اپنے سے کم تر شئ سے کوئی چیز باطل نہیں ہوتی۔

وطن کی دو قسمیں ہیں، (۱) وطنِ اصلی (۲) وطنِ اقامت۔

وطنِ اصلی انسان کی اپنی جائے پیدائش یا وہ جگہ جہاں انسان کے اہل وعیال رہتے ہیں۔ وطنِ اقامت وہ جگہ کہلاتی ہے جس میں مسافر پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرلے۔ اصول یہ ہے کہ وطنِ اصلی وطنِ اصلی سے باطل ہوتا ہے نہ کہ سفر واقامت سے۔ اس لئے کہ شئ اپنے سے اعلیٰ چیز سے باطل ہوتی ہے یا مساوی درجہ کی چیز سے، یہ بات مسلّم ہے کہ وطنِ اصلی

---

❶ (قَوْلُهُ: وَمَنْ كَرَّرَ تِلَاوَةَ سَجْدَةٍ وَاحِدَةٍ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ أَجْزَأَتْهُ سَجْدَةٌ وَاحِدَةٌ) وَالْأَصْلُ أَنَّ مَبْنَى السَّجْدَةِ عَلَى التَّدَاخُلِ دَفْعًا لِلْحَرَجِ فَإِذَا تَلَا آيَةَ سَجْدَةٍ فَسَجَدَ ثُمَّ قَرَأَ تِلْكَ الْآيَةَ فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ مِرَارًا يَكْفِيهِ تِلْكَ السَّجْدَةُ عَنْ التِّلَاوَاتِ الْمَوْجُودَةِ بَعْدَ السَّجْدَةِ وَقَوْلُهُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ احْتِرَازٌ عَمَّا إذَا تَبَدَّلَ الْمَجْلِسُ وَالتَّبْدِيلُ يَكُونُ حَقِيقَةً وَيَكُونُ حُكْمًا فَالْحَقِيقَةُ ظَاهِرٌ وَالْحُكْمُ كَمَا إذَا كَانَ فِي مَجْلِسِ بَيْعٍ فَانْتَقَلَ إِلَى مَجْلِسِ نِكَاحٍ أَوْ أَكَلَ كَثِيرًا أَوْ شَرِبَ كَثِيرًا أَوْ هُوَ فِي مَكَانِهِ أَوْ أَرْضَعَتْ الْمَرْأَةُ وَلَدَهَا أَوْ امْتَشَطَتْ أَوْ اشْتَغَلَ بِالْحَدِيثِ أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَاطِعٌ لِمَا قَبْلَهُ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ حُكْمَ الْمَجْلِسِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ج ۱ ص ۸۳، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج ۱ ص ۱۷۶، ط: رحمانیہ

سے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، لہذا وطنِ اصلی اپنے مساوی وطنِ اصلی سے باطل ہوگا۔ اس کے برخلاف وطنِ اقامت وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور سفر تینوں سے باطل ہوگا، وطنِ اصلی سے اس لئے ہوگا کہ وطنِ اصلی وطنِ اقامت سے برتر اور بلند ہے، اور شیٔ اپنے سے مافوق سے باطل ہوتی ہے۔ وطنِ اقامت سے بطلان کی وجہ مساوات ہے، سفر سے باطل ہونے کی وجہ نقیض وضد ہے ''والشیٔ یبطل بضده'' قاعدہ ہے کہ شیٔ اپنی ضد سے باطل ہوتی ہے۔ ❶

(۱۳۳) إِنَّ إِقَامَةَ الْمَرْءِ مُضَافَةٌ إِلَى مَبِيتِهِ. ❷

ترجمہ: انسان کی اقامت اس کے مقام شب گزاری کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر مسافر نے ایسے دو مقامات میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی جن میں سے ایک مستقل نہیں ہے، مثلاً مکہ اور منی میں اقامت کی نیت کی تو یہ مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر رہے گا اور نماز قصر پڑھے گا، کیونکہ دو مقامات پر نیت کا معتبر ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ دو سے زائد مقامات میں بھی نیت معتبر ہو ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گا۔ حالانکہ مسافر کا بہت سے مقامات پر قیام کی نیت کرنا ممتنع ہے، کیونکہ سفر متعدد مقامات پر قیام کرنے سے خالی نہیں ہوتا، دورانِ سفر انسان جگہ جگہ رکتا ہے، اب اگر ہر جگہ ہم اس کی طرف سے

---

❶ عِبَارَةُ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ أَنَّ الْأَوْطَانَ ثَلَاثَةٌ: وَطَنٌ أَصْلِيٌّ وَهُوَ مَوْلِدُ الرَّجُلِ أَوْ الْبَلَدُ الَّذِي تَأَهَّلَ بِهِ، وَوَطَنُ سَفَرٍ وَقَدْ سُمِّيَ وَطَنَ إِقَامَةٍ وَهُوَ الْبَلَدُ الَّذِي يَنْوِي الْمُسَافِرُ الْإِقَامَةَ فِيهِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَوْ أَكْثَرَ، وَوَطَنُ سُكْنَى وَهُوَ الْبَلَدُ الَّذِي يَنْوِي الْإِقَامَةَ فِيهِ دُونَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَعِبَارَةُ الْمُحَقِّقِينَ مِنْ مَشَايِخِنَا أَنَّ الْوَطَنَ وَطَنَانِ وَطَنٌ أَصْلِيٌّ وَوَطَنُ إِقَامَةٍ وَلَمْ يَعْتَبِرُوا وَطَنَ السُّكْنَى وَطَنًا وَهُوَ الصَّحِيحُ، هَكَذَا فِي الْكِفَايَةِ.

وَيَبْطُلُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ بِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ إِذَا انْتَقَلَ عَنْ الْأَوَّلِ بِأَهْلِهِ وَأَمَّا إِذَا لَمْ يَنْتَقِلْ بِأَهْلِهِ وَلَكِنَّهُ اسْتَحْدَثَ أَهْلًا بِبَلْدَةٍ أُخْرَى فَلَا يَبْطُلُ وَطَنُهُ الْأَوَّلُ وَيُتِمُّ فِيهِمَا وَلَا يَبْطُلُ الْوَطَنُ الْأَصْلِيُّ بِإِنْشَاءِ السَّفَرِ وَبِوَطَنِ الْإِقَامَةِ وَوَطَنُ الْإِقَامَةِ يَبْطُلُ بِوَطَنِ الْإِقَامَةِ وَبِإِنْشَاءِ السَّفَرِ وَبِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ.

[الفتاوى الهندية: كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر، ج ۱ ص ۱۴۲، ط: دار الفكر]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج ۱ ص ۱۷۶، ط: رحمانیہ

اقامت کی نیت کو معتبر مان لیں تو پھر وہ شخص کبھی بھی اور کہیں بھی مسافر ہی نہیں رہے گا، کیونکہ سفر معمولی ٹھہرنے سے خالی نہیں ہوتا، البتہ اگر صورت یہ ہے کہ دو مقام میں پندرہ یوم اقامت کی نیت کی اور ان دونوں میں سے ایک متعینہ مقام میں رات گزارنے کی نیت کی تو یہ نیت معتبر ہوگی، اور یہ شخص مقیم ہو جائے گا، کیونکہ اقامت میں رات گزارنا اصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کسی کاروباری شخص سے یا کسی دکان دار سے پوچھیں "أَیْنَ تَسْکُنُ" یعنی تم کہاں رہتے ہو؟ تو وہ اپنی دکان یا آفس کا نام نہیں بتائے گا، بلکہ اس علاقے کا نام بتلائے گا جہاں وہ رات میں مقیم رہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قیام اور سکونت کے حوالے سے رات گزارنے اور مقام شب باشی کا اعتبار ہے۔ ❶

(۱۳۴) إِنَّ نَفْسَ السَّفَرِ لَیْسَ بِمَعْصِیَّةٍ. ❷

ترجمہ: سفر بذاتِ خود معصیت نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ سفر بذاتِ خود معصیت اور گناہ نہیں بلکہ گناہ یا نیکی کا اعتبار نیت پر ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ گنہگار اور مطیع دونوں رخصتِ سفر میں برابر ہیں، یعنی جس طرح مطیع کے لئے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے نمازوں میں قصر کرنے کا حکم ہے، اسی طرح اگر ایک آدمی گناہ کے کام کے لئے سفر کرتا ہے تو اس عاصی کے لئے بھی یہ رخصت ہوگی، کیونکہ یہ رخصت سفر کی وجہ سے ہے اور نفس سفر میں کوئی گناہ

---

❶ (قَوْلُهُ لا بِمَكَّةَ وَمِنًى) أَیْ لَوْ نَوَى الْإِقَامَةَ بِمَكَّةَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَإِنَّهُ لا يُتِمُّ الصَّلَاةَ، لِأَنَّ الْإِقَامَةَ لا تَكُونُ فِي مَكَانَيْنِ إِذْ لَوْ جَازَتْ فِي مَكَانَيْنِ لَجَازَتْ فِي أَمَاكِنَ فَيُؤَدِّي إِلَى أَنَّ السَّفَرَ لا يَتَحَقَّقُ، لِأَنَّ إِقَامَةَ الْمُسَافِرِ فِي الْمَرَاحِلِ لَوْ جُمِعَتْ كَانَتْ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَوْ أَكْثَرَ إِلَّا إِذَا نَوَى أَنْ يُقِيمَ بِاللَّيْلِ فِي أَحَدِهِمَا فَيَصِيرُ مُقِيمًا بِدُخُولِهِ فِيهِ، لِأَنَّ إِقَامَةَ الْمَرْءِ تضَافُ إِلَى مَبِيتِهِ يُقَالُ فُلَانٌ يَسْكُنُ فِي حَارَةِ كَذَا، وَإِنْ كَانَ بِالنَّهَارِ فِي الْأَسْوَاقِ ثُمَّ بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَوْضِعِ الْآخَرِ لا يَصِيرُ مُسَافِرًا.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج۲ ص۱۴۳، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج ۱ ص ۱۷۶، ط: رحمانیہ

نہیں ہے، لہذا دونوں کے لئے یہ رخصت ثابت ہوگی۔ اس لئے کہ جن نصوص سے رخصتِ سفر ثابت ہے وہ سب مطلق ہیں، ان میں عاصی اور مطیع کی کوئی قید نہیں ہے، نیز سفر تو قطعِ مسافت کا نام ہے جو معصیت سے عاری ہے، ہاں سفر کے بعد معصیت ہوسکتی ہے، تو بعد میں پیش آنے والی معصیت کا رخصتِ سفر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ❶

(۱۳۵) إِنَّ الْقَضَاءَ بِحَسَبِ الْأَدَاءِ. ❷

ترجمہ: قضاء (کا حکم) اداء کے اعتبار سے ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ قضا اداء کے اعتبار سے ہے، یعنی جتنی رکعت اداء کرنا واجب تھی قضاء میں بھی ان ہی رکعتوں کا اعتبار ہوگا، مثلاً ایک آدمی پر اقامت کی وجہ سے چار رکعت اداء کرنا واجب تھی، اب اگر ان کی قضاء کرے تو بھی چار رکعت پڑھے گا اگر چہ اب وہ مسافر ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح اگر سفر کی وجہ سے دو رکعت واجب تھی اب اگر ان کی قضاء کرے گا تو دو رکعت قضاء کرے گا اگر چہ اب وہ مقیم ہی کیوں نہ ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرنے کے بعد اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی سے حالتِ سفر میں نماز قضاء ہوگئی، اب وہ شہر میں دو رکعت ہی قضاء کرے گا، اسی طرح اگر ایک آدمی سے شہر میں چار رکعت والی نماز قضاء ہوگئی، اب اگر وہ سفر میں قضاء کرنا چاہتا ہے تو پوری چار رکعت کی قضاء کرے گا، سفر یا حضر سے قضاء میں فرق نہیں آتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قضاء کا وجوب اداء ہی

---

❶ (ولنا إطلاق النصوص) منها قَوْله تَعَالَى: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ. ومنها قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فرض المسافر ركعتان، كل ذلك مطلقة فيقتضى ثبوت الأحكام فى كل مسافر (ولأن نفس السفر ليس بمعصية) لأنه عبارة عن خروج بريد، وهو يقوى المعصية لإمكان المفارقة بينهما (وإنما المعصية ما يكون بعده) أى بعدما صار مسافرا كما فى قطع الطريق.

[البناية: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج۳ ص۳۵، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج ۱ ص ۱۷۶، ط: رحمانیہ

کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ❶

باب صلاة الجمعة

(۱۳۶) إِنَّ التَّكْلِيفَ يَدُوْرُ عَلَى التَّمَكُّنِ. ❷

ترجمہ: مکلّف ہونے کا دارومدار قدرت کے مطابق ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ مکلّف ہونے کا دارومدار قدرت پر ہے، یعنی جس کی جتنی قدرت ہوگی اسی کے مطابق وہ مکلّف ہوگا، تکلیف بحسب قدرت ووسعت ثابت ہوتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے بغیر کسی عذر کے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ مع الکراہت درست ہے، اس لئے کہ تکلیف بحسب القدرت ہوتی ہے، اور اس وقت کے اندر نماز کا مکلّف بذاتِ خود ظہر اداء کرنے پر قادر ہے نہ کہ جمعہ کی نماز پر، کیونکہ جمعہ کی نماز ایسی شرائط پر موقوف ہے جو تنہا آدمی اداء نہیں کر سکتا، مثلاً امام، خطبہ، جماعت، وغیرہ پر جمع کا مکلّف بنانا تکلیف مالا یطاق کے قبیل سے ہوگا، البتہ جمعہ کے دن جمعہ ادا کر کے ظہر کی نماز ساقط کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پس قدرت کے باوجود جمعہ سے اعراض کر کے ظہر اداء کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہوگا۔ ❸

---

❶(قَوْلُهُ وَفَائِتَةُ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ تُقْضَى رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا) لَفٌّ وَنَشْرٌ مُرَتَّبٌ أَيْ فَائِتَةُ السَّفَرِ تُقْضَى رَكْعَتَيْنِ وَفَائِتَةُ الْحَضَرِ تُقْضَى أَرْبَعًا، لِأَنَّ الْقَضَاءَ بِحَسَبِ الْأَدَاءِ بِخِلَافِ مَا لَوْ فَاتَتْهُ فِي الْمَرَضِ فِي حَالَةٍ لَا يَقْدِرُ عَلَى الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ حَيْثُ يَقْضِيهَا فِي الصِّحَّةِ رَاكِعًا وَسَاجِدًا أَوْ فَاتَتْهُ فِي الصِّحَّةِ حَيْثُ يَقْضِيهَا فِي الْمَرَضِ بِالْإِيمَاءِ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ هُنَاكَ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ إِلَّا أَنَّهُمَا يَسْقُطَانِ عَنْهُ بِالْعَجْزِ فَإِذَا قَدَرَ أَتَى بِهِمَا بِخِلَافِ مَا نَحْنُ فِيهِ فَإِنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَانِ كَصَلَاةِ الْفَجْرِ، وَعَلَى الْمُقِيمِ أَرْبَعٌ فَلَا يَتَغَيَّرُ بَعْدَ الِاسْتِقْرَارِ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ج ۲ ص ۱۴۸، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❷الهداية: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج ۱ ص ۱۸۰، ط: رحمانیہ

❸(وعلى التمكن يدور التكليف) لأن مدار التكليف على الوسع بالنص، فدل ذلك أن الظهر هو فرض الوقت، لكن عليه إسقاطه بالجمعة عند وجود شرائطها كما ذكرنا، ألا ترى =

باب العیدین

(۱۳۷) إِنَّ الْأَصْلَ فِي الثَّنَاءِ الْإِخْفَاءُ. ❶

ترجمہ: ثناء میں اصل اخفاء ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ثناء اور تعریف میں اصل یہ ہے کہ سراً ہو یعنی آہستہ آواز میں پڑھی جائے، قرآن مجید میں ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (الأعراف:۵۵)

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ جو آدمی عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف جائے تو راستے میں زور سے تکبیر نہ پڑھے، اس لئے کہ تعریف وحمد میں اصل اخفاء ہے۔ ❷

باب الشہید

(۱۳۸) إِنَّ الشَّهَادَةَ عُرِفَتْ مَانِعَةً غَيْرَ رَافِعَةٍ. ❸

ترجمہ: شہادت غسلِ میت کے وجوب سے مانع ہے رافع نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شہادت غسلِ میت کے وجوب سے مانع تو ہے لیکن اگر پہلے غسل واجب ہوا تو اس کو رفع کرنے والی نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے

= أن الجمعة إذا لم تصل حتى خرج الوقت يُقضى الظهر لا الجمعة، فلو لم يكن فرض الوقت الظهر لم يقض الظهر بل الجمعة.

[البناية: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج۳ ص۷۵، ط: دار الكتب العلمية]

❶ الهداية: كتاب الصلاة، باب العيدين، ج ا ص۱۸۳، ط: رحمانیہ

❷ (أن الأصل في الثناء الإخفاء) لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ، وقوله عَلَيْهِ السَّلَامُ: خير الذكر الخفي، ولأنه أقرب من الأدب والتطوع، وأبعد من الرياء وقال صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خير الذكر الخفي، إنكم لا تدعون أصم ولا غائبا.

[البناية: كتاب الصلاة، باب العيدين، ج۳ ص۱۰۳، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الصلاة، باب الشهيد، ج ا ص۱۹۸، ط: رحمانیہ

نزدیک بحالتِ جنابت شہادت پانے والے کو غسل دیا جائے گا، امام صاحب کی دلیل مذکورہ اصول ہے کہ شہادت غسلِ میت واجب ہونے سے مانع ہے، یعنی موت کی وجہ سے جو غسل واجب ہوتا ہے یہ شہادت اس کے لئے مانع ہے لیکن رافع نہیں ہے، یعنی اگر پہلے سے غسل واجب ہو تو اس کو رفع نہیں کرتی، یہی وجہ ہے جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو فرشتوں نے ان کو غسل دیا تھا اور یہ حالتِ جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہید جنبی کو غسل دیا جائے گا، البتہ یہ غسل، غسلِ جنابت ہوگا، غسلِ موت نہیں ہوگا۔ ❶

باب الصلاة فی الکعبة

(۱۳۹) إِنَّ التَّقَدُّمَ وَالتَّأَخُّرَ إِنَّمَا يَظْهَرُ عِنْدَ اِتِّحَادِ الْجَانِبِ. ❷

ترجمہ: تقدم وتأخر اتحادِ جانب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ تقدم اور تاخر یعنی آگے ہونا یا پیچھے ہونا اتحادِ جہت کے وقت ظاہر ہوگا، یعنی جب امام اور مقتدی دونوں کی جہت متحد ہو اس وقت تقدم اور تاخر ظاہر ہوگا اور جب جہت متحد نہ ہو تو تقدم اور تأخر کا پتہ نہیں چلے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مسجدِ حرام میں امام نے نماز پڑھائی اور لوگوں نے کعبہ کا حلقہ باندھا، یعنی کعبہ کے اردگرد صفیں بنائیں اور امام کی اقتداء میں نماز پڑھی، تو جس جانب امام نہ ہو اور مقتدی بہ نسبت امام کے کعبہ کے زیادہ قریب ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقدم اور تأخر اتحادِ جہت کے وقت ظاہر ہوتا ہے، اور جس جانب امام نہیں ہے اس طرف تقدم وتأخر متحقق نہ ہوگا، اس لئے اس طرف کے لوگوں کی نماز درست ہوگی،

---

❶ (قَوْلُهُ وَإِذَا اُسْتُشْهِدَ الْجُنُبُ غُسِّلَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَيُعْلَمُ كَوْنُهُ جُنُبًا بِقَوْلِهِ قَبْلَ الْقِتَالِ أَوْ بِقَوْلِ امْرَأَتِهِ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ عُرِفَتْ مَانِعَةً لَا رَافِعَةً فَلَا تَرْفَعُ الْجَنَابَةَ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ فِي ثَوْبِ الشَّهِيدِ نَجَاسَةٌ غَيْرُ الدَّمِ تُغْسَلُ تِلْكَ النَّجَاسَةُ وَلَا يُغْسَلُ الدَّمُ لِمَا ذَكَرْنَا وَمَعْنَاهُ أَنَّهَا مَنَعَتْ دَمَهُ مِنْ كَوْنِهِ نَجِسًا وَلَمْ تَرْفَعْ النَّجَاسَةَ الَّتِي هِيَ غَيْرُ الدَّمِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصلاة، باب الشهيد، ج ۱ ص ۱۱۱، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب الصلاة فی الكعبة، ج ۱ ص ۲۰۰، ط: رحمانیہ

البتہ اگر امام اور مقتدیوں کی سمت ایک ہوتو اس صورت میں تقدم علی الامام سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ مقتدی کا امام سے آگے بڑھ جانا اس کے حق میں مفسدِ صلاۃ ہے۔ ❶

(۱۴۰) إِنَّ الْكَعْبَةَ هِيَ الْعَرْصَةُ وَالْهَوَاءُ إِلَى عَنَانِ السَّمَاءِ. ❷

ترجمہ: کعبہ میدان اور آسمان کی فضاء تک کا نام ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ عمارت کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ میدان جہاں عمارتِ کعبہ ہے وہاں سے لے کر آسمان تک پوری فضاء کا نام کعبہ ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ احناف کے نزدیک کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے اگر چہ اس کے سامنے سترہ نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قبلہ نام ہے کعبہ کا، اور کعبہ عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ میدان جہاں عمارتِ کعبہ ہے اُس سے لے کر آسمان کی فضاء تک کعبہ ہے، اور عمارت کا نام کعبہ اس لئے نہیں ہے کہ عمارت منہدم اور منتقل ہو سکتی ہے، جبکہ یہ چیزیں قبلہ اور کعبہ کی شان کے منافی ہیں، اس لئے صرف عمارت کا نام کعبہ نہیں ہے بلکہ کعبہ سے لے کر آسمان تک پوری فضاء کا نام کعبہ ہے۔ اس لئے جو شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز جائز ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی کعبہ سے بلند جگہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھے تو درست ہے، جیسے جبلِ ابوقیس پر یا آج کے دور میں ہوائی جہاز میں، البتہ یہ مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں ترکِ تعظیم ہے۔ ❸

---

❶ (وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تَحَلَّقَ النَّاسُ حَوْلَ الْكَعْبَةِ وَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ) هَكَذَا تَوَارَثَ النَّاسُ الصَّلَاةَ فِيهِ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا. وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ أَقْرَبَ إِلَى الْكَعْبَةِ مِنَ الْإِمَامِ جَازَتْ صَلَاتُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي جَانِبِهِ، لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ مُتَقَدِّمًا عَلَيْهِ، لِأَنَّ التَّقَدُّمَ وَالتَّأَخُّرَ إِنَّمَا يَظْهَرُ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجَانِبِ، أَمَّا عِنْدَ اخْتِلَافِهِ فَلَا.

[الاختيار لتعليل المختار: كتاب الصلاة، باب الصلاة فى الكعبة، ج ۱ ص ۹۰، المكتبة العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصلاة، باب الصلاة فى الكعبة، ج ۱ ص ۲۰۰، ط: رحمانيه

❸ وَإِنَّمَا جَازَتْ فَوْقَهَا، لِأَنَّ الْكَعْبَةَ هِيَ الْعَرْصَةُ وَالْهَوَاءُ إِلَى عَنَانِ السَّمَاءِ عِنْدَنَا دُونَ الْبِنَاءِ، لِأَنَّهُ يُنْقَلُ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ صَلَّى عَلَى أَبِي قُبَيْسٍ جَازَ، وَلَا بِنَاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ تَرْكِ التَّعْظِيمِ، وَقَدْ وَرَدَ النَّهْيُ عَنْهُ.

[البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الصلاة فى الكعبة، ج ۲ ص ۲۱۵، ط: دار الكتاب الإسلامي]

کتاب الزکاۃ

(۱۴۱) إِنَّ كَمَالَ الْمِلْكِ بِالْحُرِّيَّةِ.[1]

ترجمہ: آزادی کے ساتھ ملکیت کامل ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملکیت تام اور کامل اس وقت ہوگی جب آدمی آزاد ہو، کیونکہ غلام کی ملکیت ناقص ہوتی ہے، ملکیت تام اور کامل ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ وجوبِ زکوۃ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ آدمی نصاب کا مالک ہو ملکیتِ تامہ کے ساتھ، اور ملکیتِ تامہ کے لئے حریت شرط ہے تو وجوبِ زکوۃ کے لئے بھی حریت شرط ہوگی، لہذا زکوۃ واجب ہوگی آزاد، عاقل، بالغ مسلمان پر جو مقدارِ نصاب کا مالک ہو، ملکیت تامہ کے ساتھ اور اس پر ایک سال گزر چکا ہو۔

مذکورہ شرائط میں سے ایک شرط حریت ہے، یہ شرط اس لئے لگائی کہ زکوۃ کے لئے ایک شرط ملکیتِ تامہ ہے اور ملکیتِ کامل ہوتی ہے آزادی سے، لہذا زکوۃ کے وجوب کے لئے بھی آزادی شرط ہے۔[2]

(۱۴۲) إِنَّ الْعِبَادَةَ لَا تَتَحَقَّقُ مِنَ الْكَافِرِ.[3]

ترجمہ: کافر سے عبادت متحقق نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا تحقق کافر سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ بغیر ایمان کے کوئی نیکی قابل قبول نہیں ہوتی، لہذا عبادت کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ وجوبِ زکوۃ کی شرائط

---

[1] الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۱، ط: رحمانیہ

[2] (واشتراط الحرية) مرفوع بالابتداء وخبره محذوف أى اشتراط الحرية فى وجوب الزكاة (لأن كمال الملك بها) أى بالحرية إذ العبد قد يملك البيع و التصرف بالكتابة و الإذن.
[البناية: كتاب الزكاة، ج۳ ص ۲۹۱، ط: دار الكتب العلمية]

[3] الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۱، ط: رحمانیہ

میں سے ایک شرط اسلام ہے اور یہ شرط اس لئے لگائی کہ زکوۃ عبادت ہے اور عبادت کافر سے متحقق نہیں ہوسکتی۔ ❶

(۱۴۳) إِنَّ الْعِبَادَةَ لَا تَتَأَدَّى إِلَّا بِالْاِخْتِيَارِ. ❷

ترجمہ: عبادت اختیار کے بغیر ادا نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کی ادائیگی کے لئے اختیار شرط ہے یعنی مکلّف کے اختیار میں ہو کہ وہ اس عبادت کو سرانجام دے سکتا ہو اور ترک بھی کرسکتا ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ نابالغ بچے اور مجنون پر زکوۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ عبادت ہے اور عبادت اپنے اختیار سے ادا ہوتی ہے اور ان دونوں کے لئے کوئی اختیار ہی نہیں کیونکہ ان میں عقل معدوم ہے اور بغیر عقل کے اختیار ثابت نہیں ہوسکتا، اور عبادت کے لئے اختیار اس لئے شرط ہے کہ عبادت میں ابتلاء اور آزمائش ہوتی ہے اور آزمائش کے لئے بھی اختیار کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مطیع اور عاصی میں امتیاز ہوسکے، چونکہ صبی اور مجنون مفقود العقل ہوتے ہیں، ان میں اختیار کا شائبہ بھی نہیں ہوتا اس لئے ان کی طرف سے عبادت متحقق نہیں ہوگی، کیونکہ تحققِ عبادت کے لئے اختیار ضروری ہے۔ ❸

(۱۴۴) إِنَّ مَا هُوَ مَشْغُوْلٌ بِالْحَاجَةِ الْأَصْلِيَّةِ يُعْتَبَرُ مَعْدُوْمًا. ❹

---

❶ (لأن الزكاة عبادة فلا تتحقق من الكافر) لأن الأمر بأداء العبادات لينال به المؤدى الثواب في الآخرة، والكافر ليس بأهل الثواب للعبادة عقوبة له على كفره حكما من الله تعالى. وبدون الأهلية لا يثبت وجوب الأداء ووجوب العقوبات عليهم للزجر، وهو أليق بهم.

[البناية: كتاب الزكاة، ج۳ ص ۲۹۲، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۱، ط: رحمانیہ

❸ وَلِهَـذَا قَالَ أَصْحَابنَا لَا يجب الزَّكَاة على الصّبيان والمجانين لِأَن الْأَدَاء لَا يَصح مِنْهُم لِأَنَّهُ عبَادَة فَلَا تتأدى بِدُونِ النِّيَّة وَالِاخْتِيَار والطفل وَالْمَجْنُون لَا اخْتِيَار لَهما.

[تحفة الفقهاء: كتاب الزكاة، باب من يوضع فيه الصدقة، ج ۱ ص ۲۹۹، ط: دار الكتب العلمية]

❹ الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۲، ط: رحمانیہ

ترجمہ: جو شئ ضرورتِ اصلیہ کے ساتھ مشغول ہو وہ معدوم شمار کی جاتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو اشیاء ضرورتِ اصلیہ کے ساتھ مشغول ہوں اُن کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ جس آدمی پر اتنا قرضہ ہو کہ وہ اس کے مال کو گھیر لے، مثلاً پچاس ہزار روپے موجود ہیں مگر پچاس ہزار روپے قرض بھی ہے اور بندوں کی طرف سے اس کا مطالبہ بھی جاری ہے، تو ایسے مقروض پر زکوۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ اس آدمی کے پاس اگر چہ مال ہے لیکن مشغول ہے حاجتِ اصلیہ کے ساتھ، اور جو حاجتِ اصلیہ کے ساتھ مشغول ہو وہ معدوم شمار ہوتا ہے، لہذا اس کا یہ مال بھی معدوم شمار ہوگا، گویا کہ اس کے پاس مال ہی نہیں ہے اور جس کے پاس مال نہ ہو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے، تو اس پر بھی زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ ❶

(۱۴۵) إِنَّ الدَّيْنَ فِيْ بَابِ الزَّكَاةِ يُرَادُ بِهِ دَيْنٌ لَهُ مَطَالِبُ مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ. ❷

ترجمہ: زکوۃ کے باب میں دین سے مراد وہ قرض ہے جس کا بندوں کی طرف سے کوئی مطالبہ کرنے والا ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ کے وجوب سے جو دین مانع ہے اس سے وہ دین مراد ہے جو بندوں کا ہو اور بندوں کی جانب سے اس دین کا مطالبہ کرنے والا ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ دینِ نذر اور دینِ کفارہ مانعِ زکوۃ نہیں ہیں، دینِ نذر کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں مثلاً جانور خرید کر ذبح کروں گا، اور دینِ کفارہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے قسم کھائی پھر وہ حانث ہو گیا اب اس پر کفارہ یمین ہے، تو یہ دونوں زکوۃ سے مانع نہیں ہیں بلکہ ان کے ہوتے ہوئے بھی زکوۃ

---

❶ وَشَرَطَ فَرَاغَهُ عَنِ الدَّيْنِ، لِأَنَّهُ مَعَهُ مَشْغُولٌ بِحَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ فَاعْتُبِرَ مَعْدُومًا كَالْمَاءِ الْمُسْتَحَقِّ بِالْعَطَشِ.

[البحر الرائق: كتاب الزكاة، شروط وجوب الزكاة، ج۲ ص۲۱۹، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، ج۱ ص۲۰۲، ط: رحمانيه

واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ سے مانع وہ دین ہے جس کا بندوں کی طرف سے کوئی مطالبہ کرنے والا ہو، جیسے ایک آدمی کا دوسرے آدمی پر قرضہ ہو، اور دینِ نذر اور دینِ کفارہ اگرچہ دیون ہیں لیکن مطالب من جہۃ العباد نہیں ہیں بلکہ یہ مطالب من جہۃ اللہ ہیں، یعنی بندوں کی طرف سے ان کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے ان کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ❶

(۱۴۶) إِنَّهُ لا نَمَاءَ إِلَّا بِالْقُدْرَةِ عَلَى التَّصَرُّفِ. ❷

ترجمہ: بڑھوتری نہیں ہوتی مگر تصرف پر قدرت کے ساتھ۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ مال میں بڑھوتری اس وقت ہوتی ہے جب انسان اس مال میں تصرف کرنے پر قادر ہو، اگر تصرف پر قادر نہ ہو تو مال میں بڑھوتری ثابت نہیں ہو سکتی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ مالِ ضمار میں زکوۃ واجب نہیں ہے، احناف کے نزدیک مال ضمار (مالِ ضمار اس غائب مال کو کہتے ہیں جس کے ملنے کی توقع نہ ہو) کی کئی صورتیں ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرضہ ہو وہ مدیون انکار کرتا ہو اور دائن یعنی قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو یہ بھی مالِ ضمار ہے۔ اب جب بعد میں یہ قرضہ وصول ہو جائے تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ کے وجوب کا سبب مالِ نامی ہے کہ مال میں بڑھوتری ہو، اور بڑھوتری مال میں تصرف پر قادر ہونے کے بغیر نہیں ہو سکتی، اور مال ضمار میں بھی مالک اپنے مال میں تصرف کرنے پر قادر نہیں ہوتا، لہذا مالِ ضمار میں گذشتہ سالوں کی زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ ❸

---

❶ ثُمَّ إِنَّمَا تجب الزَّكَاة فِي مَال الزَّكَاة إِذا لم يكن مُسْتَحقًّا بدين مطَالب من جِهَة الْعباد أَو شَيْء مِنْهُ فَأَما إِذا كَانَ مُسْتَحقًّا بِهِ فَلَا تجب الزَّكَاة بِقدر الدّين لِأَن المَال الْمُسْتَحق بِالدّينِ مُحْتَاج إِلَيْهِ وَسبب وجوب الزَّكَاة هُوَ المَال الْفَاضِل عَن الْحَاجة الْمعد للنماء وَالزِّيَادَة.

[تحفة الفقهاء: كتاب الزكاة، باب زكاة أموال التجارة، ج ۱ ص ۲۷۴، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۲، ط: رحمانیہ

❸ وَلَنَا قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا زَكَاةَ فِي الْمَالِ الضِّمَارِ مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا، وَهُوَ الْمَالُ الَّذِي لَا يُنْتَفَعُ بِهِ مَأْخُوذٌ مِنْ قَوْلِهِمْ بَعِيرٌ ضَامِرٌ إِذَا كَانَ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ لِهُزَالِهِ أَوْ مِنْ الْإِضْمَارِ، وَهُوَ الْإِخْفَاءُ =

(۱۴۷) إِنَّ تَفْلِيْسَ الْقَاضِيْ لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَصِحُّ. ❶

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قاضی کا مفلس قرار دینا صحیح نہیں ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر قاضی کسی آدمی پر افلاس کا حکم لگا دے تو قاضی کا مفلس قرار دینا درست ہوگا یا نہیں، تو امام صاحب کے نزدیک تفلیسِ قاضی کا اعتبار نہ ہوگا، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا اعتبار ہوگا اور یہ درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی کا قرضہ ایسے آدمی پر ہو جو دین کا اقرار تو کرتا ہے لیکن مفلس ہو، یعنی قاضی نے اس کو مفلس قرار دیا ہو تو اس قرض میں بھی مالک پر زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ امام صاحب کے نزدیک تفلیسِ قاضی درست نہیں ہے، اس لئے کہ مال آتا جاتا رہتا ہے، ہوسکتا ہے کہ قاضی کی تفلیس کے بعد اسے ندامت ہو اور وہ کام کاج میں لگ کر اپنی حالت سدھار لے، نیز کسی کے مفلس ہونے کا قطعی علم نہیں ہوسکتا، انسان مال و دولت کو عموماً مخفی رکھتا ہے، کسی کی درست حالت پر بعینہ آگاہی مشکل ہوتی ہے۔ لہذا یہ صاحبِ نصاب شمار ہوگا اور اس پر زکوۃ واجب ہوگی، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قاضی کا مفلس قرار دینا درست ہے۔ ❷

= وَالتَّغَيُّبُ، وَلِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْمَالُ النَّامِي، وَلَا نَمَاءَ إِلَّا بِالْقُدْرَةِ عَلَى التَّصَرُّفِ، وَلَا قُدْرَةَ عَلَيْهِ وَابْنُ السَّبِيلِ قَادِرٌ بِنَائِبِهِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الزكاة، شروط وجوبها، ج ۱ ص ۲۵۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❶ الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۳، ط: رحمانيه

❷ (لأن تفليس القاضي لا يصح عنده) أي عند أبي حنيفة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لأن المال غاد ورائح، فذمته بعد التفليس صحيحة كما هي قبله.

(عند محمد رَحِمَهُ اللَّهُ: لا تجب) أي الزكاة (لتحقق الإفلاس عنده بالتفليس) أي عند تفليس القاضي، لأنه يصير بمنزلة المال الناوي، والمحجود بمنزلة ما ضاع من ماله بحيث لا يقدر عليه.

[البناية: كتاب الزكاة، ج ۳ ص ۳۰۸، ط: دار الكتب العلمية]

(۱۴۸) إِنَّ النِّيَّةَ إِنِ اتَّصَلَتْ بِالْعَمَلِ وَإِلَّا فَلَا. ❶

ترجمہ: نیت اگر عمل کے ساتھ متصل ہو تو درست ہے ورنہ نہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیت عمل سے متصل ہو تو وہ درست ہے یعنی عمل کرتے ہوئے نیت کرلے، لیکن اگر نیت عمل کے ساتھ متصل نہ ہو، یعنی پہلے عمل کرے اور پھر بعد میں نیت کرے تو اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ اگر ایک آدمی نے باندی خریدی تجارت کے لئے اور پھر نیت کرلی خدمت لینے کی تو اس سے زکوۃ ساقط ہوجائے گی، کیونکہ مشتری کی نیت عمل کے ساتھ متصل ہے، اس شخص نے نیت کو عمل یعنی ترکِ تجارت سے متصل کردیا ہے، اور جو نیت عمل کے ساتھ متصل ہو وہ درست ہوتی ہے، لہذا مشتری کی بھی یہ نیت درست ہوگی اور اس پر زکوۃ نہ ہوگی۔ اور اگر مشتری نے پہلے باندی خریدی اور پھر بعد میں تجارت کی نیت کرلی تو یہ تجارت کے لئے نہ ہوگی، یہاں تک کہ اس باندی کو بیچ دے اور پھر اس کے ثمن میں زکوۃ ہوگی، کیونکہ یہاں اس نے ایک عمل یعنی تجارت کی نیت کی ہے جبکہ بوقتِ شراء تجارت کی نیت نہیں تھی، اس لئے اس نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اس لئے کہ مشتری کی نیت عمل کے ساتھ متصل نہیں ہے اور جو نیت عمل کے ساتھ متصل نہ ہو وہ معتبر نہیں ہوتی، لہذا مشتری کی بھی یہ نیت درست نہ ہوگی۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الزكاة، ج ۱ ص ۲۰۳، ط: رحمانیہ

❷ (قَوْلُهُ لِاتِّصَالِ النِّيَّةِ بِالْعَمَلِ) حَاصِلُ هَذَا الْفَصْلِ أَنَّ مَا كَانَ مِنْ أَعْمَالِ الْجَوَارِحِ فَلَا يَتَحَقَّقُ بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ، وَمَا كَانَ مِنَ التُّرُوكِ كَفَى فِيهِ مُجَرَّدُهَا فَالتِّجَارَةُ مِنَ الْأَوَّلِ فَلَا يَكْفِي مُجَرَّدُ النِّيَّةِ بِخِلَافِ تَرْكِهَا، وَنَظِيرُهُ السَّفَرُ وَالْفِطْرُ وَالْإِسْلَامُ وَالْإِسَامَةُ لَا يَثْبُتُ وَاحِدٌ مِنْهَا إِلَّا بِالْعَمَلِ، وَتَثْبُتُ أَضْدَادُهَا بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ فَلَا يَصِيرُ مُسَافِرًا وَلَا مُفْطِرًا وَلَا مُسْلِمًا وَلَا الدَّابَّةُ سَائِمَةً بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ بَلْ بِالْعَمَلِ، وَيَصِيرُ الْمُسَافِرُ مُقِيمًا وَالْمُفْطِرُ صَائِمًا وَالْمُسْلِمُ كَافِرًا وَالدَّابَّةُ عَلُوفَةً بِمُجَرَّدِ نِيَّةِ هَذِهِ الْأُمُورِ، وَالْمُرَادُ بِالْمُفْطِرِ الَّذِي لَمْ يَنْوِ صَوْمًا يُعَدُّ فِي وَقْتٍ تَصِحُّ فِيهِ النِّيَّةُ.

[فتح القدير: كتاب الزكاة، ج ۲ ص ۱۶۹، ط: دار الفكر]

باب صدقة السوائم

(۱۴۹) إِنَّ الْمَقَادِيْرَ لَا يَدْخُلُهَا الْقِيَاسُ. ❶

ترجمہ: نصاب مقرر کرنے میں قیاس نہیں چلتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے جن چیزوں میں نصاب مقرر کیا ہے وہی ہوگا قیاس سے کسی چیز میں نصاب مقرر کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ نصاب مقرر کرنا یہ نقل پر موقوف ہے قیاس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ فصلان (اونٹ کا ایک سال سے کم عمر بچہ) عجاجیل (گائے کا ایک سال سے کم عمر بچہ) اور حملان (بکری کا ایک سال سے کم عمر بچہ) میں امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہیں ہے جب تک ان کے ساتھ بڑے جانور نہ ہوں، یہ امام صاحب کے اقوال میں سے آخری قول ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے، اور اس آخری قول کی وجہ یہ ہے کہ نصاب مقرر کرنے میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے، جب شریعت نے ان میں زکوۃ مقرر نہیں کی تو ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی، اس لئے کہ مقادیر نصاب سماع پر موقوف ہیں اس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے، چنانچہ شریعت نے جس طرح ہمیں بتایا ہے ہم اُسی پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ اگر کسی کے پاس نصاب پورا ہے تو وہ مذکورہ جانوروں کو زکوۃ میں نہیں دے سکتا، جب ان کو نہیں دے سکتا تو ان جانوروں میں زکوۃ بھی واجب نہ ہوگی۔ ❷

(۱۵۰) إِنَّ أَخْذَ الْقِيْمَةِ فِيْ بَابِ الزَّكَاةِ جَائِزٌ. ❸

---

❶ الهداية: كتاب الزكاة، فصل في الخيل، فصل، ج ۱ ص۲۰۸، ط: رحمانيه

❷ وهذا الضرب من القياس مدفوع عندنا، لأن المقادير لا تؤخذ من طريق المقاييس فيما كان هذا وصفه، وإنما طريقها التوقيف.

[شرح مختصر الطحاوی للجصاص: كتاب السرقة وقطع الطريق، ج۶ ص۲۹۲، ط: دار البشائر الإسلامية]

❸ الهداية: كتاب الزكاة، فصل في الخيل، فصل، ج ۱ ص۲۰۸، ط: رحمانيه

ترجمہ: زکوۃ کے باب میں قیمت لینا جائز ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی پر مثلاً کوئی جانور دینا واجب ہے، اور اس کے پاس بعینہ وہ جانور نہیں ہے تو اس کی قیمت دے سکتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی پر مُسِنّۃ (جانوروں کا دوسالہ بچہ) واجب ہو اور اس کے پاس یہ نہ ہو تو زکوۃ وصول کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ اس مالک سے اعلی جانور لے لے اور جو زیادتی ہے وہ مالک کو واپس کر دے، یا مالک اس سے چھوٹا جانور دیدے اور ساتھ جو زائد پیسے بنتے ہیں وہ دیدے، اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مالک پر جانور واجب ہے اس کے پاس نہیں ہے، اب وہ اس جانور سے چھوٹے جانور کے ساتھ کچھ پیسے دیتا ہے تو یہ درست ہے کیونکہ زکوۃ میں شیٔ ماوجب کی قیمت دینا درست ہے۔ ❶

(۱۵۱) إِنَّ الْقَلِيْلَ تَابِعٌ لِلْأَكْثَرِ. ❷

ترجمہ: قلیل اکثر کے تابع ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شیٔ کم ہو وہ اکثر کے تابع ہوتی ہے، یعنی جو حکم اکثر کا ہوگا وہی اس شیٔ قلیل کا بھی ہوگا۔

---

❶ وأصل ذلك ما رواه البخاري: حدثنا محمد بن عبد الله أَنَا أبي، حدثنا ثمامة أن أنسا، حدثه أن أبا بكر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كتب له فريضة الصدقة التي أمر الله رسوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: من بلغت عنده من الإبل صدقة الجذعة، وليست عنده جذعة، وعنده حقه فإنها تقبل منه الحقة، ويجعل معها شاتين إن استيسرتا له أو عشرين درهما، ومن بلغت عنده صدقة الحقة وليست عنده الحقة وعنده الجذعة فإنها تقبل منه الجذعة، ويعطيه المصدق عشرين درهما أو شاتين .... الحديث، ثم المعتبر ما بين القيمتين في الرد والاسترداد أي شيء كان، لأن القيمة تتفاوت باختلاف الرخص من الغلاء، وتقدير العشرين في الحديث ليس بلازم، لأنه كان بحسب الغالب في ذلك الزمان.

[البناية: كتاب الزكاة، فصل في الخيل، فصل، ج۳ ص۳۴۸، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، فصل في الخيل، فصل، ج۱ ص۲۰۸، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ سائمہ یعنی چرنے والا جانور اس کو کہیں گے جو سال کے اکثر حصے میں چرنے پر اکتفاء کرتے ہوں یعنی سال کے اکثر حصے میں چرتے ہوں، اگر اس کو آدھا سال گھر میں چارہ کھلایا ہو یا سال کے اکثر حصہ میں گھر میں چارہ کھلایا ہو تو وہ سائمہ نہ ہوں گے بلکہ علوفہ کہلائیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سال کے اکثر حصے میں اس کو چارہ کھلایا ہو اور کم مدت میں باہر چرتے ہوں تو اکثر کا اعتبار ہوگا اور قلیل اکثر کے تابع ہوگا، تو یہاں بھی باہر چرنے کی کم مدت اُس اکثر مدت کے جو گھر میں چارہ کھلایا ہے تابع ہوگی، گویا کہ اس کو پورے سال گھر میں چارہ کھلایا ہے اور جس کو پورے سال گھر میں چارہ کھلایا جاتا ہے وہ سائمہ نہیں کہلاتا بلکہ علوفہ کہلاتا ہے تو یہ بھی علوفہ کہلائیں گے، اور ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ ❶

(۱۵۲) إِنَّ الْجِبَايَةَ بِالْحِمَايَةِ. ❷

ترجمہ: ٹیکس حفاظت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حاکم اپنے ماتحتوں سے زکوۃ لینے کا حقدار اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اس حاکم کی حمایت اور حفاظت میں ہوتے ہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کفار سے خوارج وبُغات نے زبردستی خراج وصول کیا، پھر امام عادل مع لشکر پہنچ کر ان پر غالب آ گیا تو کیا ان سے دوبارہ خراج لیا جائے گا یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ دوبارہ نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ امام عادل نے ان کی حفاظت نہیں کی اور محصول حفاظت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ جب خارجیوں نے خراج لے لیا تو گویا کہ حاکم نے ان کی حفاظت نہ کی اور جب حاکم نے حفاظت نہیں کی تو اب مالک پر

---

❶(ثم السائمة هي التي تكتفي بالرعي في أكثر الحول حتى لو علفها نصف الحول أو أكثر كانت علوفة، لأن القليل تابع للأكثر) لأن أصحاب السوائم لا يجدون بدا من أن يعلفوا سوائمهم في البرد والثلج، فجعل الأقل تابعا للأكثر، ولا خلاف أن السائمة في جميع الحول تجب فيها الزكاة، والعلوفة في جميع السنة لا تجب فيها الزكاة، وإنما الخلاف في الإسامة في أكثر الحول، فعندنا وأحمد وبعض أصحاب الشافعي لو علفت في نصف السنة أو أكثر كانت علوفة.

[البناية: كتاب الزكاة، فصل في الخيل، فصل، ج٣ ص٣٥٢، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الزكاة، فصل في الخيل، فصل، ج١ ص٢٠٩، ط: رحمانيه

دوبارہ دینا بھی ضروری نہیں ہے، کیونکہ جبایت تو حمایت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ❶

باب فیمن یمر علی العاشر

(۱۵۳) اَلْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ الْيَمِيْنِ. ❷

ترجمہ: منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس صورت میں منکر کے قول کا اعتبار قسم کے ساتھ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر مصدق (یعنی زکوۃ وصول کرنے والا) عاشر (یعنی عشر دینے والے) پر گزرا، عاشر نے کہا میں نے تو ایک مہینہ پہلے زکوۃ دے دی تھی، یا کہتا ہے کہ مجھ پر قرضہ ہے اور ساتھ قسم بھی کھالی تو اس عاشر کی تصدیق کی جائے گی، کیونکہ اس صورت میں مصدق مدعی ہے وہ دعوی کرتا ہے کہ آپ پر زکوۃ دینا واجب ہے اور عاشر اپنے اوپر وجوبِ زکوۃ کا انکار کرتا ہے، چونکہ منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے، تو اس عاشر کا قول بھی مع الیمین معتبر ہوگا، لہذا عاشر کی تصدیق کی جائے گی۔ ❸

---

❶ (وَلَوْ أَخَذَ الْخَرَاجَ وَالْعُشْرَ وَالزَّكَاةَ بُغَاةٌ لَمْ تُؤْخَذْ أُخْرَى) لِأَنَّ الْإِمَامَ لَمْ يَحْمِهِمْ وَالْجِبَايَةُ بِالْحِمَايَةِ، وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ إِلَى عَامِلِهِ إِنْ كُنْتَ لَا تَحْمِيهِمْ فَلَا تَجْبِهِمْ.

[تبيين الحقائق: كتاب الزكاة، زكاة الخيل، ج ۱ ص ۲۷۴، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، ج ۱ ص ۲۱۳، ط: رحمانیہ

❸ (فَمَنْ قَالَ لَمْ يَتِمَّ الْحَوْلُ أَوْ عَلَيَّ دَيْنٌ أَوْ أَدَّيْتُ أَنَا أَوْ إِلَى عَاشِرٍ آخَرَ وَحَلَفَ صُدِّقَ إِلَّا فِي السَّوَائِمِ فِي دَفْعِهِ بِنَفْسِهِ) أَيْ مَنْ قَالَ مِنْ أَرْبَابِ الْأَمْوَالِ لَمْ يَتِمَّ عَلَى مَالِي الْحَوْلُ أَوْ عَلَيَّ دَيْنٌ أَوْ أَدَّيْتُ أَنَا بِنَفْسِي إِلَى الْفُقَرَاءِ فِي الْمِصْرِ أَوْ إِلَى عَاشِرٍ آخَرَ وَحَلَفَ صُدِّقَ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ مَانِعَةٌ مِنَ الْوُجُوبِ لِأَنَّ الْحَوْلَ وَالْفَرَاغَ مِنَ الدَّيْنِ شَرْطٌ لِوُجُوبِ الزَّكَاةِ وَهُوَ بِدَعْوَاهُ إِيَّاهُمَا مُنْكِرٌ لِلْوُجُوبِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْكِرِ مَعَ يَمِينِهِ لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَبِدَعْوَاهُ الْأَدَاءَ إِلَى الْفُقَرَاءِ أَوْ إِلَى عَاشِرٍ آخَرَ مُدَّعٍ لِوَضْعِ الْأَمَانَةِ مَوْضِعَهَا فَيُصَدَّقُ إِذْ قَوْلُ الْأَمِينِ مَقْبُولٌ فَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ الدَّفْعُ ثَانِيًا وَلَا بُدَّ مِنَ الْيَمِينِ لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ.

[تبيين الحقائق: كتاب الزكاة، باب العاشر، ج ۱ ص ۲۸۳، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(۱۵۴) إِنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ. ❶

ترجمہ: بے شک خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ایک خط دوسرے خط کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، اسی بنا پر کسی خط کو علامت قرار دینا درست نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ جن صورتوں میں مالک کی تصدیق کی جاتی ہے (یعنی جانوروں اور اموالِ تجارت کی زکوۃ دینے میں) تو مالک پر ادائیگی کی پرچی دکھانا شرط نہیں ہے کہ میں نے زکوۃ ادا کی ہے، کیونکہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، لہٰذا تحریر کو وصولِ زکوۃ پر علامت قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس میں با آسانی جعل سازی ہوتی ہے، اس لئے تحریر کو علامت متعین کرنا بے سود ہے۔ ❷

(۱۵۵) إِنَّ الْقِيمَةَ فِي ذَوَاتِ الْقِيَمِ لَهَا حُكْمُ الْعَيْنِ وَفِي ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ لَيْسَ لَهَا حُكْمُ الْعَيْنِ. ❸

ترجمہ: ذوات القیم میں قیمت کو عینِ شئ کا حکم حاصل ہے اور ذوات الامثال کے لئے عین کا حکم نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

۱......ذوات القیم: یعنی وہ اشیاء جن کا مثل موجود نہ ہو (تو اس کی قیمت ادا کی جاتی ہے)۔

۲......ذوات الامثال: یعنی وہ اشیاء جن کا مثل موجود ہو۔

اب جو چیزیں ذوات القیم میں سے ہیں ان کی قیمت کا وہی حکم ہے جو عینِ شئ کا حکم ہے اور

---

❶ الهداية: كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، ج ۱ ص ۲۱۴، ط: رحمانیہ

❷ وَأَشَارَ الْمُصَنِّفُ بِالِاكْتِفَاءِ بِالْحَلِفِ إِلَى أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ إِخْرَاجُ الْبَرَاءَةِ فِيمَا إِذَا ادَّعَى الدَّفْعَ إِلَى عَاشِرٍ آخَرَ تَبَعًا لِلْجَامِعِ الصَّغِيرِ، لِأَنَّ الْخَطَّ يُشْبِهُ الْخَطَّ فَلَمْ يُعْتَبَرْ عَلَامَةً، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ كَمَا فِي الْبَدَائِعِ.

[البحر الرائق: كتاب الزكاة، باب العاشر، ج ۲ ص ۲۴۹، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الزكاة، باب فيمن يمر على العاشر، ج ۱ ص ۲۱۵، ط: رحمانیہ

ذوات الامثال میں قیمت کا حکم عینِ شیٔ کا حکم نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر ذمی شراب اور خنزیر لے کر گزرا تو شراب کا عشر لیا جائے گا اور خنزیر کا نہیں لیا جائے گا، کیونکہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور ذوات القیم میں قیمت کا حکم عینِ شیٔ کا حکم ہوتا ہے، اب اگر خنزیر کا عشر لیا جائے تو ایسا ہے جیسا کہ عینِ خنزیر، اور خنزیر مال نہیں ہے۔ شراب کا عشر اس لئے لیا جائے گا کہ شراب ذوات الامثال میں سے ہے اور ذوات الامثال میں قیمت کا حکم عین شیٔ کا حکم نہیں ہوتا، تو قیمت کا لینا شراب کا لینا نہ ہوگا۔ ❶

باب فی المعادن والرکاز

(۱۵۶) إِنَّ مَا كَانَ فِيْ أَيْدِی الْكَفَرَةِ وَجَدَتْهُ أَيْدِيْنَا يَكُوْنُ غَنِيْمَةً. ❷

ترجمہ: یہ (معادن) کفار کے قبضے میں تھیں اور ہم غلبہ سے ان پر قابض ہوئے تو یہ ہمارے لئے غنیمت ہوں گی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز کفار کے قبضے میں ہو پھر مسلمان اس پر قابض ہو جائیں تو وہ شیٔ مالِ غنیمت شمار ہوگی اور اس پر غنائم کے احکام جاری ہوں گے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ سونے کی کان یا چاندی کی کان یا لوہے کی کان یا سیسے کی کان یا پیتل کی کان کسی زمین میں پائی گئی چاہے وہ زمین عشری ہو یا خراجی ہو، ان مذکورہ اشیاء میں خمس واجب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمین پہلے ماضی میں کفار کے قبضے

---

❶ وَوَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ الْقِيمَةَ فِي ذَوَاتِ الْقِيَمِ لَهَا حُكْمُ الْعَيْنِ، وَالْخِنْزِيرُ مِنْهَا، وَفِي ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ لَيْسَ لَهَا هَذَا الْحُكْمُ، وَالْخَمْرُ مِنْهَا وَلِأَنَّ حَقَّ الْأَخْذِ مِنْهَا لِلْحِمَايَةِ وَالْمُسْلِمُ يَحْمِي خَمْرَ نَفْسِهِ لِلتَّخْلِيلِ فَكَذَا يَحْمِيهَا عَلَى غَيْرِهِ، وَلَا يَحْمِي خِنْزِيرَ نَفْسَهُ بَلْ يَجِبُ تَسْيِيبُهُ بِالْإِسْلَامِ فَكَذَا لَا يَحْمِيهِ عَلَى غَيْرِهِ.

[البحر الرائق: كتاب الزكاة، باب العاشر، ج۲ ص ۲۵۱، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، باب في المعادن والركاز، ج ۱ ص ۲۱۶، ط: رحمانیہ

میں تھی بعد میں مسلمان اس پر قابض ہوئے ہیں، اور جو چیز پہلے کفار کے قبضہ میں ہو بعد میں مسلمان قابض ہو جائیں وہ غنیمت ہوتی ہے، لہذا مذکورہ اشیاء بھی مالِ غنیمت ہوں گی اور مالِ غنیمت میں خمس واجب ہوتا ہے، لہذا مذکورہ اشیاء میں بھی خمس واجب ہوگا۔ ❶

(۱۵۷) إِنَّ الْجُزْءَ لَا يُخَالِفُ الْجُمْلَةَ. ❷

ترجمہ: جزء کل کے مخالف نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جزء اپنے کل کے مخالف نہیں ہوتا بلکہ کل کے موافق ہوتا ہے، جو حکم کل یعنی تمام اجزاء کا ہوتا ہے وہی اُس ایک جزء کا بھی ہوتا ہے، کیونکہ تمام اجزاء میں یہ ایک جزء بھی داخل ہے لہذا یہ کل کے موافق ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کر کر کے اس بات کو بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے گھر میں معدن پایا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں کچھ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ گھر کی معدن گھر کی زمین کا ایک جزء ہوتی ہے، اور گھریلو اجزاء میں خمس وغیرہ واجب نہیں ہوتا، اور نہ ہی دیگر کوئی معونت اور ٹیکس واجب ہوتا ہے، لہذا گھر میں نکلنے والی کان میں خمس واجب نہیں ہوگا، کیونکہ گھر کی معدن اجزائے گھر میں سے ایک جزء ہے اور جب کل میں کوئی چیز واجب نہیں ہے تو جزء میں بھی واجب نہیں ہوگی، اس لئے کہ جزء کل کے مخالف نہیں ہوتا، برخلاف کنز اور دفینہ کے وہ از خود دفن کیا جاتا ہے اس

---

❶(قَوْلُهُ خُمُسُ مَعْدِنِ نَقْدٍ وَنَحْوِ حَدِيدٍ فِي أَرْضِ خَرَاجٍ أَوْ عُشْرٍ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ، وَهُوَ مِنَ الرِّكْزِ فَانْطَلَقَ عَلَى الْمَعْدِنِ وَلِأَنَّهُ كَانَ فِي أَيْدِي الْكَفَرَةِ وَحَوَتْهُ أَيْدِينَا غَلَبَةً فَكَانَ غَنِيمَةً، وَفِي الْغَنِيمَةِ الْخُمُسُ إِلَّا أَنَّ لِلْغَانِمِينَ يَدًا حُكْمِيَّةً لِثُبُوتِهَا عَلَى الظَّاهِرِ وَأَمَّا الْحَقِيقَةُ فَلِلْوَاجِدِ فَاعْتَبَرْنَا الْحُكْمِيَّةَ فِي حَقِّ الْخُمُسِ وَالْحَقِيقَةَ فِي حَقِّ الْأَرْبَعَةِ الْأَخْمَاسِ حَتَّى كَانَتْ لِلْوَاجِدِ، وَالنَّقْدُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَنَحْوُ الْحَدِيدِ كُلُّ جَامِدٍ يَنْطَبِعُ بِالنَّارِ كَالرَّصَاصِ وَالنُّحَاسِ وَالصُّفْرِ.

[البحر الرائق: كتاب الزكاة، باب الركاز، ج۲ ص ۲۵۲، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❷الهداية: كتاب الزكاة، باب فی المعادن والركاز، ج ۱ ص ۲۱٦، ط: رحمانیہ

لئے وہ پیدائشی طور پر زمین کے اجزاء میں سے نہیں ہے، اس لئے اس پر خمس واجب ہوگا۔ ❶

(۱۵۸) إِنَّ مَا لَمْ يَرِدْ عَلَيْهِ الْقَهْرُ لا يَكُوْنُ الْمَأْخُوْذُ مِنْهُ غَنِيْمَةً. ❷

ترجمہ: جس چیز پر زبردستی واقع نہ ہو اس سے لی ہوئی چیز غنیمت نہ ہوگی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس زمین پر زبردستی قبضہ نہ ہوا ہو یعنی مسلمانوں نے کفار سے زبردستی نہ لی ہو تو اس زمین سے لی ہوئی چیزیں مالِ غنیمت نہ ہوں گی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ طرفین کے نزدیک موتی اور عنبر میں خمس واجب نہیں ہے، اس لئے کہ خمس اس مال میں واجب ہوتا ہے جو پہلے کفار کے قبضہ میں ہو اور پھر مسلمان حملہ آور ہو کر اس پر غلبہ پا گئے، عنبر ایسا نہیں ہے، کیونکہ وہ کسی کے قبضہ میں نہیں تھا، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سونا اور چاندی جو دریا کے اندر ہوں اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہوتی، کیونکہ ان چیزوں کو سمندر سے لیا جاتا ہے اور سمندروں کی زمین پر مسلمان زبردستی قابض نہیں ہوئے اور جس زمین پر زبردستی قبضہ نہ ہو اُس سے ماخوذ چیزیں غنیمت نہیں ہوتیں، لہذا موتی اور عنبر میں خمس نہیں ہوگا۔ ❸

---

❶ أَنَّهُ مِنْ أَجْزَاءِ الْأَرْضِ مُرَكَّبٌ فِيهَا، وَلَا مُؤْنَةَ فِي سَائِرِ الْأَجْزَاءِ فَكَذَا فِي هَذَا الْجُزْءِ، لِأَنَّ الْجُزْءَ لَا يُخَالِفُ الْجُمْلَةَ بِخِلَافِ الْكَنْزِ فَإِنَّهُ غَيْرُ مُرَكَّبٍ فِيهَا.

[البحر الرائق: كتاب الزكاة، باب الركاز، ج۲ ص۲۵۳، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الزكاة، باب في المعادن والركاز، ج۱ ص۲۱۷، ط: رحمانیہ

❸ أَنَّ مَحَلَّ الْخُمُسِ الْغَنِيمَةُ وَالْغَنِيمَةُ مَا كَانَتْ لِلْكَفَرَةِ ثُمَّ تَصِيرُ لِلْمُسْلِمِينَ بِحُكْمِ الْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ وَبَاطِنُ الْبَحْرِ لَمْ يَرِدْ عَلَيْهِ قَهْرٌ فَلَمْ يَكُنْ غَنِيمَةً.

[رد المحتار: كتاب الزكاة، باب زكاة الركاز، ج۲ ص۳۲۲، ط: دار الفكر]

وَكَذَا لَا شَيْءَ فِيمَا اُسْتُخْرِجَ مِنْ الْبَحْرِ، وَلَوْ ذَهَبًا أَوْ فِضَّةً، لِأَنَّ قَعْرَ الْبَحْرِ لَمْ يَرِدْ عَلَيْهِ الْقَهْرُ فَلَا يَكُونُ الْمَأْخُوذُ مِنْهُ غَنِيمَةً فَلَا يَكُونُ فِيهِ الْخُمُسُ.

[مجمع الأنهر: كتاب الزكاة، باب الركاز، ج۱ ص۲۱۴، ط: دار إحياء التراث]

باب زكاة الزروع والثمار

(۱۵۹) إِنَّ الْخَرَاجَ أَلْيَقُ بِحَالِ الْكَافِرِ. ❶

ترجمہ: خراج لینا کافر کے حال کے زیادہ لائق ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ خراجی زمین میں خراج لینا کافر کی حالت کے زیادہ مناسب ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر ایک زمین مسلمان کے پاس تھی وہ عشر ادا کرتا تھا، پھر اس نے کسی نصرانی پر بیچ دی اور نصرانی نے اس زمین پر قبضہ کر لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس نصرانی سے خراج لیا جائے گا، اس لئے کہ خراج ہی اس کی حالت کے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ عشر میں عبادت کا مفہوم ہے اور کافر ادائے عبادت کا اہل نہیں ہے، لہذا اس پر خراج واجب کرنا زیادہ مناسب ہے تاکہ یہ اس کے لئے عبرت اور سزا ہو۔ ❷

(۱۶۱) إِنَّ الْخَرَاجَ يَتَعَلَّقُ بِالتَّمَكُّنِ مِنَ الزِّرَاعَةِ. ❸

ترجمہ: خراج کا تعلق کھیتی باڑی پر قدرت کے ساتھ ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ زمین کا جو خراج ہوتا ہے یہ بالفعل پیداوار کے ساتھ متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق بالقوۃ پیداوار کے ساتھ ہے، یعنی اگر زمین کھیتی باڑی کی صلاحیت رکھتی ہو تو اس صورت میں خراج لیا جائے گا، اگرچہ اس میں اب بالفعل کچھ بھی نہ ہوا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ خراجی زمین میں اگر پیداوار کی صلاحیت ہو تو اس صورت میں خراج لیا جائے گا اگرچہ فی الحال اس میں پیداوار نہ ہو، یعنی اگر ایک آدمی کے پاس خراجی زمین ہے اور وہ زمین پیداوار کی صلاحیت بھی رکھتی ہے، اب اگر مالک اس کو ویسے

---

❶ الهداية: كتاب الزكاة، باب زكاة الزروع والثمار، ج ا ص ۲۲۰، ط: رحمانیہ

❷ لأن الخراج (أليق بحال الكافر) لأن الكفر ينافي أداء العبادة بخلاف الخراج، لأن الإسلام لا ينافي العقوبة.

[البناية: كتاب الزكاة، باب زكاة الزروع والثمار، ج۳ ص ۴۳۴، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الزكاة، باب زكاة الزروع والثمار، ج ا ص ۲۲۱، ط: رحمانیہ

چھوڑ دے اس میں کھیتی باڑی نہ کرے، بالفعل کچھ بھی نہ ہو تب بھی اُس سے خراج لیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ خراج کا تعلق اس بات کے ساتھ ہے کہ زمین زراعت کی صلاحیت رکھتی ہو اور یہاں بھی زمین زراعت کی صلاحیت رکھتی ہے اس لئے خراج لازم ہوگا، زراعت نہ کرنا اس کی اپنی کوتاہی ہے۔ ❶

باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز

(۱۶۲) إِنَّ التَّمْلِيْكَ شَرْطٌ لِأَدَاءِ الزَّكَاةِ. ❷

ترجمہ: تملیک زکوۃ کی ادائیگی کے لئے شرط ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے، یعنی زکوۃ اس وقت اداء ہوگی جب آپ کسی کو مالک بنادیں، بدونِ تملیک کے زکوۃ اداء نہ ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ زکوۃ کے مال سے نہ مسجد بناسکتے ہیں اور نہ کسی میت کی تکفین کرسکتے ہیں، کیونکہ ان دونوں میں تملیک معدوم ہے اور زکوۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک شرط ہے، بہر حال زکوۃ اس وقت اداء ہوگی جب آپ کسی کو مالک بنادیں اور مسجد بنانا یا میت کی تکفین وغیرہ کرانا اس میں آپ نے کسی کو مالک نہیں بنایا اور بدونِ تملیک کے زکوۃ اداء نہیں ہوتی، تو مذکورہ صورتوں میں بھی زکوۃ اداء نہ ہوگی۔ ❸

---

❶(وَإِنْ كَانَتْ) عَيْنُ قِيرٍ أَوْ نِفْطٍ (فِي أَرْضِ خَرَاجٍ فَفِي حَرِيمِهَا الصَّالِحِ لِلزِّرَاعَةِ الْخَرَاجُ) قَيَّدَ بِكَوْنِ الْحَرِيمِ الصَّالِحِ لِلزِّرَاعَةِ مِنْ أَرْضِ الْخرَاجِ، لِأَنَّ الْخَرَاجَ يَتَعَلَّقُ بِالتَّمَكُّنِ مِنْ الزِّرَاعَةِ حَتَّى لَوْ كَانَ الْحَرِيمُ عُشْرِيًّا وَزَرَعَهُ وَجَبَ الْعُشْرُ فِيمَا يَخْرُجُ وَإِنْ لَمْ يَزْرَعْهُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

[مجمع الأنهر: كتاب الزكاة، باب زكاة الخارج، ج ۱ ص ۲۱۹، ط: دار إحياء التراث]

❷الهداية: كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقات إليه ومن لا يجوز، ج ۱ ص ۲۲۲، ط: رحمانیہ

❸(قَوْلُهُ وَلَا يُبْنَى بِهَا مَسْجِدٌ وَلَا يُكَفَّنُ بِهَا مَيِّتٌ) لِانْعِدَامِ التَّمْلِيكِ مِنْهُ وَهُوَ الرُّكْنُ وَالدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ التَّمْلِيكَ لَا يَتَحَقَّقُ فِي تَكْفِينِ الْمَيِّتِ أَنَّ الذِّئْبَ لَوْ أَكَلَ الْمَيِّتَ يَكُونُ الْكَفَنُ لِلْمُكَفِّنِ لَا لِلْوَارِثِ كَذَا فِي النِّهَايَةِ وَكَذَا لَا يُقْضَى بِهَا دَيْنُ مَيِّتٍ وَلَا يُبْنَى بِهَا السِّقَايَاتُ وَلَا تُحْفَرُ بِهَا الْآبَارُ وَلَا يَجُوزُ إلَّا أَنْ يَقْبِضَهَا فَقِيرٌ أَوْ يَقْبِضَهَا لَهُ وَلِيٌّ أَوْ وَكِيلٌ لِأَنَّهَا تَمْلِيكٌ وَلَا بُدَّ فِيهَا مِنْ الْقَبْضِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة، ج ۱ ص ۱۲۹، ط: المطبعة الخيرية]

باب صدقة الفطر

(۱۶۳) إِنَّ سَبَبَ وُجُوبِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ رَأْسٌ يَمُوْنُهُ وَيَلِيْ عَلَيْهِ. ❶

ترجمہ: صدقہ فطر کے وجوب کا سبب ایسا سر ہے جس کا خرچہ برداشت کیا جاتا ہو اور جس پر ولایت حاصل ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر کے وجوب کا سبب ہمارے نزدیک ہر وہ رأس ہے جس کا خرچہ برداشت کیا جاتا ہو اور اُس پر ولایت حاصل ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں جو شخص نصاب کا مالک ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے اور اپنی زیرِ تربیت نابالغ اولاد اور اپنے غلاموں کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے، اس لئے کہ صدقۃ الفطر کے وجوب کا سبب ایسا رأس ہے جس کا وہ شخص متولی ہے اور اس کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہے، اس لئے تو صدقہ فطر کو رأس کی طرف منسوب کر کے زکوۃ الرأس کہا جاتا ہے، اور ایک چیز کی دوسری کی طرف اضافت کرنا مضاف الیہ کے سبب ہونے کی علامت ہے، پس معلوم ہوا کہ صدقۃ الفطر واجب ہونے کا سبب رأس اور ذات ہے۔ اولادِ صغار کا خرچہ اور ولایت چونکہ والد کی ہے اس لئے صدقۃ الفطر والد پر واجب ہوگا بشرطیکہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔ اسی طرح غلاموں کا صدقہ مولی پر واجب ہے، اس لئے کہ ان کا خرچہ بھی مولی برداشت کرتا ہے اور ان پر ولایت بھی مولی کو حاصل ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج ۱ ص ۲۲۵، ط: رحمانیہ

❷ (عَنْ نَفْسِهِ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارَ وَعَبِيدِهِ لِلْخِدْمَةِ وَمُدَبَّرِهِ وَأُمِّ وَلَدِهِ وَإِنْ كَانُوا كُفَّارًا لَا غَيْرُ) وَالْأَصْلُ فِي ذَلِكَ أَنَّ سَبَبَ وُجُوبِهَا رَأْسٌ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ يَصِيرُ بِمَنْزِلَةِ رَأْسِهِ فِي الذَّبِّ وَالنُّصْرَةِ .قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :أَدُّوا عَمَّنْ تَمُونُونَ فَيَلْزَمُهُ عَنْ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَمَمَالِيكِهِ الْمُسْلِمِينَ وَالْكُفَّارِ وَالْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَةِ الْعَبْدِ، وَلَا تَجِبُ عَنْ أَبَوَيْهِ وَأَوْلَادِهِ الْكِبَارِ وَزَوْجَتِهِ وَمُكَاتَبِهِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ، وَلَوْ كَانَ أَبُوهُ مَجْنُونًا فَقِيرًا يَجِبُ عَلَيْهِ صَدَقَةُ فِطْرِهِ لِوُجُودِ الْمَئُونَةِ وَالْوِلَايَةِ.

[الاختيار لتعليل المختار: كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج ۱ ص ۱۲۳، ط: المطبعة الحلبی]

(۱۶۴) إِنَّ الْإِذْنَ قَدْ يَثْبُتُ عَادَةً. ❶

ترجمہ: اجازت کبھی عادتاً ثابت ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اجازت صراحتاً لی جاتی ہے لیکن بعض اشیاء ایسی ہیں کہ ان کی اجازت عادت کے طور پر ثابت ہوتی ہے یعنی ان کی صراحتاً اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی بالغ اولاد یا اپنی بیوی کی طرف سے صدقہ فطر ادا کر دیا ان کی اجازت اور حکم کے بغیر تو استحساناً یہ جائز ہے، اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی طرف سے عادتاً اجازت ثابت ہے، اور ضابطہ ہے کہ ''اَلثَّابِتُ بِالْعُرْفِ كَالثَّابِتِ بِالنَّصِّ ''یعنی عرف وعادت سے ثابت ہونے والی چیز صراحتاً ثابت کی گئی چیز کی طرح ہوتی ہے۔ ❷

(۱۶۵) إِنَّ الْإِضَافَةَ تُفِيْدُ الِاخْتِصَاصَ. ❸

ترجمہ: اضافت اختصاص کا فائدہ دیتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اضافت یعنی مضاف، مضاف الیہ میں نسبت کا ہونا اختصاص کا فائدہ دیتا ہے، یعنی جب ایک چیز دوسری کی طرف مضاف ہو تو یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ مضاف، مضاف الیہ کے ساتھ خاص ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ صدقہ فطر کے وجوب کا تعلق عید الفطر کے دن طلوعِ فجر کے ساتھ ہے، کیونکہ صدقہ فطر کی اضافت عید الفطر کے دن کی

---

❶ الهداية: كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج ۱ ص ۲۲۵، ط: رحمانیہ

❷ (ولو أدى عنهم) أى عن أولاده الكبار (أو عن زوجته) أى أو أدى عن زوجته (بغير أمرهم أجزأ استحسان لثبوت الإذن عادة) والقياس أن لا يصح كما إذا أدى الزكاة بغير إذنها، وفى العادة أن الزوج هو الذى يؤدى عنها، وكان الإذن ثابتا عادة، بخلاف الزكاة، لأنها عبادة محضة لا تصح بدون الإذن صريحا.

[البناية: كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، ج۳ ص ۴۸۹، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الزكاة، فصل فى مقدار الواجب ووقته، ج ۱ ص ۲۲۸، ط: رحمانیہ

طرف ہے نہ کہ رات کی طرف، اور اضافت اختصاص کا فائدہ دیتی ہے، لہذا صدقہ فطر بھی دن کے ساتھ خاص ہوگا نہ کہ رات کے ساتھ، نیز فطر سے صوم کی ضد مراد ہے اور صوم کا تعلق دن سے ہے، تو صوم کی ضد یعنی فطر کا تعلق بھی دن کے ساتھ ہوگا نہ کہ رات کے ساتھ۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صدقہ فطر کی ادائیگی عید الفطر کے دن صبح صادق سے شروع ہوتی ہے۔ مذکورہ اصول کی بنا پر اگر طلوعِ فجر کے وقت صدقہ فطر کا سبب یعنی ''مؤنت اور ولایت'' موجود ہو تو صدقہ فطر واجب ہوگا اگر نہ ہو تو واجب نہ ہوگا، مثلاً عید الفطر کے دن طلوعِ فجر سے پہلے کوئی فوت ہوگیا تو صدقہ فطر ساقط ہوجائے گا اور اگر طلوعِ فجر کے وقت کوئی بچہ پیدا ہوا تو صدقہ فطر واجب ہوجائے گا۔ [1]

---

[1] (ولنا أن الإضافة) أی إضافة الصدقة إلى الفطر (للاختصاص، واختصاص الفطر باليوم دون الليل) إذ المراد فطر يضاد الصوم، وهو فی اليوم لأن الصوم فيه حرام، ألا ترى أن الفطر كان يوجد فی كل ليلة من رمضان، ولا يتعلق الوجوب به، فدل على أن المراد به ما يضاد الصوم. [البناية: كتاب الزكاة، فصل فی مقدار الواجب ووقته، ج۳ ص۵۰۳، ط: دار الكتب العلمية]

کتاب الصوم

(١٦٦) إِنَّ الْكَفَّارَةَ تَنْدَرِئُ بِالشُّبُهَاتِ. ❶

ترجمہ: کفارہ شبہات سے ساقط ہو جاتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا طلب یہ ہے کفارات شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے اکیلے رمضان کا چاند دیکھا تو وہ روزہ رکھے اگرچہ امام وقت کسی وجہ سے اس کی شہادت کو قبول نہ کرے، اس لئے کہ حدیث میں ''صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ''، ''صُوْمُوْا'' کا خطاب عام ہے، جس شخص کو بھی رؤیت حاصل ہو اُس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ لیکن اگر دیکھنے والے نے روزہ نہ رکھا بلکہ افطار کر دیا، تو اس صورت میں اس پر قضاء تو واجب ہے لیکن کفارہ نہیں ہے، کیونکہ قاضی نے شرعی دلیل سے اس کی شہادت کو رد کیا ہے اور وہ دلیلِ شرعی غلطی کی تہمت ہے، جب مطلع صاف تھا تو علاقہ میں کسی کو نظر نہیں آیا، اور صرف اس شخص کو نظر آیا، تو یہ باعثِ حیرت ہے، نیز ممکن ہے کہ اس نے چاند جیسی کوئی چیز دیکھی ہو اور اُسے چاند سمجھ لیا ہو تو دیکھنے میں غلطی واقع ہوگئی، اس لئے امام نے اس کی شہادت کو رد کر دیا، تو رؤیتِ ہلال میں شبہ پیدا ہو گیا، اور شبہات سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الصوم، ج ١ ص ٢٣٣، ط: رحمانيه

❷ أن القاضي رد شهادته بدليل شرعي وهو تهمة الغلط لأن تفرده بالرؤية مع تساوي كافة الناس في النظر والمنظر والجو والالتماس يورث تهمة الغلط وهذه الكفارة تندرء بالشبهات ولأن عدم وجوب الصوم على غيره دليل على أن هذا اليوم ليس من رمضان في حق الكافة وكذا في حقه لقوله تعالى: فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. وقوله صلى الله عليه وسلم: صوموا شهركم. وقوله صلى الله عليه وسلم: صومكم يوم تصومون. فجعل الشهر مضافا إلى الكافة لا إلى واحد بعينه فلا تثبت الرمضانية إلا بوجوب الصوم على الكل فإذا لم تثبت الرمضانية قطعا لا تجب الكفارة.

[الغرة المنيفة في تحقيق بعض مسائل الإمام أبي حنيفة: كتاب الصوم، ص ٦٤، ط: المؤسسة للكتب الثقافية]

(۱۶۷) إِنَّ قَوْلَ الْفَاسِقِ فِي الدِّيَانَاتِ غَيْرُ مَقْبُولٍ. ❶

ترجمہ: دیانات میں فاسق کا قول معتبر نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ دینی امور و معاملات میں فاسق کا قول معتبر نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر آسمان میں علت ہو یعنی ابر وغیرہ ہو تو اس صورت میں امام چاند دیکھنے میں ایک عادل آدمی کی گواہی کو قبول کرے گا، چاہے وہ ایک عادل مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، لیکن عدالت شرط ہے کہ ایک عادل ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دیانات کے قبیل سے ہے اور دیانات میں فاسق کا قول معتبر نہیں ہے بلکہ عادل ہونا ضروری ہے۔ ❷

باب ما یوجب القضاء و الکفارۃ

(۱۶۸) إِنَّ الْهَيْئَةَ إِنْ كَانَتْ مُذَكِّرَةً لَا يُعْتَبَرُ النِّسْيَانُ وَإِلَّا فَهُوَ مُعْتَبَرٌ. ❸

ترجمہ: اگر ہیئت و کیفیت یاد دلانے والی ہو تو نسیان کا اعتبار نہیں ہوگا، وگرنہ نسیان معتبر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی ایسے فعل میں مشغول ہو کہ اس فعل کی ہیئت اور کیفیت انسان کو وہ فعل یاد دلانے والی ہو تو اس میں بھول جانے کا اعتبار نہ ہوگا، اور اگر ایسے فعل میں مشغول ہو کہ اس فعل کی حالت اور کیفیت انسان کو یاد دلانے والی نہ ہو تو اس میں نسیان معتبر ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر روزے دار نے بھول کر کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا تو ان صورتوں میں استحساناً روزہ نہ ٹوٹے گا، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ اِمساک کا نام ہے اور کھانا پینا یا جماع کرنا اِمساک کی ضد ہے، اور قاعدہ ہے کہ شئ اپنی ضد سے باطل ہو جاتی ہے، لہذا اس صورت میں روزہ ٹوٹ جانا چاہئے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ نماز

---

❶ الهداية: كتاب الصوم، ج ۱ ص ۲۳۳، ط: رحمانیہ

❷ (في رؤية الهلال رجلا كان أو امرأة حراً كان أو عبداً) لأنه أمر ديني فأشبه رواية الأخبار، ولهذا لا يختص بلفظ الشهادة، وتشترط العدالة، لأن قول الفاسق في الديانات غير مقبول.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الصوم، ج ۱ ص ۱۶۴، ط: المكتبة العلمية]

❸ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء و الكفارة، ج ۱ ص ۲۳۴، ط: رحمانیہ

میں بھول کر کھانے پینے یا بات کرنے سے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اسی طرح روزہ بھی نسیاناً اکل وشرب سے ٹوٹ جائے گا۔ استحسان کی وجہ یہ حدیث ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ، فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ، فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ ❶.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

بہر حال مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا برخلاف نماز کے، کیونکہ نماز کی ہیئت انسان کو یاد دلاتی ہے، نماز کی حالت میں ہمہ وقت یاد رہتا ہے کہ میں نماز میں ہوں، کیونکہ نماز کی حالت غیر حالتِ نماز کے بالکل مختلف ہے، نماز میں اس قدر کثرت سے اوراد وظائف اور تسبیحات ہیں کہ نمازی ایک پَل کے لئے بھی نماز کو نہیں بھول سکتا ہے، ہمہ وقت یاد رہتا ہے کہ میں نماز کی حالت میں ہوں۔ پس نماز کی حالت میں نسیان معتبر نہیں ہوگا برخلاف روزے کا، اس کا تعلق باطن سے ہوتا ہے، اور رمضان کے علاوہ میں انسان کو کھانے پینے کی عادت رہتی ہے اس لئے روزے میں نسیان کا غالب ہونا مستبعد نہیں ہے۔ اس لئے روزے کو نماز پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے روزے کو نماز پر قیاس کیا تھا، تو مذکورہ اصول اس قیاس کے جواب پر مبنی ہے۔ ❷

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الصوم، باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، ج۳ ص ۳۱، رقم الحديث: ۱۹۳۳

❷ (بخلاف الصلاة لأن هيئة الصلاة مذكرة)هيئة الصلاة القيام والركوع والسجود والانتقال من واحد إلى واحد، وكل هذه الأفعال تذكر المصلي. (فلا يغلب النسيان) ولا يستلزم غلبة النسيان عدم نفي هيئات ما (ولا مذكر) أي ولا شي مذكر (في الصوم فيغلب) لأن هيئة الصائم وغير الصائم سواء لأن الصوم أمر مبطن فغلب عليه النسيان.

[البناية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج۴ ص۳۷، ط: دار الكتب العلمية]

(۱۶۹) إِنَّ النَّادِرَ كَالْمَعْدُوْمِ. ❶

ترجمہ: نادر معدوم کی طرح ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا وجود کم ہو وہ نہ ہونے کے حکم میں ہوتی ہے، یعنی قلیل الوقوع چیز معدوم کے حکم میں ہوتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ مخطئ اور مکرَہ پر قضاء واجب ہے، اگر کسی روزہ دار نے غلطی سے کوئی چیز کھا پی لی یا زبردستی کسی نے اُسے کچھ کھلا پلا دیا تو ہمارے یہاں اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر روزے کی قضاء واجب ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح خطاء اور اکراہ میں بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ احناف فرماتے ہیں کہ نسیان اور خطاء و اکراہ کے درمیان واضح فرق ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، نسیان کثیر الوقوع ہے جب کہ خطاء و اکراہ قلیل الوقوع ہیں، اور قلیل معدوم کے حکم میں ہوتا ہے۔ نیز نسیان صاحبِ حق یعنی اللہ کی طرف سے ہے اور خطاء و اکراہ بندوں کی طرف سے ہے۔ ❷

(۱۷۰) إِنَّ كَفَّارَةَ الصَّوْمِ تَدُوْرُ عَلَى كَمَالِ الْجِنَايَةِ. ❸

ترجمہ: روزے کا کفارہ کامل جنایت پر دائر ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کفارۂ صوم کا دار و مدار کامل جنایت پر ہے، اگر روزہ دار نے عورت کا بوسہ لیا یا مَس کیا اور انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر روزے کی قضاء

---

❶ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج ۱ ص ۲۳۴، ط: رحمانیہ

❷ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ مُخْطِئًا أَوْ مُكْرَهًا فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، فَإِنَّهُ يَعْتَبِرُ بِالنَّاسِي، وَلَنَا أَنَّهُ لَا يَغْلِبُ وُجُودُهُ وَعُذْرُ النِّسْيَانِ غَالِبٌ، وَلِأَنَّ النِّسْيَانَ مِنْ قِبَلِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ، وَالْإِكْرَاهُ مِنْ قِبَلِ غَيْرِهِ فَيَفْتَرِقَانِ كَالْمُقَيَّدِ وَالْمَرِيضِ الْعَاجِزِ عَنِ الْأَدَاءِ بِالرَّأْسِ فِي قَضَاءِ الصَّلَاةِ حَيْثُ يَقْضِي الْمُقَيَّدُ لَا الْمَرِيضُ.

[البحر الرائق: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج ۲ ص ۲۹۲، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج ۱ ص ۲۳۵، ط: رحمانیہ

واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔قضاء اس لئے واجب ہے کہ یہاں معناً جماع پایا گیا ہے، کیونکہ یہاں مرد وعورت شہوت کے ساتھ چمٹ گئے اور انزال ہوگیا، اور منافی کا وجود احتیاطاً ایجابِ قضاء کے لئے کافی ہے، خواہ وہ معناً پایا جائے۔کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب حقیقتاً جماع پایا جائے۔وجوبِ کفارہ کے لئے جنایت کا کامل ہونا ضروری ہے، اور یہاں چونکہ صرف معناً جماع پایا گیا اس لئے جرم ناقص ہے اور ناقص جرم سے کفارہ ثابت نہیں ہوتا، بلکہ حقیقتاً جماع نہ پائے جانے کی وجہ سے یہاں عدمِ جماع کا شبہ پیدا ہوگیا، اور شبہات سے کفارات ساقط ہوجاتے ہیں، جیسے حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ ❶

(۱۷۱) إِنَّ وُصُوْلَ مَا فِيْهِ صَلَاحُ الْبَدَنِ إِلَى الْجَوْفِ يُفْطِرُ الصَّوْمَ. ❷

ترجمہ: اس چیز کا پیٹ تک پہنچنا جس سے بدن کی اصلاح ہو اُس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے بدن کا فائدہ اور اصلاح ہو اگر وہ پیٹ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ جس شخص نے حقنہ کرایا (یعنی پاخانے کے راستے سے پیٹ میں دواء پہنچائی) یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں دوا کے قطرے ڈالے تو ان صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ لَيْسَ مِمَّا خَرَجَ'' کہ جوفِ معدہ میں داخل ہونے والی چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، نیز ہر وہ چیز ہے جس میں بدن کی اصلاح ہو اور وہ پیٹ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جس طرح غذا سے بدن کو تقویت پہنچانا مقصود ہوتا ہے،

---

❶ (قَوْلُهُ فَإِنْ أَنْزَلَ بِقُبْلَةٍ أَوْ لَمْسٍ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ دُونَ الْكَفَّارَةِ) لِوُجُودِ مَعْنَى الْجِمَاعِ وَهُوَ الْإِنْزَالُ عَنْ شَهْوَةٍ بِالْمُبَاشَرَةِ وَأَمَّا الْكَفَّارَةُ فَتَفْتَقِرُ إِلَى كَمَالِ الْجِنَايَةِ لِأَنَّهَا عُقُوبَةٌ فَلَا يُعَاقَبُ بِهَا إِلَّا بَعْدَ بُلُوغِ الْجِنَايَةِ نِهَايَتَهَا وَلَمْ تَبْلُغْ نِهَايَتَهَا لِأَنَّ نِهَايَتَهَا الْجِمَاعُ فِي الْفَرْجِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصوم، ج ۱ ص ۱۳۹، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج ۱ ص ۲۳۸

اسی طرح دواء سے بدن کی اصلاح مقصود ہوتی ہے، اور غذا کا پہنچنا بھی مفسدِ صوم ہوگا۔ ❶

(۱۷۲) إِنَّ وُجُوبَ الْقَضَاءِ عَلَى التَّرَاخِيْ. ❷

ترجمہ: قضاء علی التراخی واجب ہے۔

تشریح: صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے رمضان کے روزوں کی قضاء میں اتنی تاخیر کردی کہ دوسرا رمضان آ گیا، تو اس صورت میں رمضانِ ثانی کے روزے رکھے اور رمضانِ اول کے روزوں کی قضاء رمضانِ ثانی کے بعد کرے اور اس پر کوئی فدیہ نہ ہوگا، کیونکہ قضاء کا وجوب تراخی پر ہے، اب جب رمضانِ ثانی آ گیا تو پہلے اس کے روزے رکھے اس لئے کہ یہ اس کا وقت ہے، پہلے اس کے نقد روزے رکھے بعد میں رمضانِ اول کی قضاء کرے، کیونکہ قضاء کا وقت پوری زندگی ہے اور تاخیر کی وجہ سے اس پر فدیہ بھی واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ رمضان کے روزوں کی قضاء فی الفور واجب نہیں ہے بلکہ اس میں تاخیر کی گنجائش ہے، اسی لئے تو قضاء سے پہلے نفل روزے رکھنا جائز ہے، معلوم ہوا کہ قضاء کا وجوب علی الفور نہیں ہے۔ ❸

(۱۷۳) إِنَّ شَرْطَ الْخَلِيْفَةِ اِسْتِمْرَارُ الْعِجْزِ. ❹

ترجمہ: خلیفہ ہونے کے لئے دائمی عجز شرط ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نائب اور خلیفہ پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اصل

---

❶ الْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلِوُجُودِ مَعْنَى الْفِطْرِ وَهُوَ وُصُولُ مَا فِيهِ صَلَاحُ الْبَدَنِ إِلَى الْجَوْفِ وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِانْعِدَامِ الْفِطْرِ صُورَةً.

[مجمع الأنهر: كتاب الصوم، باب موجب الفساد، ج ۱ ص ۲۴۱، ط: دار إحياء التراث]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۰، ط: رحمانیہ

❸ (وإن أخره حتى دخل رمضان آخر صام الثاني)، لأنه وقته حتى لو نواه عن القضاء لا يقع إلا عن الأداء كما تقدم (وقضى الأول بعده) لأنه وقت القضاء (ولا فدية عليه) لأن وجوب القضاء على التراخي حتى كان له أن يتطوع.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الصوم، ج ۱ ص ۱۷۰، ط: المكتبة العلمية]

❹ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۰، ط: رحمانیہ

پر عمل کرنے سے عاجز ہو، لیکن یہ عجز عارضی نہ ہو بلکہ دائمی ہو۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ شیخ فانی جب روزے پر قادر نہ ہو تو ہر روزے کے عوض بطورِ فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے، لیکن اگر یہ روزے پر قادر ہو جائے تو اس وقت یہ حکم باطل ہو جائے گا، یعنی پھر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ اصل ہے اور فدیہ دینا خلیفہ ہے اور خلیفہ کی شرط یہ ہے کہ عجز دائمی ہو، جب شیخ فانی روزے پر قادر ہو گیا تو ظاہر ہے اس کے حق میں عجز کا دوام نہیں ہے، جب عجز دائمی نہ رہا تو بدل یعنی فدیہ کا حکم بھی باطل ہو جائے گا اور روزوں کی قضاء کرنی ہوگی۔ ❶

(۱۷۴) إِنَّ الْعِبَادَةَ لَا بُدَّ فِيْهِ مِنَ الْإِخْتِيَارِ. ❷

ترجمہ: عبادت میں اختیار ضروری ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ تمام عبادات میں اختیار ضروری ہے، یعنی اداء کرنا اور ترک کرنا اختیار میں ہو، کیونکہ عبادت کا مقصد ابتلاء ہے اور بغیر اختیار کے ابتلاء کا معنی ثابت نہیں ہو سکتا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کوئی فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے قضاء روزے ہوں تو اگر وہ وصیت کر دے تو اس کی طرف سے ولی ہر دن کے لئے مسکین کو نصفِ صاع گندم، یا ایک صاع کھجور، یا جَو دے، اس پر وصیت کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت میں اختیار ضروری ہے، اور یہ اختیار وصیت میں تو ہے لیکن وراثت میں نہیں ہے کیونکہ وراثت جبری ہوتی ہے۔ اس لئے مورِث بوقتِ مرض کسی وارث کو محروم کرنا

---

❶(والشيخ الفاني الذى لا يقدر على الصيام) لقربه إلى الفناء أو لفناء قوته (يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم) المكفر (فى الكفارات) وكذا العجوز الفانية. والأصل فيه قوله تعالى: (وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين) معناه "لا يطيقونه" ولو قدر بعد على الصوم يبطل حكم الفداء ،لأن شرط الخليفة استمرار العجو.

[اللباب فى شرح الكتاب: كتاب الصوم، ج ۱ ص ۱۷۱، ط: المكتبة العلمية]

❷الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۰، ط:رحمانیہ

چاہے تو بھی اُسے وراثت ملے گی۔ ❶

(۱۷۵) إِنَّ سَبَبَ الْوُجُوبِ فِي الصَّلَاةِ الْجُزْءُ الْمُتَّصِلُ بِالْأَدَاءِ وَفِي الصَّوْمِ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ. ❷

ترجمہ: وجوب کا سبب نماز میں وہ جزء ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور روزے میں پہلا جزء ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں سببِ وجوب وہ جزء ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہے، اور روزے میں سببِ وجوب دن کا پہلا حصہ ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر بچہ بالغ ہوجائے، یا کافر رمضان میں اسلام قبول کرلے، تو دن کے باقی حصے میں کھانے پینے وغیرہ سے رک جائیں اور اس دن کی قضاء ان پر نہیں ہے اور نہ گزشتہ دنوں کی قضاء ہے۔ گزشتہ دنوں کی قضاء اس لئے نہیں ہے کہ بلوغت سے پہلے اور اسلام لانے سے پہلے خطاب ان کی طرف متوجہ نہ تھا، اور اس دن کی قضاء اس لئے نہیں ہے کہ چونکہ روزے میں سببِ وجوب دن کا ابتدائی حصہ ہے اور دن کا ابتدائی حصہ طلوعِ فجر سے متصل ہوتا ہے، اور اس وقت ان لوگوں میں اہلیت معدوم تھی، اس لئے ان پر اس دن کا روزہ واجب نہیں ہوا، اور جب روزہ واجب نہیں ہوا تو اس کی قضاء بھی لازم نہیں ہوگی۔ برخلاف نماز کے کہ نماز کی قضاء واجب ہے کیونکہ نماز میں سببِ وجوب وہ جزء ہے جو ادا سے متصل ہو اور اس جزء میں ان میں اہلیت پائی گئی، لہذا جب سببِ وجوب کے وقت اہلیت پائی گئی

---

❶(ومن مات وعليه قضاء رمضان فأوصى به أطعم عنه وليه) وجوباً إن خرجت من ثلث ماله، وإلا فيقدر الثلث (لكل يوم مسكيناً نصف صاع من بر أو صاعاً من تمر أو صاعاً من شعير)، لأنه عجز عن الآداء في آخر عمره فصار كالشيخ الفاني، ثم لابد من الإيصاء عندنا، حتى إن مات ولم يوص بالإطعام عنه لا يلزم على ورثته ذلك ولو تبرعوا عنه من غير وصية جاز وعلى هذا الزكاة.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الصوم، ج ۱ ص ۱۷۱، ط: المكتبة العلمية]

❷الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج ۱ ص ۱۲۴، ط: رحمانیہ

تو ان پر نماز واجب ہوگی، لہذا اب نہ پڑھنے کی صورت میں قضاء واجب ہوگی۔ ❶

(۱۷۶) إِنَّ السَّفَرَ لَا يُنَافِيْ أَهْلِيَّةَ الْوُجُوْبِ وَلَا صِحَّةَ الشُّرُوْعِ. ❷

ترجمہ: سفر نہ تو اہلیتِ وجوب کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی صحتِ شروع کے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ سفر وجوب کی اہلیت کا اور شروع کرنے کی صحت کے منافی نہیں ہے، یعنی سفر کی وجہ سے وجوب کی اہلیت ختم نہیں ہوتی بلکہ سفر کے ساتھ وجوب کی اہلیت باقی رہتی ہے اور سفر کے ساتھ شروع کرنا بھی درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر مسافر نے روزہ افطار کرنے کی نیت کر لی، پھر وہ زوال سے پہلے شہر میں آگیا اور پھر روزہ رکھنے کی نیت کر لی تو اس کا روزہ درست ہے، اس لئے کہ سفر نہ اہلیتِ صوم کے منافی ہے اور نہ ہی روزہ شروع کرنے کے منافی ہے، لہذا جب اس میں اہلیت باقی ہے اور جس میں اہلیتِ وجوب ہو وہ اگر روزے کی نیت کر لے تو درست

---

❶(وإذا بلغ الصبى أو أسلم الكافر فى رمضان) أى فى يوم من أيام رمضان (أمسكا بقية يومهما) وكذلك الحائض إذا طهرت والنفساء والمجنون إذا أفاق والمريض إذا برء والمسافر إذا أقام فحكم هؤلاء فى الإمساك عن المفطرات سواء، وهكذا كل معذور زال عذره بعد طلوع الفجر، أما لو زال قبل طلوع الفجر لزمه الصوم....(قضاء لحق الوقت بالتشبه) يعنى لقضاء حق الوقت بالتشبه بالصائمين، ولئلا يعرض نفسه للتهمة...(وصاما ما بعده لتحقق السبب) وهو شهود الشهر (والأهلية) الإسلام والبلوغ (ولم يقضيا يومهما) الذى بلغ فيه الصبى وأسلم الكافر (ولا ما مضى) من الأيام (لعدم الخطاب) لأن الخطاب إنما يكون عند الأهلية وكانت منتفية (وهذا بخلاف الصلاة) أى هذا الحكم الذى ذكرنا، وهو عدم وجوب قضاء صوم ذلك اليوم الذى بلغ فيه الصبى أو أسلم الكافر، بخلاف الصلاة يجب قضاؤها إذا بلغ أو أسلم فى بعض الوقت (لأن السبب) أى السبب فى وجوب الصلاة (فيها) أى فى الصلاة (الجزء المتصل بالأداء، فوجدت الأهلية عنده، وفى صوم الجزء الأول، والأهلية منعدمة عنده) أى عند الجزء الأول.

[البناية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج۴ ص ۹۲، دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۱، ط: رحمانيه

ہے، لہٰذا اس کی بھی یہ نیت درست ہے۔ ❶

(۱۷۷) لَا بُدَّ مِنْ نِيَّةِ الصَّوْمِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَلَى حِدَةٍ. ❷

ترجمہ: روزے کے ہر دن کے لئے علیحدہ طور پر نیت کرنا ضروری ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ روزے میں ہر دن کے لئے الگ نیت کرنا ضروری ہے، کیونکہ روزے کا تعلق دن سے ہے جب کہ ہر دن کے بعد رات کی شکل میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جس میں نیت نہیں کی جا سکتی اور نہ اس میں روزہ رکھا جا سکتا ہے، اس لئے ہر روزے کے لئے الگ الگ نیت ضروری ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی پر رمضان کی پہلی رات سے بے ہوشی طاری ہوگئی اور پورا ماہ بے ہوش رہا، تو پہلے روزے کے علاوہ پورے ماہ کی قضاء واجب ہے، کیونکہ رمضان کا چاند نظر آنے کے بعد مسلمان کا ظاہر حال یہی ہے کہ اس نے پہلے روزے کی نیت کر لی ہوگی، اور جب پہلے روزے کی نیت کر لی تو اس کا یہ روزہ شرعاً معتبر ہوگا اور اس کی قضاء واجب نہ ہوگی۔ چونکہ اس کے بعد کے روزوں کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے ان کی قضاء واجب ہوگی۔ ہاں اگر یہ شخص چاند نظر آنے سے پہلے ہی بے ہوش ہوگیا تو پہلے روزے کی بھی قضاء واجب ہوگی، کیونکہ چاند نظر آنے سے پہلے کی نیت معتبر نہیں ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے

---

❶ (قَوْلُهُ: وَلَوْ نَوَى الْمُسَافِرُ الْإِفْطَارَ ثُمَّ قَدِمَ وَنَوَى الصَّوْمَ فِي وَقْتِهِ صَحَّ) إنْ نَوَى قَبْلَ انْتِصَافِ النَّهَارِ، لِأَنَّ السَّفَرَ لَا يُنَافِي أَهْلِيَّةَ الْوُجُوبِ وَلَا صِحَّةَ الشُّرُوعِ أَطْلَقَ الصَّوْمَ فَشَمِلَ الْفَرْضَ الَّذِي لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ التَّبْيِيتُ وَالنَّفَلَ وَحَيْثُ أَفَادَ صِحَّةَ صَوْمِ الْفَرْضِ لَزِمَ عَلَيْهِ صَوْمُهُ إنْ كَانَ فِي رَمَضَانَ لِزَوَالِ الْمُرَخِّصِ فِي وَقْتِ النِّيَّةِ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ مُقِيمًا فِي أَوَّلِ الْيَوْمِ ثُمَّ سَافَرَ لَا يُبَاحُ لَهُ الْفِطْرُ تَرْجِيحًا لِجَانِبِ الْإِقَامَةِ فَهَذَا أَوْلَى إلَّا أَنَّهُ إذَا أَفْطَرَ فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِقِيَامِ شُبْهَةِ الْمُبِيحِ.

[البحر الرائق: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج۲ ص۲۹۸، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج ۱ ص ۲۴۲، ط: رحمانیہ

نزدیک رمضان کے تمام روزے ایک نیت کے ساتھ ادا کئے جاسکتے ہیں اس لئے ہر ہر روزہ کے لئے علیحدہ نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ مذکورہ اصول امام مالک رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔ ❶

(۱۷۸) إِنَّ الْإِغْمَاءَ يُضَعِّفُ الْقَوِيَّ فَقَطْ وَلَا يُزِيْلُ الْحِجَى. ❷

ترجمہ: بے ہوشی صرف اعضا کو کمزور کرتی ہے لیکن عقل کو زائل نہیں کرتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بے ہوشی صرف انسان کے اعضاء میں جو قوت اور قرار ہوتا ہے اس کو کمزور کرتی ہے اور عقل کو ختم نہیں کرتی، بخلاف جنون کے کہ وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ جس آدمی پر پورے رمضان کے مہینہ میں بے ہوشی طاری رہی تو بعد میں قضاء کرے گا، کیونکہ بے ہوشی بھی بیماری کی ایک قسم ہے اور یہ صرف اعضاء کی قوت کو کمزور کر دیتی ہے عقل پر اثر انداز نہیں ہوتی، تو یہ اغماء تاخیر میں تو عذر بن سکتا ہے کہ فی الحال روزے نہ رکھے لیکن بالکل ساقط کرنے میں عذر نہیں بن سکتا، کیونکہ ساقط کرنے میں عذر وہ چیز بن سکتی ہے جو عقل پر اثر انداز ہو جیسے جنون۔ ❸

(۱۷۹) لَا عِبَادَةَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ. ❹

---

❶(وعندنا لا بد من النية لكل يوم، لأنها) أى لأن صيام الشهر (عبادات متفرقة) أى صوم كل يوم عبادة وحدها، ألا ترى أن الفساد فى الأصل لا يمنع صحة الباقى، فكانت كصلاة مختلفة فيستدعى لكل نية واحدة (لأنه يتخلل بين كل يومين ما ليس بزمان هذه العبادة) وهو الليالى فيبقى صوم كل يوم عبادة طول الشهر فيحتاج إلى تعداد النية بتعداد الأيام ولا عبادة إلا بالنية.

[البناية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج۴ ص۹۵، دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، ج۱ ص۲۴۲، ط: رحمانيہ

❸الإغماء إذا استوعب الشهر لا يسقط القضاء، لأنه نوع مرض يضعف القوى ولا يزيل الحجا، وكذلك الجنون غير المستوعب لا يسقط القضاء، لعدم الحرج.

[منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك: كتاب الصوم، فصل، ج۱ ص۲۷۵، ط: وزارة الأوقاف]

❹الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج۱ ص۲۴۲

ترجمہ: بغیر نیت کے عبادت متحقق نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ بغیر نیت کے کوئی عبادت متحقق نہیں ہوسکتی، بلکہ عبادت کے لئے نیت ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ''

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے پورے رمضان میں روزوں کی نیت نہیں کی اور نہ افطار کی، یعنی نہ روزے کی نیت کی اور نہ افطار کی بلکہ ویسے بغیر نیت کے امساک اختیار کیا یعنی کھانے پینے یا جماع سے رکا رہا، تو اس شخص پر روزوں کی قضا واجب ہے، اس لئے کہ رمضان میں مطلق امساک عبادت نہیں ہے بلکہ نیت کے ساتھ مُفطِراتِ ثلاثہ سے رکنا عبادت ہے۔ صورتِ مسئلہ میں امساک تو پایا گیا مگر نیت نہیں پائی گئی، اس لئے مذکورہ امساک عبادت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ روزے میں مفطراتِ ثلاثہ سے جو امساک متعلق ہے وہ عبادت کی جہت سے ہو نہ کہ عادت کی جہت سے اور امساک من جہۃ العبادۃ اور من جہۃ العادۃ میں فرق نیت سے ہوتا ہے اور بغیر نیت کے عبادت نہیں ہوتی، لہذا جب اس نے نیت نہیں کی تو اس کا روزہ بھی نہ ہوگا اور اس پر قضاء واجب ہے۔ ❶

(۱۸۰) إِنَّ الْكَفَّارَةَ تَعَلَّقَتْ بِالْإِفْسَادِ لَا بِالْاِمْتِنَاعِ. ❷

ترجمہ: کفارے کا تعلق روزہ توڑنے سے ہے نہ کہ رکنے سے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کفارہ کے تعلق روزہ فاسد کرنے سے ہے، امتناع یعنی رکنے کے ساتھ نہیں ہے، یعنی کسی عبادت کو فاسد کرنے کی وجہ سے کفارہ واجب ہوتا ہے، عبادت سے رکنے کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

---

❶ أَنَّ الْـمُسْتَحَقَّ عَلَيْهِ الْإِمْسَاكُ بِجِهَةِ الْعِبَادَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا أُمِرُوا إِلا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ وَالْإِخْلَاصُ لَا يَكُونُ بِدُونِ النِّيَّةِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج ۱ ص ۳۴۱، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۲، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے رمضان میں روزے کی نیت نہیں کی اور اسی حال میں صبح کی، پھر صبح کو کچھ کھا پی لیا تو اس شخص پر روزے کی قضاء ہوگی کفارہ نہیں ہوگا۔ قضاء اس لئے ہوگی کہ اس نے روزہ نہیں رکھا اور روزہ نہ رکھنے سے قضاء واجب ہوتی ہے۔ کفارہ اس لئے واجب نہیں ہے کہ کفارہ کا سبب روزہ توڑنا ہے اور صورتِ مسئلہ میں جب اس شخص نے روزے کی نیت ہی نہیں کی تھی تو اس کا روزہ ہی نہیں ہوا، کیونکہ بغیر نیت کے روزہ متحقق نہیں ہوتا، جب یہ روزہ ہی نہیں ہے تو کھانے پینے سے بھلا یہ کیسے ٹوٹے گا؟ اس لئے صورت میں روزہ توڑنا نہیں پایا گیا، اور ضابطہ یہ ہے کہ روزہ توڑنے سے کفارہ آتا ہے نہ کہ رکھنے سے رکنے پر۔ ❶

(۱۸۱) إِنَّ الظَّنَّ إِذَا لَمْ يَسْتَنِدْ إِلَى دَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ فَهُوَ لَيْسَ بِمُعْتَبَرٍ. ❷

ترجمہ: جو گمان دلیلِ شرعی کی طرف منسوب نہ ہو وہ معتبر نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب گمان دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے پچھنے لگوائے اور یہ گمان کیا کہ پچھنے لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے پھر قصداً کچھ کھایا تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ اس لئے کہ اس آدمی کا یہ گمان کہ پچھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یہ کسی دلیلِ شرعی کی طرف منسوب نہیں ہے اور جو گمان دلیلِ شرعی کی طرف منسوب نہ ہو وہ معتبر نہیں ہوتا، لہذا یہ گمان بھی معتبر نہ ہوگا۔ روزہ ٹوٹنے کا تعلق کسی چیز کے پیٹ میں داخل ہونے سے ہے نہ کہ خارج ہونے سے، پچھنے لگوانے سے تو فاسد خون خارج ہوتا ہے، اس لئے یہ مفسدِ صوم نہیں ہے، جبکہ مذکورہ مسئلہ میں اس نے مفسد سمجھ کر کھا پی لیا تو یہ عمداً رمضان میں کھانے پینے کی طرح ہو گیا، اور عمداً کھانے

---

❶ (أن الكفارة تعلقت بالإفساد) أي بإفساد الصوم (وهذا امتناع) أي عن الصوم لا إفساد له (إذ لا صوم إلا بالنية) فلا كفارة عليه لأنه غير صائم.

[البناية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج۴ ص۹۹، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۴، ط: رحمانيہ

پینے سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ ❶

(۱۸۲) إِنَّ قَوْلَ الْقَائِلِ إِذَا خَالَفَ الْقِيَاسَ لَا يُوْرِثُ الشُّبْهَةَ. ❷

ترجمہ: قیاس کے برخلاف قائل کا قول شبہ پیدا نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب قائل کا قول قیاس کے مخالف ہو تو وہ شبہ پیدا نہیں کرتا، یعنی اگر کسی مسئلے میں کسی سے ایسا قول منقول ہو جو قیاس کے خلاف ہو تو اس مسئلہ میں اُس قول سے شبہ پیدا نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مذکورہ مسئلہ میں امام اوزاعی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ پچھنے لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ شبہ پیدا نہیں کرتا کیونکہ یہ خلافِ قیاس ہے، قائل کا قول جب قیاس کے خلاف ہو تو وہ شبہ پیدا نہیں کرتا۔ صورتِ مسئلہ میں امام اوزاعی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ پچھنے لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تو اختلاف سے فسادِ صوم کا شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے، لہذا اس مسئلہ میں امام اوزاعی رحمہ اللہ کے اختلاف کی وجہ سے کفارہ ساقط ہونا چاہئے تھا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کا قول مخالفِ قیاس ہے، قیاس کا تقاضا ہے کہ جسم میں داخل ہونے والی چیز سے روزہ ٹوٹتا ہے نہ کہ خارج ہونے والی چیز سے، پچھنے لگانے سے فاسد خون خارج ہوتا ہے، اس لئے قیاساً اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ تو خلافِ قیاس ہونے کی وجہ سے اس

---

❶ (ولو احتجم وظن أن ذلک) أی الاحتجام (يفطره ثم أكل متعمدا) أی قصداً (عليه القضاء والكفارة لأن الظن ما استند إلى دليل شرعی) أی لأن ظن المحتجم ما استند إلى دليل شرعی حتى تسقط عنه الكفارة، فإن الحجامة كالفصد في خروج الدم من العرق والفصد لا يفسد وكذا الحجامة وقد صح في البخاری أن النبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم فدل هذا على أن الحجامة لا تفطر الصائم.

[البناية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج۴ ص ۱۰۹، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۴، ط: رحمانیہ

قول سے شبہ پیدا نہیں ہوگا، جب شبہ نہیں ہوگا تو کفارہ بھی ساقط نہیں ہوگا، اس لئے کہ کفارہ شبہ سے ساقط ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ ہر وہ قول جو قیاس سے ہم آہنگ ہو اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے۔ ❶

(۱۸۳) إِنَّ وُجُوبَ الْقَضَاءِ يَبْتَنِيْ عَلَى وُجُوبِ الصِّيَانَةِ. ❷

ترجمہ: قضاء کا وجوب صیانت کے وجوب پر مبنی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کو فاسد کرنے کی وجہ سے جو قضاء واجب ہوتی ہے اس کی بنیاد صیانت کے واجب ہونے پر ہے، یعنی عبادت کا جو حصہ ادا ہوا ہے اس کی حفاظت واجب ہے "لِقَوْلِهِ تَعَالَى: لَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ" قضاء کا وجوب اس لئے ہے تاکہ جو حصہ ادا ہوا ہے وہ ابطال سے محفوظ ہو جائے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی نے ایامِ منہی عنہا میں سے کسی دن روزہ کی نیت کر کے شروع کیا پھر اس کو فاسد کر دیا تو اس پر اس روزے کی قضاء واجب نہیں ہے، اس لئے کہ یومِ نحران پانچ ایام میں سے ایک ہے جن میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے، پس یومِ نحر میں روزہ شروع کرتے ہی یہ شخص فعلِ منہی عنہ کا مرتکب ہو گیا، اور فعلِ منہی عنہ کا ابطال واجب ہے، اس لئے اس روزہ کا اتمام اور اس کی حفاظت واجب نہ ہوگی، جب اس روزے کا اتمام واجب نہیں ہے تو قضاء بھی واجب نہیں ہوگی، کیونکہ وجوبِ قضاء وجوبِ اتمام پر مبنی ہے، یعنی جس چیز کا اتمام واجب ہے فاسد کرنے سے اس کی قضاء بھی واجب ہوگی، جس کا اتمام

---

❶ (وقول الأوزاعي رَحِمَهُ اللَّهُ: لا يورث الشبهة، لمخالفته القياس) هذا جواب عن سؤال مقدر بأن يقال: لا نسلم أن منشأ الشبهة ذلك وحده، بل قول الأوزاعي بذلك منشأ لها أيضاً، وقوله: إن الحجامة تفطر الصائم، وبه قال أحمد أيضاً، فأجاب بأن قول الأوزاعي لا يورث الشبهة في سقوط الكفارة لمخالفته القياس، فإن الفطر مما يدخل لا مما يخرج.

[البناية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج۴ ص ۱۱۰، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة، فصل، ج ۱ ص ۲۴۶، ط: رحمانيه

واجب نہیں اس کی قضاء بھی واجب نہیں، اس لئے کہ وجوبِ قضاء وجوبِ اتمام پر مبنی ہے۔ ❶

باب الاعتکاف

(۱۸۴) إِنَّ مُوَاظَبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيْلُ السُّنَّةِ. ❷

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (کسی فعل پر) مواظبت اختیار کرنا سنت کی دلیل ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی عمل پر مواظبت اور ہمیشگی اختیار کی ہو تو وہ اس عمل کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ امام قدوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اعتکاف مستحب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف پر مواظبت اختیار کی ہے اور جس عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اختیار کی ہو وہ سنت ہوتا ہے، لہٰذا اعتکاف بھی سنت ہوگا۔ مواظبت پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے: ❸

---

❶ (قَوْلُهُ: وَلَا قَضَاءَ إِنْ شَرَعَ فِيهَا فَأَفْطَرَ) أَيْ إِنْ شَرَعَ فِي صَوْمِ الْأَيَّامِ الْمَنْهِيَّةِ ثُمَّ أَفْسَدَهُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ فِي النَّوَادِرِ أَنَّ عَلَيْهِ الْقَضَاءَ، لِأَنَّ الشُّرُوعَ مُلْزِمٌ كَالنَّذْرِ وَصَارَ كَالشُّرُوعِ فِي الطَّلَاقِ فِي الْوَقْتِ الْمَكْرُوهِ وَالْفَرْقُ لِأَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ أَنَّ بِنَفْسِ الشُّرُوعِ فِي الصَّوْمِ يُسَمَّى صَائِمًا حَتَّى يَحْنَثَ بِهِ الْحَالِفُ عَلَى الصَّوْمِ فَيَصِيرُ مُرْتَكِبًا لِلنَّهْيِ فَيَجِبُ إِبْطَالُهُ وَلَا تَجِبُ صِيَانَتُهُ وَوُجُوبُ الْقَضَاءِ يُبْتَنَى عَلَيْهِ.

[البحر الرائق: كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، فصل، ج۲ ص ۳۲۱، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۱ ص ۲۴۷، ط: رحمانیہ

❸ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ العَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ.

[صحيح البخاري: كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر الأواخر، ج۳ ص۴۷، رقم الحديث: ۲۰۲۶، ط: دار طوق النجاة] =

(۱۸۵) إِنَّ الْقِيَاسَ فِيْ مُقَابَلَةِ النَّصِّ الْمَنْقُوْلِ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ. ❶

ترجمہ: قیاس نصِ منقول کے مقابلے میں مقبول نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر قیاس ایسی نص کے مقابلے میں ہو جو شارع سے منقول ہو تو یہ قیاس مقبول نہیں ہے، یعنی نص پر عمل کیا جائے گا اور قیاس کو ترک کیا جائے گا، کیونکہ قیاس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نص کے مقابلے میں نہ ہو، لہذا جو قیاس نصِ منقول کے مقابلے میں ہوگا وہ مقبول نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اعتکاف کا معنی ہے روزے اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا، روزہ احناف کے نزدیک اعتکاف کی شرط ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ "لَا اِعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ" حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔ اقوالِ صحابہ جو غیر مدرک بالقیاس ہوں وہ مرفوع روایت کے حکم میں ہوتے ہیں۔ ❷

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک روزہ شرط نہیں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ روزہ ایک مستقل عبادت ہے لہذا یہ کسی اور عبادت کے لئے شرط نہیں ہوسکتا اور یہی قیاس کا تقاضہ ہے، اس لئے کہ شرط بننے میں تابع ہونے کا مفہوم ہے جو روزہ کی اصلیت کے منافی ہے۔ احناف کی دلیل

= وَالَّذِي ظَهَرَ لِلْعَبْدِ الضَّعِيفِ أَنَّ السُّنَّةَ مَا وَاظَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ لَكِنْ إِنْ كَانَتْ لَا مَعَ التَّرْكِ فَهِيَ دَلِيلُ السُّنَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ، وَإِنْ كَانَتْ مَعَ التَّرْكِ أَحْيَانًا فَهِيَ دَلِيلُ غَيْرِ الْمُؤَكَّدَةِ، وَإِنِ اقْتَرَنَتْ بِالْإِنْكَارِ عَلَى مَنْ لَمْ يَفْعَلْهُ فَهِيَ دَلِيلُ الْوُجُوبِ فَافْهَمْ.

[البحر الرائق: كتاب الطهارة، سنن الوضوء، ج ا ص۱۸، ط: دار الكتاب الإسلامی/ ردالمحتار: كتاب الطهارة، سنن الوضوء، ج ا ص۱۰۵، ط: دار الفكر]

❶ الهداية: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ا ص۲۴۷، ط: رحمانيه

❷ سنن أبی دواد: كتاب الصوم، باب المعتكف يعود المريض، ج۲ ص۳۳۳، رقم الحديث: ۲۴۷۳، ط: المكتبة العصرية/ مصنف ابن أبی شيبة: كتاب الصيام، لا اعتكاف إلا بالصوم، ج۲ ص۳۳۳، رقم الحديث: ۹۶۱۹، ۹۶۲۰، ۹۶۲۵، ط: مكتبة الرشد]

مذکورہ اصول ہے کہ قیاس اگرنصِ منقول کے مقابلے میں ہو وہ مقبول نہیں ہے، مذکورہ مسئلہ میں بھی قیاس حدیث کے مقابلے میں ہے۔، مذکورہ اصول سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احناف کے ہاں حدیثِ رسول کا کس قدر مقام ہے؟ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ یہ قیاس پرعمل کرتے ہیں حدیث پرعمل نہیں کرتے، حالانکہ احناف کے ہاں حدیث ضعیف بھی قیاس پرمقدم ہے، بلکہ اقوالِ صحابہ کا مقام بھی قیاس سے بڑھ کر ہے۔ ❶

(۱۸۶) إِنَّ النَّفْلَ مَبْنَى عَلَى الْمُسَاهَلَةِ. ❷

ترجمہ: نفل کا دارومدار سہولت پر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نفلی عبادت کی بنیاد تیسیر اور آسانی پر ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ روزہ اعتکافِ واجبہ کی صحت کے لئے شرط ہے اور اُس روایت کے مطابق جوحسن بن زیاد رحمہ اللہ نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ روزہ نفلی اعتکاف کی صحت کے لئے بھی شرط ہے، تو اس روایت کی رو سے

---

❶ لِأَنَّ الْقِيَاسَ فِي مُقَابَلَةِ النَّصِّ بَاطِلٌ.

[بدائع الصنائع: كتاب آداب القاضي، فصل في بيان شرائط جواز القضاء، ج۷ ص۴، ط: دار الكتب العلمية/ البحر الرائق: كتاب القضاء، ج۶ ص۲۷۷، ط: دار الكتاب الإسلامي]

وَأَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ مُجْمِعُونَ عَلَى أَنَّ مَذْهَبَ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ ضَعِيفَ الْحَدِيثِ عِنْدَهُ أَوْلَى مِنْ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ، وَعَلَى ذَلِكَ بَنَى مَذْهَبَهُ، كَمَا قَدَّمَ حَدِيثَ الْقَهْقَهَةِ مَعَ ضَعْفِهِ عَلَى الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ، وَقَدَّمَ حَدِيثَ الْوُضُوءِ بِنَبِيذِ التَّمْرِ فِي السَّفَرِ مَعَ ضَعْفِهِ عَلَى الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ، وَمَنَعَ قَطْعَ السَّارِقِ بِسَرِقَةٍ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَالْحَدِيثُ فِيهِ ضَعِيفٌ، وَجَعَلَ أَكْثَرَ الْحَيْضِ عَشَرَةَ أَيَّامٍ وَالْحَدِيثُ فِيهِ ضَعِيفٌ، وَشَرَطَ فِي إقَامَةِ الْجُمُعَةِ الْمِصْرَ وَالْحَدِيثُ فِيهِ كَذَلِكَ، وَتَرَكَ الْقِيَاسَ الْمَحْضَ فِي مَسَائِلِ الْآبَارِ لِآثَارٍ فِيهَا غَيْرُ مَرْفُوعَةٍ، فَتَقْدِيمُ الْحَدِيثِ الضَّعِيفِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ.

[إعلام الموقعين: فصل الرأي على ثلاثة أنواع، ج ۱ ص ۶۱، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۱ ص۲۴۷، ط: رحمانیہ

ایک دن سے کم اعتکاف نہ ہوگا کیونکہ اس میں روزہ شرط ہے اور روزہ ایک دن سے کم نہیں ہوسکتا۔ اصل کی روایت اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اعتکافِ نفلی کی اقل مدت ایک ساعت ہے، تو یہ روزے کے بغیر بھی ہوسکتا ہے کیونکہ اعتکافِ نفلی ایک نفلی عبادت ہے اور نوافل کی بنیاد آسانی پر ہے، اگر اس میں روزے کی شرط لگائی جائے تو اس صورت میں یسر کے بجائے عسر ہوگا۔ تطوع کا دارومدار سہولت پر ہے اس لئے اگر کوئی شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو بھی اس کے لئے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا درست ہے۔ ❶

(۱۸۷) إِنَّ ذِكْرَ الْأَيَّامِ عَلَى سَبِيْلِ الْجَمْعِ يَتَنَاوَلُ مَا بِإِزَائِهَا مِنَ اللَّيَالِيْ. ❷

ترجمہ: ایام کا بطورِ جمع ذکر کرنا یہ اپنے مقابل راتوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے ایام جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا تو اس صورت میں ان کے مقابل جو راتیں ہیں ان کو بھی یہ شامل ہوگا، یعنی ایام دن اور رات دونوں کو شامل ہوں گے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے اوپر دنوں کا اعتکاف واجب کر دیا، مثلاً یہ نذر مانی کہ میں دس دن اعتکاف کروں گا، تو اس صورت میں دنوں کے ساتھ راتوں کا بھی اعتکاف کرنا اس پر لازم ہوگا، یعنی صرف دن میں اعتکاف نہیں کرے گا بلکہ دن اور رات دونوں میں معتکف رہے گا، کیونکہ اس نے ایام کا ذکر جمع کے صیغے کے ساتھ کیا ہے اور جب ایام کا ذکر علی سبیل الجمع ہو تو وہ راتوں کو بھی شامل ہوتا ہے، لہذا اس پر بھی دن اور رات کا اعتکاف لازم ہوگا۔ جیسے اگر کوئی کہے ''مَا رَأَيْتُكَ مُنْذُ أَيَّامٍ'' کہ میں نے کئی دنوں سے آپ کو نہیں دیکھا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے آپ کو نہ دن میں دیکھا اور نہ رات میں، اس کا یہ

---

❶ وَفِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ أَقَلُّهُ سَاعَةً فَيَكُونُ مِنْ غَيْرِ صَوْمٍ لِأَنَّ مَبْنَى النَّفْلِ عَلَى الْمُسَاهَلَةِ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَقْعُدَ فِي صَلَاةِ النَّفْلِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ وَرَاكِبًا مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى النُّزُولِ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۱ ص ۱۴۶، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۱ ص ۲۴۹، ط: رحمانیہ

مطلب نہیں ہوگا کہ میں نے آپ کو دن میں نہیں دیکھا البتہ رات میں دیکھا ہے۔ ❶

(۱۸۸)إِنَّ مَبْنَى الْإِعْتِكَافِ عَلَى التَّتَابُعِ بِخِلَافِ الصَّوْمِ فَإِنَّ مَبْنَاهُ عَلَى التَّفَرُّقِ. ❷

ترجمہ: اعتکاف کی بنیاد تتابع پر ہے، برخلاف روزے کے کہ اس کی بنیاد تفرق پر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے اعتکاف کی بنیاد تتابع یعنی پے در پے یکے بعد دیگرے پر ہے اگر چہ کوئی تتابع کی شرط نہ لگائے، برخلاف روزے کے کہ روزے کی بنیاد تفریق یعنی الگ الگ کر کے رکھنے پر ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ مذکورہ مسئلہ جو ابھی گزرا یعنی اگر کوئی اپنے اوپر اعتکاف واجب کر دے تو یہ اعتکاف پے در پے کرے گا یعنی یکے بعد دیگرے درمیان میں وقفہ نہیں کر سکتا اگر چہ ناذر نے تتابع کی شرط نہ لگائی ہو، برخلاف روزے کے کہ اس میں تتابع شرط نہیں ہے کیونکہ روزے کی بنیاد تفرق پر ہے، لہذا جب تک تتابع پر صراحت نہ کرے تو تتابع کے ساتھ لازم نہ ہوگا۔ اعتکاف کا دار و مدار تتابع اور تسلسل پر ہے، اس لئے کہ رات اور دن کے پورے اوقات اعتکاف کے قابل ہیں، دن رات میں کوئی ایسا وقت نہیں ہے جو اعتکاف کے قابل نہ ہو، اعتکاف دن اور رات کے پورے اوقات میں ہوتا ہے اس لئے تتابع ضروری ہے۔ جبکہ روزوں کے درمیان رات کی شکل میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جس میں روزہ رکھنا درست نہیں ہے، روزہ صرف دن میں ہوتا ہے، اس لئے روزے متفرق طور پر لازم ہوں گے۔ ❸

---

❶(أَنَّ ذِكْرَ الْأَيَّامِ عَلَى سَبِيلِ الْجَمْعِ يَتَنَاوَلُ مَا بِإِزَائِهَا مِنَ اللَّيَالِي) عُرْفًا (يُقَالُ: مَا رَأَيْتُكَ مُنْذُ أَيَّامٍ، وَالْمُرَادُ بِلَيَالِيهَا) وَإِذَا حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ فُلَانًا شَهْرًا أَوْ عَشَرَةَ أَيَّامٍ كَانَ ذَلِكَ عَلَى الْأَيَّامِ وَاللَّيَالِي، أَلَا تَرَى إِلَى قِصَّةِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيْثُ قَالَ (أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا) (آل عمران: ۴) وَقَالَ (أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا) (مريم: ۱۰) وَالْقِصَّةُ وَاحِدَةٌ، وَتَأْوِيلُهُ مَا ذَكَرْنَا.
[العناية: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج۲ ص ۴۰۱، ط: دار الفكر]

❷الهداية: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۱ ص ۲۴۹، ط: رحمانیہ

❸وَكَانَتْ مُتَتَابِعَةً وَإِنْ لَمْ يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ لِأَنَّ الْأَوْقَاتَ كُلَّهَا قَابِلَةٌ بِخِلَافِ الصَّوْمِ لِأَنَّ مَبْنَاهُ =

كتاب الحج

(۱۸۹) إِنَّ السَّبَبَ إِذَا لَمْ يَتَكَرَّرْ لَمْ يَتَكَرَّرِ الْمُسَبَّبُ. ❶

ترجمہ: جب تک سبب میں تکرار نہ ہوتو مسبب میں بھی تکرار نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب سبب میں تکرار نہ ہوتو مسبب میں بھی تکرار نہ ہوگا کیونکہ سبب کا وجود مسبب پر موقوف ہوتا ہے، لہذا سبب کے تکرار سے مسبب میں تکرار ہوگا، اور سبب کے عدم تکرار سے مسبب میں بھی تکرار نہ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ حج پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے کیونکہ حج کا سبب ''بیت اللہ'' ہے اور بیت اللہ میں تکرار نہیں ہے، جب سبب میں تکرار نہ ہوتو مسبب میں بھی تکرار نہ ہوگا، لہذا حج میں بھی تکرار نہیں ہے زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ سببیت کی دلیل اضافت ہے، اس لئے کہا جاتا ہے ''حج البیت'' ❷

(۱۹۰) إِنَّ الْعِبَادَاتِ بِأَسْرِهَا مَوْضُوعَةٌ عَنِ الصِّبْيَانِ. ❸

ترجمہ: تمام عبادات بچوں سے اٹھالی گئی ہیں۔

=عَلَى التَّفَرُّقِ لِأَنَّ اللَّيَالِيَ غَيْرُ قَابِلَةٍ لِلصَّوْمِ فَتَخَلُّلُهَا يُوجِبُ التَّفَرُّقَ فَيَجِبُ عَلَى التَّفَرُّقِ حَتَّى يَنُصَّ عَلَى التَّتَابُعِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الصوم، باب الاعتكاف، ج ۱ ص ۳۵۳، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❶ الهداية: كتاب الحج، ج ۱ ص ۲۵۰، ط: رحمانیہ

❷ (وَلَا يَجِبُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ لَهُ يَعْنِي لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَقَالَ لَهُمْ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ حُجُّوا الْبَيْتَ الْحَجُّ فِي كُلِّ عَامٍ أَمْ مَرَّةً وَاحِدَةً؟ فَقَالَ: لَا بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً، فَمَا زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ، وَلِأَنَّ سَبَبَهُ الْبَيْتُ) لِإِضَافَتِهِ إِلَيْهِ، يُقَالُ حَجُّ الْبَيْتِ وَالْإِضَافَةُ دَلِيلُ السَّبَبِيَّةِ (وَإِنَّهُ لَا يَتَعَدَّدُ) الْبَيْتُ (فَلَا يَتَكَرَّرُ الْوُجُوبُ).

[العناية: كتاب الحج، ج ۲ ص ۴۱۱، ط: دار الفكر]

❸ الهداية: كتاب الحج، ج ۱ ص ۲۵۰، ط: رحمانیہ

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جتنی بھی عبادتیں ہیں وہ نابالغ بچوں سے اٹھالی گئی ہیں یعنی ان پر واجب نہیں ہیں کیونکہ بچے مکلّف نہیں ہیں اور مکلّف اس لئے نہیں ہیں کہ عبادات میں اختیار ضروری ہے جبکہ بچوں میں قصورِ عقل کی وجہ سے اختیار متحقق نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ حج صرف بالغین پر فرض ہے نابالغ پر فرض نہیں ہے، اس لئے کہ حج عبادت ہے اور بچوں سے تمام عبادتیں ساقط کر دی گئی ہیں کیونکہ وہ خطاباتِ شرع کے مکلّف نہیں ہیں۔ ❶

(۱۹۱) إِنَّ الْقُدْرَةَ بِقُدْرَةِ الْغَيْرِ لَيْسَ بِمُعْتَبَرٍ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ. ❷

ترجمہ: امام صاحب کے نزدیک غیر کی قدرت سے قادر ہونا معتبر نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کسی فریضے پر قادر ہو جائے لیکن بذاتِ خود نہیں بلکہ غیر کے قادر ہونے سے، یعنی کسی دوسرے شخص کے توسط سے تو امام صاحب کے نزدیک اس قدرت کا اعتبار نہ ہوگا، اور نہ اس قدرت کی وجہ سے اس پر حکم واجب ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر نابینا آدمی کسی ایسے آدمی کو پالے جو اس نابینا کی کفایت کرے اور سفر کی مشقت برداشت کرے اور زاد اور راحلہ بھی مل جائے پھر بھی امام صاحب کے نزدیک اس نابینا پر حج واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ نابینا آدمی اپنے عدمِ بینائی کی وجہ سے بذاتِ خود حج پر قادر نہ تھا، البتہ دوسرے آدمی کی وجہ سے یہ قادر ہوا اور امام صاحب کے نزدیک غیر کی قدرت سے قادر ہونا معتبر نہیں ہے، جبکہ صاحبین کے ہاں معتبر ہے اس لئے ان کے ہاں نابینا کو اگر کوئی قائد مل جائے تو اس پر حج فرض ہوگا۔ ❸

---

❶ ولأن الحج (عبادة، والعبادات بأسرها موضوعة عن الصبيان) لارتفاع القلم عنهم إلى وقت البلوغ.
[البناية: كتاب الحج، ج۴ ص۱۴۳، ط: دار الكتب العلمية]

❷ الهداية: كتاب الحج، ج۱ ص ۲۵۰، ۲۵۱، ط: رحمانيه

❸ وَالْأَعْمَى إِذَا وَجَدَ مَنْ يَكْفِيهِ مُؤْنَةَ سَفَرِهِ وَوَجَدَ زَادًا وَرَاحِلَةً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَجُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، لِأَنَّهُ عَاجِزٌ بِنَفْسِهِ فَلَا تُعْتَبَرُ الْقُدْرَةُ بِغَيْرِهِ وَعِنْدَهُمَا يَجِبُ، لِأَنَّهُ لَوْ هُدِيَ يُؤَدِّي بِنَفْسِهِ فَأَشْبَهَ الضَّالُّ عَنْ مَوَاضِعِ النُّسُكِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، ج۲ ص۳، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(۱۹۲) إِنَّ حَقَّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ عَلَى حَقِّ الشَّرْعِ. ❶

ترجمہ: بندے کا حق شریعت کے حق پر مقدم ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حقوق العباد حقوق اللہ پر مقدم ہیں، یعنی حقوق العباد کو ضائع کر کے حقوق اللہ کو سرانجام دینا درست نہیں ہے۔ حقوق العباد حقوق اللہ پر اس لئے مقدم ہے کہ بندے محتاج ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ احتیاج اور ضرورت سے پاک ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ حج واجب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مال اس شخص کے حج سے واپسی تک اس کے بال بچوں کے نفقے سے بھی زائد ہو، اس لئے کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اور شریعت نے اپنے حق پر بندوں کے حق کو مقدم کیا ہے، اور چونکہ حج شریعت کا حق ہے، اس لئے شریعت نے اپنے اس حق پر بندوں یعنی بیوی بچوں کے حق کو مقدم کیا ہے، فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اس حق سے زائد مال ہونے کی شرط لگائی ہے۔ ❷

(۱۹۳) إِنَّ حَقَّ الزَّوْجِ لَا يَظْهَرُ فِيْ حَقِّ الْفَرَائِضِ. ❸

ترجمہ: فرائض کے حق میں شوہر کا حق ظاہر نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کا بیوی پر حق فرض عبادات میں ظاہر نہیں ہوتا، یعنی شوہر بیوی کو کسی فرض عبادت سے نہیں روک سکتا، البتہ نفلی عبادت سے روکنے کا حق حاصل ہے اور فرائض سے اس لئے منع نہیں کر سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَّةِ الْخَالِقِ"

---

❶ الهداية: كتاب الحج، ج ۱ ص ۲۵۱، ط: رحمانیہ

❷ (وحق العبد مقدم على حق الشرع بأمره) يدل على ذلك، ولكن ليس المراد من العيال المرأة وحدها، وقد قال قاضي خان رَحِمَهُ اللّٰهُ فاضلاً عن نفقة عياله، وأولاده الصغار، وإنما كان حق المرأة مقدما على حق الشرع يعني على حق الله تعالى في أحكام الدنيا لحاجة العبد، وغنى الله عز وجل.

[البناية: كتاب الحج، ج۴ ص۱۴۷، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الحج، ج ۱ ص ۲۵۲، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کررہے ہیں کہ اگر بیوی کو محرم مل جائے جس کے ساتھ وہ حج کرے جیسے والد، بھائی وغیرہ تو شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بیوی کو حج سے منع کردے، کیونکہ حج فرائض میں سے ہے اور فرائض میں شوہر کا حق ظاہر نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ شوہر بیوی کو نہ فرض نماز پڑھنے سے روک سکتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھنے اور زکوۃ اداء کرنے سے روک سکتا ہے، کیونکہ یہ سب فرائض ہیں۔اور چونکہ حج بھی فرض ہے، اس لئے اگر عورت محرم کے ساتھ فرض حج کی ادائیگی کے لئے جارہی ہو تو شوہر اسے نہیں روک سکتا۔ ہاں اگر عورت نفلی حج پر جارہی ہو تو اس صورت میں شوہر کو روکنے کا حق ہے، اس لئے کہ نوافل میں اس کا حق شریعت سے مقدم ہے، اس لئے شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی نفل روزہ بھی نہیں رکھ سکتی۔ ❶

---

❶ثُمَّ إِذَا كَانَ لَهَا مَحْرَمٌ تَخْرُجُ لِحَجَّةِ الْفَرْضِ وَإِنْ لَمْ يَأْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا لِأَنَّ حَقَّ الزَّوْجِ لَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْفَرَائِضِ وَأَمَّا فِي التَّطَوُّعِ وَالْمَنْذُورِ فَلَهُ مَنْعُهَا وَيَجِبُ عَلَيْهَا نَفَقَةُ الْمَحْرَمِ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهَا لَا تَتَوَصَّلُ إِلَى الْحَجِّ إِلَّا بِهِ كَمَا يَلْزَمُهَا شِرَاءُ الرَّاحِلَةِ الَّتِي لَا تَتَوَصَّلُ إِلَّا بِهَا.

[الجوهرة النيرة: كتاب الحج، ج ا ص ١٥٠، ط: المكتبة العلمية]

باب الإحرام

(۱۹۴) إِنَّ بَابَ الْحَجِّ أَوْسَعُ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ. ❶

ترجمہ: حج کا باب نماز کے باب سے زیادہ وسیع ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حج کا باب نماز کے باب سے زیادہ وسیع ہے، یعنی حج میں ان چیزوں کی بھی گنجائش ہے جن کی نماز میں نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ حج میں غیر ذکر بھی ذکر کے قائم مقام ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص حج کی نیت سے اگر جانور کے گلے میں قلادہ ڈال کر اسے روانہ کر دے تو بھی وہ محرم ہو جائے گا، اگر چہ اس نے تلبیہ نہ پڑھا ہو، کیونکہ ذکرِ لسانی اگر چہ نہیں پایا گیا، مگر ذکرِ قلبی تو پایا گیا، لہذا جب حج میں غیر ذکر یعنی قلادہ ڈالنا ذکر یعنی تلبیہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے تو تلبیہ منقولہ کے علاوہ دوسرا ذکر تو بدرجہ اولی تلبیہ کے قائم مقام ہو جائے گا، خواہ وہ عربی میں ہو یا فارسی میں، اس کے برخلاف چونکہ نماز میں اس طرح کی وسعت نہیں ہے، اس لئے نماز میں تکبیر اور عربی کا ہونا ضروری ہے۔ ❷

(۱۹۵) إِنَّ التَّلْبِيَةَ فِي الْإِحْرَامِ عَلَى مِثَالِ التَّكْبِيرِ فِي الصَّلَاةِ. ❸

ترجمہ: احرام میں تلبیہ پڑھنا نماز میں تکبیر کے مانند ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حالت احرام میں تلبیہ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت تکبیر کہی جاتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ جب حاجی ایک

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ا ص ۲۵۷، ط: رحمانیہ

❷ أَنَّ بَابَ الْحَجِّ أَوْسَعُ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ أَفْعَالَ الصَّلَاةِ لَا يَقُومُ بَعْضُهَا مَقَامَ بَعْضٍ، وَبَعْضُ الْأَفْعَالِ يَقُومُ مَقَامَ الْبَعْضِ كَالْهَدْيِ، فَإِنَّهُ يَقُومُ مَقَامَ كَثِيرٍ مِنْ أَفْعَالِ الْحَجِّ فِي حَقِّ الْمُحْصَرِ، وَسَوَاءٌ كَانَ بِالْعَرَبِيَّةِ أَوْ غَيْرِهَا، وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَوْ لَا يُحْسِنُهَا، وَهَذَا عَلَى أَصْلِ أَبِي حَنِيفَةَ.
[بدائع الصنائع: كتاب الحج، فصل بيان ما يصير به محرما، ج۲ ص ۱۶۱، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ا ص ۲۵۹، ط: رحمانیہ

حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتو تلبیہ پڑھے، یعنی ہر اونچ نیچ میں، نمازوں کے بعد اور اسی طرح صبح وشام کے اوقات میں تلبیہ پڑھے، کیونکہ تلبیہ فی الاحرام بمنزلہ تکبیر فی الصلاۃ کے ہے اور نماز میں جب مصلی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو تکبیر کہتا ہے، لہذا حاجی بھی جب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتو تلبیہ پڑھے گا۔ ❶

(۱۹٦) إِنَّ التَّوْقِيتَ يَذْهَبُ بِالرِّقَّةِ. ❷

ترجمہ: تعیین دل کی نرمی کو ختم کر دیتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اَدعیہ میں تخصیص وتعیین سے انسان کے قلب میں جو رقت ونرمی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ''مبسوط'' میں بیت اللہ کے دیدار کے وقت کوئی دعا مخصوص اور متعین نہیں کی ہے، یعنی جب بھی بیت اللہ پر نظر پڑے تو جو بھی دعا ہو کر سکتا ہے، اس میں کوئی دعا متعین نہیں ہے، کیونکہ تعیین سے قلب میں جو رقت ونرمی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے جبکہ مقصود رقت وخشوع ہوتا ہے۔ انسان خود بخود کعبۃ اللہ کو دیکھ کر وجد میں آجاتا ہے اور بے اختیار اللہ تعالی کی بڑائی وبزرگی بیان کرنے لگتا ہے، جس کا اثر براہِ راست اس کے جسم وجان پر ہوتا ہے، اس لئے اگر دعائیں متعین کر دی جائیں تو اس سے رقتِ قلبی ختم ہو جاتی ہے اور استحضارِ قلبی ناپید ہو جاتی ہے۔ ❸

---

❶(ويكثر من التلبية) ندباً رافعاً بها صوته من غير مبالغة (عقيب الصلوات) ولو نفلاً (وكلما علا شرفاً) أى مكاناً مرتفعاً (أو هبط وادياً أو لقى ركباناً) أى جماعة ولو مشاة (وبالأسحار)، لأن أصحاب رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم كانوا يلبون فى هذه الأحوال، والتلبية فى الإحرام على مثال التكبير فى الصلاة، فيؤتى بها عند الانتقال من حال إلى حال.

[اللباب فى شرح الكتاب: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۱۸۳، ط: المكتبة العلمية]

❷الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲٦۰، ط:رحمانيه

❸وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ لَمْ يُعَيِّنْ فِى الْأَصْلِ لِمُشَاهِدِ الْحَجِّ شَيْئًا مِنْ الدَّعَوَاتِ، لِأَنَّ التَّوْقِيتَ يَذْهَبُ بِالرِّقَّةِ، وَإِنْ تَبَرَّكَ بِالْمَنْقُولِ مِنْهَا فَحَسَنٌ.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۲ ص ۳۵۱، ط: دار الكتاب الإسلامى]

(۱۹۷) إِنَّ التَّحَرُّزَ عَنْ أَذَى الْمُسْلِمِ وَاجِبٌ. ❶

ترجمہ: مسلمان کو تکلیف پہنچانے سے بچنا واجب ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف واذیت دینے سے بچنا واجب ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"

اور واجب کی وجہ سے سنت کا ترک جائز ہے لیکن اس کے برعکس سنت کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر حاجی کسی مسلمان کو اذیت دیئے بغیر حجر اسود کو بوسہ دینے کی طاقت رکھتا ہے تو بوسہ دے ورنہ نہ دے، اس لئے کہ استلام حجر اسود سنت ہے اور مسلمان کو اذیت دینے سے بچنا واجب ہے اور سنت کی وجہ سے واجب کا ترک جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بوسہ کی جگہ دور سے استلام کرے۔ ❷

(۱۹۸) إِنَّ مَا ثَبَتَ فَرْضِيَّتُهُ بِنَصِّ الْكِتَابِ لَا يَتَأَدَّى كَمَا ثَبَتَ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ. ❸

ترجمہ: جس چیز کی فرضیت کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہو وہ اس طریقے پر ادا نہیں کیا جائے گا جو خبر واحد سے ثابت ہے۔

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۰، ط: رحمانیہ

❷ إِنْ اسْتَطَعْتَ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُؤْذِيَ مُسْلِمًا لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّكَ رَجُلٌ أَيِّدٌ تُؤْذِي الضَّعِيفَ فَلَا تُزَاحِمْ النَّاسَ عَلَى الْحَجَرِ، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتَ فُرْجَةً فَاسْتَلِمْهُ، وَإِلَّا فَاسْتَقْبِلْهُ وَكَبِّرْ وَهَلِّلْ وَلِأَنَّ اسْتِلَامَ الْحَجَرِ سُنَّةٌ، وَالتَّحَرُّزَ عَنْ أَذَى الْمُسْلِمِ وَاجِبٌ فَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُؤْذِيَ مُسْلِمًا لِإِقَامَةِ السُّنَّةِ، وَلَكِنْ إِنْ اسْتَطَاعَ تَقْبِيلَهُ وَإِلَّا مَسَّ الْحَجَرَ بِيَدِهِ وَقَبَّلَ يَدَهُ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ ذَلِكَ أَمَسَّ الْحَجَرَ شَيْئًا مِنْ عُرْجُونٍ أَوْ غَيْرِهِ، ثُمَّ قَبَّلَ ذَلِكَ الشَّيْءَ جَاءَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَاسْتَلَمَ الْأَرْكَانَ بِمِحْجَنِهِ، وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ اسْتَقْبَلَهُ وَكَبَّرَ وَهَلَّلَ وَحَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى.

[المبسوط للسرخسي: كتاب المناسك، ج ۴ ص ۱۰، ط: دار المعرفة]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۱، ط: رحمانیہ

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی فرضیت کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہو تو اس کو اس طور پر ادا نہیں کیا جائے گا جو خبر واحد سے ثابت ہے، اس لئے کہ کتاب اللہ کی نص قطعی ہے اور خبر واحد ظنی ہے اور بوقتِ تعارض قطعی پر عمل کیا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ حطیم کا بیت اللہ میں شامل ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے، جب حطیم بیت اللہ کا جز ہے تو جو حکم بیت اللہ کا ہے وہی حطیم کا بھی ہے، تو جس طرح بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا درست ہے تو حطیم کی طرف بھی رخ کر کے نماز پڑھنا درست ہونا چاہئے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی شخص صرف حطیم کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا نصِ قطعی ''فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ'' سے ثابت ہے، اور حطیم کا جز وکعبہ ہونا خبر واحد سے ثابت ہے، لہٰذا مذکورہ اصول کی وجہ سے جو چیز نصِ قطعی سے ثابت ہو وہ خبر واحد کے ذریعے ثابت طریقے سے ادا نہیں کی جائے گی۔ البتہ طواف میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے حطیم کو بھی شامل کریں گے۔ اسی طرح وضو میں مسحِ راس نصِ قطعی سے ثابت ہے اور کانوں کا سر کا جزء ہونا خبر واحد سے ثابت ہے، اب اگر کوئی صرف کانوں پر مسح کرے اور سر کا مسح نہ کرے تو وضو درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں بھی۔ ❶

(۱۹۹) إِنَّ الْحُكْمَ لَا يَزُوْلُ بِزَوَالِ السَّبَبِ. ❷

ترجمہ: حکم سبب کے زوال سے زائل نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ سبب کے زائل ہونے سے حکم زائل نہیں ہوتا بلکہ حکم

---

❶ وَالْفِقْهُ فِيهِ أَنَّ فَرْضَ الْمَسْحِ بِالرَّأْسِ ثَابِتٌ بِالنَّصِّ، وَكَوْنُ الْآذَانِ مِنَ الرَّأْسِ ثَابِتٌ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَلَا يَتَأَدَّى بِهِ مَا يَثْبُتُ بِالنَّصِّ كَمَنْ اسْتَقْبَلَ الْحَطِيمَ بِالصَّلَاةِ فَلَا تُجْزِئُهُ، وَإِنْ كَانَ الْحَطِيمُ مِنَ الْبَيْتِ، لِأَنَّ فَرْضِيَّةَ اسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ ثَابِتٌ بِالنَّصِّ، وَكَوْنُ الْحَطِيمِ مِنَ الْبَيْتِ ثَابِتٌ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَلَا يَتَأَدَّى بِهِ مَا ثَبَتَ بِالنَّصِّ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب الطهارة، باب الوضوء والغسل، ج ۱ ص ۶۵، ط: دار المعرفة]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۱، ۲۶۲، ط: رحمانیہ

باقی رہتا ہے اگر چہ سبب اب موجود نہ ہو، کیونکہ ایک چیز کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، لہذا کسی ایک سبب کے موجود نہ ہونے سے حکم بھی موجود نہ ہو ایسا نہیں ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ حاجی پہلے تین چکروں میں رمل کرے گا، یعنی اکڑ اکڑ کر چلے اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب صحابہ کرام مکہ میں آئے تو مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ان کو مدینے کی آب و ہوا نے کمزور کردیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اکڑ کر چلیں تاکہ مشرکین کے سامنے بہادری اور طاقت ظاہر ہو جائے، پھر یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اور آپ کے بعد بھی اب تک باقی ہے، اگرچہ ابھی رمل کا سبب یعنی اظہارِ شجاعت و بہادری موجود نہیں لیکن چونکہ سبب کے زوال سے حکم زائل نہیں ہوتا، لہذا اب بھی یہ رمل کا حکم زائل نہ ہوگا، جیسے رمی جمار کا سبب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شیطان کو کنکریاں مارنا ہے، یہ سبب تو زائل ہو گیا لیکن حکم اب بھی باقی ہے۔ اسی طرح ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت آہستہ پڑھنا اس لئے تھا کہ کفار قرأت کے دوران شور شرابہ کرتے تھے، مسلمانوں کو اذیت دیتے تھے، اب یہ سبب ختم ہو گیا لیکن حکم اب بھی باقی ہے۔ ❶

(۲۰۰) إِنَّ أَشْوَاطَ الطَّوَافِ كَرَكَعَاتِ الصَّلَاةِ. ❷

ترجمہ: طواف کے چکر نماز کی رکعتوں کے مانند ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ طواف کے چکروں کی نماز کی رکعات کے ساتھ

---

❶ وَلَكِنَّهُ صَارَ سُنَّةً بِذَلِكَ السَّبَبِ فَيَبْقَى بَعْدَ زَوَالِهِ كَرَمْيِ الْجِمَارِ سَبَبُهُ رَمْيُ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ، ثُمَّ بَقِيَ بَعْدَ زَوَالِ ذَلِكَ السَّبَبِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب المناسك، ج۴ ص ۱۰، ط: دار المعرفة]

كَانَ سَبَبُهُ إِظْهَارَ الْجَلَدِ لِلْمُشْرِكِينَ حِينَ قَالُوا أَضْعَفَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ ثُمَّ بَقِيَ الْحُكْمُ بَعْدَ زَوَالِ السَّبَبِ كَالْإِخْفَاءِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ كَانَ لِتَشْوِيشِ الْكَفَرَةِ وَأَذَاهُمْ لِلْمُسْلِمِينَ عِنْدَ قِرَاءَتِهِمُ الْقُرْآنَ فِي صَلَاتِهِمْ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الحج، ج ۱ ص ۱۵۴، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۲، ط: رحمانیہ

تشبیہ ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح نماز کی ہر رکعت کو تکبیر سے شروع کیا جاتا ہے، اسی طرح طواف کے بھی ہر چکر کو استلامِ حجر سے شروع کیا جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ طواف کے ہر چکر کو استلامِ حجر سے شروع کیا جائے گا، کیونکہ طواف کے چکر نماز کی رکعات کی مانند ہیں اور نماز کی ہر رکعت تکبیر سے شروع کی جاتی ہے، لہذا طواف کا بھی ہر چکر استلام حجر سے شروع کیا جائے گا۔ ❶

(۲۰۱) إِنَّ كُلَّ طَوَافٍ بَعْدَهُ سَعْيٌ يَعُوْدُ إِلَى الْحَجَرِ وَإِلَّا فَلا. ❷

ترجمہ: ہر وہ طواف جس کے بعد سعی ہو تو حجر اسود کی طرف لوٹے وگرنہ نہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی بین الصفا والمروۃ ہوگی تو اس طواف کے بعد حجر اسود کی طرف لوٹے گا، اور جس طواف کے بعد سعی نہ ہو تو پھر حجر اسود کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ طائف جب استلام کے ساتھ طواف کو ختم کرے گا، تو پھر مقام ابراہیم کی طرف آ کر مقام ابراہیم پر یا جہاں آسان ہو مسجد میں دو رکعت پڑھے، پھر دوبارہ حجر اسود کی طرف لوٹ جائے اور حجر اسود کا استلام کرے، کیونکہ یہ ایسا طواف ہے کہ جس کے بعد سعی ہے اور ہر وہ طواف جس کے بعد سعی ہو تو اس میں حجر اسود کی طرف لوٹے گا، عود کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح استلامِ حجر کے ساتھ طواف کی ابتداء ہوتی ہے اسی طرح سعی کی ابتداء بھی اسی کے ساتھ ہو جائے۔ ❸

---

❶ وَكُلَّمَا مَرَرْتَ بِالْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فِي طَوَافِكَ هَذَا فَاسْتَلِمْهُ إِنِ اسْتَطَعْتَ مِنْ غَيْرِ أَنْ تُؤْذِيَ مُسْلِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَاسْتَقْبِلْهُ وَكَبِّرْ وَهَلِّلْ، لِأَنَّ أَشْوَاطَ الطَّوَافِ كَرَكَعَاتِ الصَّلَوَاتِ فَكَمَا تَفْتَتِحُ كُلَّ رَكْعَةٍ تَقُومُ إِلَيْهَا بِالتَّكْبِيرِ فَكَذَلِكَ تَفْتَتِحُ كُلَّ شَوْطٍ بِاسْتِلَامِ الْحَجَرِ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب المناسك، ج۴ ص ۱۱، ط: دار المعرفة]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۲، ط: رحمانیہ

❸ ثُمَّ يَعُودُ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَيَسْتَلِمُهُ لِيَكُونَ افْتِتَاحُ السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا، وَالْمَرْوَةِ بِاسْتِلَامِ الْحَجَرِ كَمَا يَكُونُ افْتِتَاحُ الطَّوَافِ بِاسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ، وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ كُلَّ طَوَافٍ بَعْدَهُ =

(۲۰۲) إِنَّ الرُّكْنِيَّةَ لا تَثْبُتُ إِلَّا بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ. ❶

ترجمہ: رکنیت دلیلِ قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ کسی شئ کا رکن ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہوتا ہے، یعنی شئ کی رکنیت دلیلِ ظنی سے ثابت نہیں ہوتی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے رکن نہیں ہے، کیونکہ شئ کی رکنیت دلیلِ قطعی سے ثابت ہوتی ہے اور سعی بین الصفا والمروۃ دلیل ظنی سے ثابت ہے اس لئے واجب ہے فرض نہیں ہے۔ جس طرح طواف نصِ قطعی سے ثابت ہے اس لئے فرض ہے اور طہارت خبر واحد سے ثابت ہے اس لئے واجب ہے۔ ❷

(۲۰۳) إِنَّ التَّنَفُّلَ بِالسَّعْيِ غَيْرُ مَشْرُوْعٍ. ❸

ترجمہ: نفل سعی کرنا مشروع نہیں ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ سعی کا نفل ہونا مشروع نہیں ہے بلکہ شریعت میں سعی کا وجوب ثابت ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ طواف کرنے والا بیت اللہ کا طواف کرے گا جب بھی اسے موقع ملے لیکن ان طوافوں کے بعد سعی نہیں کرے گا، کیونکہ حج کے احرام

=سَعْيٌ فَإِنَّهُ يَعُودُ بَعْدَ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَجَرِ وَكُلُّ طَوَافٍ لَا سَعْيَ بَعْدَهُ لَا يَعُودُ إِلَى الْحَجَرِ.

[بدائع الصنائع: كتاب الحج، فصل بيان سنن الحج، ج۲ ص۱۴۸، ط: دار الكتب العلمية]

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۴، ط: رحمانیہ

❷ لِأَنَّ الرُّكْنِيَّةَ لا تَثْبُتُ إِلَّا بِالنَّصِّ فَأَمَّا الْوُجُوبُ فَيَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ، لِأَنَّهُ يُوجِبُ الْعَمَلَ وَلَا يُوجِبَ عِلْمَ الْيَقِينِ، وَالرُّكْنِيَّةُ إِنَّمَا تَثْبُتُ بِمَا يُوجِبُ عِلْمَ الْيَقِينِ فَأَصْلُ الطَّوَافِ رُكْنٌ ثَابِتٌ بِالنَّصِّ، وَالطَّهَارَةُ فِيهِ تَثْبُتُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَيَكُونُ مُوجِبُ الْعَمَلِ دُونَ الْعِلْمِ فَلَمْ تَصِرْ الطَّهَارَةُ رُكْنًا، وَلَكِنَّهَا وَاجِبَةٌ.

[المبسوط للسرخسي: كتاب الحج، باب الطواف، ج۴ ص۳۸، ط: دار المعرفة]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۶۴، ط: رحمانیہ

میں صرف ایک بار سعی واجب ہوتی ہے، اور وہ شخص طوافِ قدوم کے بعد سعی کر چکا ہے، اس لئے اب سعی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اور ایسا بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص نفل سعی کرے، کیونکہ نفل سعی مشروع نہیں ہے۔ ❶

(۲۰۴) إِنَّ كُلَّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ يَقِفُ وَإِلَّا فَلَا. ❷

ترجمہ: ہر ایسی رمی جس کے بعد رمی ہو تو وقوف کرے وگرنہ نہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایسی رمی یعنی کنکری پھینکنا جس کے بعد دوبارہ رمی ہو تو اس صورت میں رمی کے بعد وقوف کرے گا یعنی تھوڑی دیر رک جائے، جیسے جمرہ اولی کی رمی اور جمرہ اوسط کی رمی، اور اگر رمی کے بعد دوسری رمی نہ ہو تو اس صورت میں رمی کے بعد نہ ٹھہرے، جیسے جمرہ عقبہ کی رمی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ رمی کی ابتداء کرے گا اس مقام سے جو مسجد خیف کے ساتھ متصل ہے، پھر رمی کرے گا، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھے اور اس رمی کے بعد ٹھہر جائے، پھر رمی کرے اسی مقام سے جس سے پہلے رمی کر چکا ہے اور اس کے بعد بھی ٹھہر جائے پھر جمرہ عقبہ کی رمی کرے اور اس کے بعد نہ ٹھہرے، کیونکہ پہلے یعنی جمرہ اولی اور جمرہ اوسط کے بعد رمی ہے، اور ہر وہ رمی جس کے رمی ہو تو وہاں وقوف کرے، تو لہذا جمرہ اولی اور جمرہ اوسط کے ہاں بھی وقوف کرے گا اور جمرہ عقبہ کے بعد چونکہ رمی نہیں ہے اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی نہ ہو تو وقوف نہیں کرے گا، لہذا جمرہ عقبہ کے بعد بھی وقوف نہ کرے۔ ❸

---

❶(والتنفل بالسعي غير مشروع) لعدم ورود النص به.فإن قلت: السعي تبع الطواف، ولهذا لا يجوز قبله والتنفل بمتبوعه مشروع فيجب أن يكون التنفل بالسعي أيضاً مشروعاً تبعاً للطواف .قلت:السعي إنما ثبت كونه عبادة بالنص، بخلاف القياس فيقتصر على النص، والنص ورد بالإتيان مرة فلا يشرع ثانياً بالقياس لأنه لا محل له.

[البناية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج۴ ص ۲۱۰، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ۱ ص ۲۷۴، ط:رحمانیہ

❸وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ وَقَفَ عِنْدَهُ وَكُلُّ رَمْيٍ لَيْسَ بَعْدَهُ رَمْيٌ لَمْ يَقِفْ عِنْدَهُ وَرَمْيُهُ رَاكِبًا =

(۲۰۵) مَا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَفْعَالِ الْحَجِّ فَتَرْكُهُ لَا يُوجِبُ الْجَابِرَ. ❶

ترجمہ: جو چیز حج کے افعال میں سے نہیں ہے اس کا ترک کرنا نقصان کو ثابت نہیں کرتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو فعل حج کے افعال میں سے نہ ہوا گر اس کو آدمی چھوڑ دے تو اس پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، کیونکہ دم افعالِ حج کے کسی فعل کو ترک کرنے کی وجہ سے آتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی حاجی نے منی کے علاوہ کسی دوسری جگہ جان بوجھ کر راتیں گزاری تو ہمارے یہاں اس پر دم وغیرہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ قیامِ منی کا ثبوت اس لئے ہے تا کہ حاجی کے لئے رمی کرنا آسان ہو، لہذا قیامِ منی افعالِ حج میں سے نہیں ہوگا اور اس کے ترک پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی جو جبرِ نقصان کے لئے وضع کی گئی ہے یعنی دم وغیرہ۔ اس کے برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں چونکہ قیامِ منی واجب ہے، لہذا اس کے ترک پر دم واجب ہوگا۔ ❷

(۲۰۶) إِنَّ مَا هُوَ رُكْنٌ لَا بُدَّ مِنْ وُجُودِهِ كَيْفَمَا كَانَ. ❸

ترجمہ: جو شئ رکن ہو اس کا موجود ہونا ضروری ہے جس طرح بھی ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز رکن ہو اس کا صرف پایا جانا ضروری ہے، اب اس کا پایا جانا جس طرح بھی ہو، جس حالت میں بھی ہو۔

=أَفْضَلُ لِمَا رَوَيْنَا وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ كُلَّ رَمْيٍ لَيْسَ بَعْدَهُ رَمْيٌ فَالْأَفْضَلُ أَنْ يَرْمِيَهُ رَاكِبًا وَإِلَّا فَمَاشِيًا.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب الإحرام، ج۲ ص۳۰، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❶الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ا ص ۲۷۵، ط: رحمانیہ

❷وَيُكْرَهُ أَنْ يَبِيتَ لَيَالِي مِنًى إِلَّا بِمِنًى وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُؤَدِّبُ عَلَى تَرْكِ الْمُقَامِ بِهَا كَذَا فِي الْهِدَايَةِ فَإِنْ بَاتَ فِي غَيْرِهَا مُتَعَمِّدًا لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ عِنْدَنَا لِأَنَّهُ وَجَبَ لِيَسْهُلَ عَلَيْهِ الرَّمْيُ فِي أَيَّامِهِ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَفْعَالِ الْحَجِّ فَتَرْكُهُ لَا يُوجِبُ الْجَبْرَ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ا ص ۱٦۱، ط: المطبعة الخيرية]

❸الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، فصل، ج ا ص ۲۷۷، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر حاجی صاحب عرفہ سے آگے نکل گیا نیند کی حالت میں، یا بے ہوشی کی حالت میں، یا حاجی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ میدانِ عرفہ ہے، تو حاجی کے وقوف سے یہ کفایت کرے گا، یعنی اس کا وقوف عرفہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وقوفِ عرفہ رکن ہے اور جو چیز رکن ہو اس کا موجود ہونا صرف ضروری ہے، جس طرح بھی ہو اس شخص کا وقوفِ عرفہ پایا گیا ہے۔ مرور کی صورت میں بھی حج کا رکن یعنی وقوف پایا گیا اور اغماء ونوم وقوف کے منافی نہیں ہیں، جیسے اگر کسی شخص نے روزے کی نیت سے سحری کی اور پھر پورے دن سویا رہا، یا بے ہوش پڑا رہا تو رکنِ صوم یعنی امساک کے پائے جانے کی وجہ سے اس شخص کا روزہ اداء ہو جائے گا، اسی طرح رکنِ حج یعنی وقوف کے پائے جانے کی وجہ سے حج اداء ہو جائے گا۔ ❶

(۲۰۷) إِنَّ إِظْهَارَ الْإِجَابَةِ قَدْ يَكُوْنُ بِالْفِعْلِ كَمَا يَكُوْنُ بِالْقَوْلِ. ❷

ترجمہ: اجابت کا اظہار جس طرح قول سے ہوتا ہے اسی طرح کبھی فعل سے بھی ہوتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اجابت قول یعنی تلبیہ کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اسی طرح کبھی کسی فعل یعنی ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالنے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ جس نے بُدنہ یعنی ہدی کے جانور کا قلادہ باندھا چاہے وہ بدنہ نفلی ہو، یا نذر کی وجہ سے ہو، یا کسی پرندے کے شکار کا بدلہ ہو، اور خود بھی وہ آدمی اس ہدی مقلدہ کے ساتھ متوجہ ہوا اور حج کا ارادہ بھی کیا تو یہ شخص محرم شمار ہوگا اور محرم کے جتنے احکام اور محذوراتِ احرام ہیں وہ اس پر لاگو ہوں گے اگر چہ تلبیہ نہ پڑھے، کیونکہ تلبیہ سے مقصود

---

❶ (قَوْلُهُ وَمَنِ اجْتَازَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ نَائِمٌ أَوْ مُغْمًى عَلَيْهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ أَنَّهَا عَرَفَةُ أَجْزَأَهُ ذٰلِكَ عَنِ الْوُقُوفِ) وَهٰذَا إِذَا أَحْرَمَ وَهُوَ مُفِيقٌ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ حَالَ الْوُقُوفِ فَإِنَّهُ يُجْزِئُهُ الْوُقُوفُ إِجْمَاعًا لِأَنَّ مَا هُوَ الرُّكْنُ قَدْ وُجِدَ وَهُوَ الْوُقُوفُ فَلَا يَمْنَعُهُ الْإِغْمَاءُ وَالنَّوْمُ كَرُكْنِ الصَّوْمِ وَإِنَّمَا اخْتَلَّ مِنْهُ النِّيَّةُ وَهِيَ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِكُلِّ رُكْنٍ.

[الجوهرة النيرة: كتاب الحج، باب الإحرام، ج ا ص ۱۶۲، ط: المطبعة الخيرية]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الإحرام، فصل، ج ا ص ۲۷۸، ط: رحمانیہ

اظہارِ اجابت ہوتی ہے اور اظہارِ اجابت کبھی فعل سے بھی ہوتی ہے، جب اس شخص نے قلادہ ڈال کر ہدی کا جانور روانہ کیا تو بالفعل اجابت ہے، اس لئے کہ قلادہ حج کے شعائر میں سے ہے جیسے تلبیہ، اور فعل کے ساتھ اجابت اس طرح ہے جیسے قول کے ساتھ، لہذا یہ شخص محرم شمار ہوگا۔ ❶

باب القِران

(۲۰۸) لَا تَدَاخُلَ فِي الْعِبَادَاتِ الْمَقْصُوْدَةِ. ❷

ترجمہ: عباداتِ مقصودہ میں تداخل نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو عبادت بذاتِ خود مقصود ہو تو اس میں تداخل نہیں ہوسکتا، یعنی ایک ہی فعل سے سب کو ادا نہیں کرسکتا بلکہ ہر ایک کے لئے الگ فعل ضروری ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ قارن (یعنی جس میں ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں ادا کئے جائیں) اس کے لئے حج اور عمرہ دونوں کے افعال کو بجالانا ضروری ہے، یعنی افعالِ حج کو الگ سرانجام دے اور افعالِ عمرہ کو الگ بجالائے، مثلاً عمرہ کے لئے الگ طواف وسعی کرے، اور حج کے لئے الگ طواف وسعی کرے، یہ احناف کا مذہب ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجِ قارن ایک ہی سعی اور ایک ہی طواف کرے گا۔ احناف کی دلیل مذکورہ اصول ہے کہ عبادت مقصودہ میں تداخل نہیں ہوسکتا، عمرہ اور حج دونوں الگ الگ عبادتِ مقصودہ ہیں، لہذا ان میں بھی تداخل نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی ظہر کی نماز کی ادائیگی میں عصر کی بھی نیت کرے کہ ایک ہی نماز سے دونوں اداء ہو جائیں، تو اس طرح تداخل نہیں ہوگا، ہر ایک عبادت

---

❶ وَلِأَنَّ سَوْقَ الْهَدْيِ بَعْدَ التَّقْلِيدِ فِي مَعْنَى التَّلْبِيَةِ إِذْ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ إِلَّا مَنْ يُرِيدُ الْحَجَّ أَوِ الْعُمْرَةَ فَصَارَ مِنْ خَصَائِصِهِ كَالتَّلْبِيَةِ إِذِ الْمَقْصُودُ بِالتَّلْبِيَةِ إِظْهَارُ الْإِجَابَةِ لِلدَّعْوَةِ وَبِتَقْلِيدِ الْهَدْيِ يَحْصُلُ إِظْهَارُ الْإِجَابَةِ أَيْضًا وَإِظْهَارُ الْإِجَابَةِ قَدْ يَكُونُ بِالْفِعْلِ كَمَا يَكُونُ بِالْقَوْلِ وَهٰذَا، لِأَنَّ التَّقْلِيدَ مِنْ شَعَائِرِ الْحَجِّ كَالتَّلْبِيَةِ، فَإِذَا اتَّصَلَ بِالنِّيَّةِ يَكُونُ مُحْرِمًا كَالتَّلْبِيَةِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب الإحرام، ج۲ ص۳۹، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب القران، ج۱ ص۲۸۱، ط: رحمانیہ

مقصود ہے اس لئے الگ اداء ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی ایک دن میں دو روزوں کی نیت کرے۔ ❶

(۲۰۹) إِنَّ الْأَبْدَالَ لَا تُنْصَبُ إِلَّا شَرْعًا. ❷

ترجمہ: بدل صرف شریعت کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے کسی حکم کا بدل مقرر کرنا درست نہیں ہے، بلکہ شریعت نے جس چیز کا جو بدل مقرر کیا ہے وہی ہوگا، یعنی بدل مقرر کرنا شریعت پر موقوف ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر قارن نے قربانی کے عوض ایامِ حج میں تین روزے نہ رکھے یہاں تک کہ یوم النحر کا دن آگیا، اب اس صورت میں اس پر دم آئے گا اور اب روزے نہیں رکھ سکتا، کیونکہ شریعت نے دم کا بدل یوم النحر سے پہلے روزے مقرر کئے ہیں، اب اگر یہ یوم النحر کے بعد روزے رکھے گا تو اس صورت میں اپنی طرف سے بدل مقرر کرنا لازم آئے گا اور اپنی طرف سے بدل مقرر کرنا جائز نہیں ہے، لہذا یوم النحر کے بعد روزے رکھنا درست نہیں ہے۔ ❸

---

❶وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنَ الْحُصَيْنِ أَنَّ الْقَارِنَ يَطُوفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعْيَيْنِ، وَلِأَنَّ الْقِرَانَ هُوَ الْجَمْعُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ إِلَّا أَحَدَهُمَا لَمْ يَكُنْ جَامِعًا، وَلِأَنَّهُ لَا تَدَاخُلَ فِي الْعِبَادَةِ كَمَا فِي الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب القران، ج۲ ص ۴۲، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷الهداية: كتاب الحج، باب القران، ج ۱ ص ۲۸۲، ط: رحمانيه

❸إِنْ لَمْ يَصُمِ الثَّلَاثَةَ حَتَّى دَخَلَ يَوْمُ النَّحْرِ لَمْ يُجْزِهِ الصَّوْمُ أَصْلًا، وَصَارَ الدَّمُ مُتَعَيِّنًا، لِأَنَّ الصَّوْمَ بَدَلٌ وَالْأَبْدَالُ لَا تُنْصَبُ إِلَّا شَرْعًا، وَالنَّصُّ خَصَّهُ بِوَقْتِ الْحَجِّ وَجَوَازُ الدَّمِ عَلَى الْأَصْلِ.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب القران، ج۲ ص۳۸۸، ط: دار الكتاب الإسلامي]

باب التمتع

(۲۱۰) لَوْ وَقَعَ التَّعَارُضُ بَيْنَ الْمُحَرِّمِ وَالْمُبِيحِ فَالتَّرْجِيحُ لِلْمُحَرِّمِ. ❶

ترجمہ: جب محرم اور مبیح کے درمیان تعارض آجائے تو ترجیح محرم کو دی جائے گی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ اگر دلیلِ محرم یعنی حرمت ثابت کرنے والی دلیل اور دلیلِ مبیح یعنی اباحت ثابت کرنے والی دلیل کے مابین تعارض آجائے، یعنی ایک دلیل سے شیٔ کی حرمت ثابت ہورہی ہو جبکہ دوسری دلیل سے اسی شیٔ کی حلت ثابت ہورہی ہے تو اس صورت میں حرمت والی دلیل کو ترجیح دی جائے گی یعنی اس شیٔ پر حرام کا حکم لگایا جائے گا، اس لئے کہ اس میں احتیاط ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلارہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اشعار (یعنی اونٹ اور گائے کو زخم لگا کر خون نکالنا) مکروہ ہے، کیونکہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے، جبکہ دوسری دلیل سے اشعار کی اباحت ثابت ہورہی ہے، اب جب محرم اور مبیح کے درمیان تعارض واقع ہوا تو محرم کو ترجیح دی جائے گی۔

فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے غزوہ خیبر کے وقت منع فرمایا، جبکہ آپ نے اشعار حجۃ الوداع کے موقع پر کیا، تو اشعار کرنا متاخر ہے اس لئے تعارض نہیں ہے۔ تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں باتوں کی تاریخ معلوم نہ ہوتی۔ نیز اشعار مثلہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر زخم مثلہ نہیں ہوتا بلکہ مثلہ وہ ہوتا ہے کہ جانور کی ناک، کان وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے جائیں۔ اشعار میں تو معمولی زخم لگایا جاتا ہے۔ اشعار کا ثبوت صحیح اور صریح احادیث سے ہے، اس لئے اسے مکروہ کہنا درست نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اشعار کو مطلقاً مکروہ نہیں کہا بلکہ آپ کے زمانے میں لوگ اشعار میں بہت مبالغہ کرتے تھے اور یہ خدشہ ہوتا تھا کہ اشعار کی وجہ سے کہیں جانور ہلاک نہ ہوجائے اس لئے آپ نے مکروہ کہا۔ یہ توجیہ بہتر ہے تاکہ آپ کی طرف صریح احادیث

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب التمتع، ج ا ص ۲۸۵، ط: رحمانیہ

کی مخالفت کا الزام نہ آئے۔ ❶

نوٹ: علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اِشعار کی کراہت والے قول کی مدلل انداز میں تردید کی ہے، دیکھئے: حاشیہ نمبر۲ ص ۲۸۵، ط: رحمانیہ

---

❶ لَمَّا وَقَعَ التَّعَارُضُ بَيْنَ كَوْنِ الْإِشْعَارِ سُنَّةً وَبَيْنَ كَوْنِهِ مُثْلَةً، وَهِيَ حَرَامٌ فَالرُّجْحَانُ لِلْحَرَامِ، لِأَنَّ الْمُحَرِّمَ مَعَ الْمُبِيحِ إِذَا اجْتَمَعَا فَالْمُحَرِّمُ أَوْلَى، وَعِنْدِي إِطْلَاقُ اسْمِ الْمُثْلَةِ عَلَى الْإِشْعَارِ مُشْكِلٌ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُثْلَةِ فِي أَوَّلِ مَقْدَمِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ وَأَشْعَرَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدَايَا فِي آخِرِ حَيَاتِهِ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَلَوْ كَانَ الْإِشْعَارُ مِنْ بَابِ الْمُثْلَةِ لَمَا أَشْعَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ نَهَى عَنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ، وَالْكَلَامُ الصَّحِيحُ فِي هَذَا الْبَابِ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَرِهَ الْإِشْعَارَ الْمُحْدَثَ الَّذِي يُفْعَلُ عَلَى وَجْهِ الْمُبَالَغَةِ، وَيُخَافُ مِنْهُ السِّرَايَةُ إِلَى الْمَوْتِ لَا مُطْلَقُ الْإِشْعَارِ.

[حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب التمتع، ج۲ ص۴۷، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(قَوْلُهُ:وَلَوْ وَقَعَ التَّعَارُضُ فَالتَّرْجِيحُ لِلْمُحَرِّمِ) قَدْ يُقَالُ: لَا تَعَارُضَ فَإِنَّ النَّهْيَ عَنْهُ كَانَ بِأَثَرِ قِصَّةِ الْعُرَنِيِّينَ عَقِيبَ غَزْوَةِ أُحُدٍ وَمَعْلُومٌ أَنَّ الْإِشْعَارَ كَانَ بَعْدَهُ، فَعُلِمَ أَنَّهُ إِمَّا مَخْصُوصٌ مِنْ نَصِّ نَسْخِ الْمُثْلَةِ مَا كَانَ هَدْيًا أَوْ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُثْلَةٍ أَصْلًا، وَهُوَ الْحَقُّ، إِذْ لَيْسَ كُلُّ جُرْحٍ مُثْلَةً بَلْ هُوَ مَا يَكُونُ تَشْوِيهًا كَقَطْعِ الْأَنْفِ وَالْأُذُنَيْنِ وَسَمْلِ الْعُيُونِ، فَلَا يُقَالُ لِكُلِّ مَنْ جُرِحَ مُثِّلَ بِهِ، وَالْأَوْلَى مَا حَمَلَ عَلَيْهِ الطَّحَاوِيُّ مِنْ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ إِنَّمَا كَرِهَ إِشْعَارَ أَهْلِ زَمَانِهِ، لِأَنَّهُمْ لَا يَهْتَدُونَ إِلَى إِحْسَانِهِ، وَهُوَ شَقُّ مُجَرَّدِ الْجِلْدِ لِيُدْمِيَ، بَلْ يُبَالِغُونَ فِي اللَّحْمِ حَتَّى يَكْثُرَ الْأَلَمُ وَيُخَافُ مِنْهُ السِّرَايَةُ.

[فتح القدير: كتاب الحج، باب التمتع، ج۳ ص۹، ط: دار الفكر]

باب الجنايات

(۲۱۱) إِنَّ الْجِنَايَةَ تَتَكَامَلُ بِتَكَامُلِ الْاِرْتِفَاقِ. ❶

ترجمہ: انتفاع کے مکمل ہونے سے جرم بھی کامل ہو جاتا ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جنایت کامل ہوتی ہے کامل نفع اٹھانے سے، یعنی محرم جب کامل فائدہ اٹھائے گا تو جنایت بھی کامل ہوگی، تو دم لازم آئے گا اور جب فائدہ کامل نہ اٹھائے تو جنایت ناقص ہوگی اور ناقص جنایت کی وجہ سے کفارہ لازم آئے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ محرم نے اگر مکمل عضو پر خوشبو لگائی یا اس سے زیادہ حصے پر تو دم لازم آئے گا، کیونکہ مکمل عضو پر خوشبو لگانا یہ کامل فائدہ اٹھانا ہے اور کامل فائدہ سے جنایت بھی کامل ہوتی ہے اور جنایت جب کامل ہوتی ہے تو دم آتا ہے، لہذا اس شخص پر بھی دم آئے گا۔ اور اگر عضو سے کم میں خوشبو لگائی تو کفارہ لازم ہوگا۔ ❷

(۲۱۲) إِنَّ بِسَبَبِ النَّوْمِ وَالْإِكْرَاهِ يَنْتَفِي الْمَأْثَمُ دُوْنَ الْحُكْمِ. ❸

ترجمہ: نیند اور اکراہ کے سبب سے گناہ ختم ہوتا ہے نہ کہ حکم۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نیند اور اکراہ (کسی پر زبردستی کرنا) کی وجہ سے نائم اور مکرَہ سے گناہ تو رفع ہو جاتا ہے لیکن حکم رفع نہیں ہوگا یعنی حکم مرتب ہوگا۔ آخرت کے اعتبار سے گنہگار نہیں ہوگا، البتہ دنیاوی مواخذہ بصورتِ دم ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ محرم کا کسی نے حلق کر دیا اس کی اجازت کے بغیر، یعنی وہ سویا ہوا تھا یا زبردستی حلق کر دیا تو دونوں صورتوں میں حلق کرنے والے پر

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، ج ۱ ص ۲۸۸، ط: رحمانیہ

❷ (تَجِبُ شَاةٌ إِنْ طَيَّبَ مُحْرِمٌ عُضْوًا، وَإِلَّا تَصَدَّقَ أَوْ خَضَّبَ رَأْسَهُ بِحِنَّاءٍ أَوْ أَدْهَنَ بِزَيْتٍ) لِأَنَّ الْجِنَايَةَ تَتَكَامَلُ بِتَكَامُلِ الْاِرْتِفَاقِ وَذَلِكَ فِي الْعُضْوِ الْكَامِلِ فَيَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ كَمَالُ الْمُوجِبِ وَتَتَقَاصَرُ الْجِنَايَةُ فِيمَا دُونَهُ فَوَجَبَتْ الصَّدَقَةُ.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب الجنايات، ج۳ ص ۲، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، ج ۱ ص ۲۹۰، ط: رحمانیہ

صدقہ ہے اور جس کا حلق کیا ہے اس پر دم لازم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ محلوق کے حکم بغیر حلق کرنا اس طور پر کہ وہ سویا ہوا تھا یا زبردستی حلق کرنا کی وجہ سے گناہ ختم ہو جاتا ہے، یعنی محلوق اخروی لحاظ سے گنہگار تو نہیں ہوگا لیکن دنیاوی لحاظ سے حکم مرتب ہوگا اور اس پر دم لازم ہوگا، اگر چہ یہ حلق اس کی اجازت کے بغیر ہوا ہے، پھر بھی دم لازم ہوگا اس لئے کہ وجوب دم کا سبب انتفاع راحت ہے اور یہ سبب نائم اور مکرَہ کے حق میں موجود ہے۔ ❶

(۲۱۳) إِنَّ الصَّيْدَ مَا لَا يُمْكِنُ أَخْذُهُ إِلَّا بِحِيلَةٍ. ❷

ترجمہ: شکار وہ ہے کہ اس کا پکڑنا بغیر حیلے کے ممکن نہ ہو۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ شکار کرنا اس کو کہیں گے کہ جس جانور کا پکڑنا حیلے اور تدبیر کے بغیر ممکن نہ ہو، بلکہ اس کے پکڑنے کے لئے شکاری کوئی حیلہ کرے جیسے جال وغیرہ، اور جس جانور کو بغیر حیلے کے پکڑنا ممکن ہو اس کو شکار نہیں کہتے ہیں۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں اگر محرم نے جرادہ یعنی ٹڈی کو قتل کر دیا تو کچھ صدقہ کر دے جو چاہے، کیونکہ ٹڈی خشکی کا شکار ہے اور اس کا پکڑنا بغیر حیلے کے ممکن نہیں ہے اور جس شئ کا پکڑنا بغیر حیلے کے ممکن نہ ہو وہ شکار ہوتی ہے، اور محرم اگر شکار کرے تو اس پر اس شئ کی جسامت کے لحاظ سے تاوان لازم آتا ہے، لہذا اس پر بھی صدقہ لازم آئے گا، لقول عمر رضی اللہ عنہ "تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ" ❸

---

❶(وعندنا بسبب النوم والإكراه ينتفي المأثم دون الحكم) يعني ينتفي الإثم الذي هو حكم الآخرة دون الحكم الذي يتعلق بالدماء (وقد تقرر سببه)أي سبب وجوب الفدية والواو فيه للحال(وهو) أي السبب (ما نال من الراحة والزينة) أي ما نال المحلوق من الزينة والراحة بزوال الشعث ومن الزينة بزوال انتشار الشعر.

[البناية: كتاب الحج، باب الجنايات، ج۴ ص۳۳۸، ط: دار الكتب العلمية]

❷الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج۱ ص۳۰۳، ط: رحمانیہ

❸وَأَمَّا وُجُوبُهَا بِقَتْلِ الْجَرَادَةِ فَلِأَنَّ الْجَرَادَ مِنْ صَيْدِ الْبَرِّ فَإِنَّ الصَّيْدَ مَا لَا يُمْكِنُ أَخْذُهُ إِلَّا بِحِيلَةٍ وَيَقْصِدُهُ الْآخِذُ، وَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب الجنايات، ج۳ ص۳۷، ط: دار الكتاب الإسلامي]

(۲۱۴) إِنَّ الْعُرْفَ أَمْلَکُ. ❶

ترجمہ: عرف زیادہ حقدار ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شئ متعارف بین الناس ہو اس کو حَکم اور فیصل بنانا زیادہ مناسب ہے، یعنی شئ متعارف پر عرف کے مطابق حکم مرتب ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے امام شافعی رحمہ اللہ کو جواب دے رہے ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''کلب'' لغت کے اعتبار سے درندوں کو بھی شامل ہے، صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ عرف میں کلب کا اطلاق درندوں پر نہیں ہوتا۔ عرف حقیقتِ لغویہ سے قوی دلیل ہے، اس لئے اگر کوئی قسم کھائے کہ وہ سر نہیں کھائے گا پھر چڑیا کا سر کھائے تو حانث نہیں ہوگا، اس لئے کہ عرف میں چڑیا کے سر پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، اگر چہ حقیقت کے اعتبار سے وہ سر ہے۔ ❷

(۲۱۵) إِنَّ الْمُحْرِمَ مَمْنُوْعٌ عَنِ التَّعَرُّضِ لَا عَنْ دَفْعِ الْأَذَى. ❸

ترجمہ: محرم کو تعرض کرنے سے روکا گیا ہے نہ کہ اذیت دور کرنے سے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ محرم کو حالتِ احرام میں شریعت نے درندوں وغیرہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے سے منع کیا ہے، یعنی کسی جانور وغیرہ کو نہ پکڑے اور شکار نہ کرے، لیکن اپنے دفاع سے شریعت نے اس کو منع نہیں کیا، اس لئے محرم اپنا دفاع کر سکتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر محرم پر کسی درندے نے اچانک

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ۱ ص ۳۰۳، ط: رحمانیہ

❷ (واسم الكلب لا يقع على السبع عرفا، والعرف أملك) هذا جواب عن قول الشافعي رَحِمَهُ اللّٰهُ وكذا اسم الكلب يتناول السباع لغة.

فأجاب عنه: بأنه لا يقع في عرف الناس بخلاف ما قال، لأنهم لا يفهمون من إطلاق اسم الكلب المعروف عندهم، والعرف أرجح وأقوى من الحقيقة اللغوية، ولهذا إذا حلف لا يأكل رأسًا فأكل رأس العصفور لا يحنث لعدم العرف فيه وإن كان رأسًا في الحقيقة.

[البناية: كتاب الحج، باب الجنايات، ج ۱ ص ۳۹۹، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ۱ ص ۳۰۴، ط: رحمانیہ

حملہ کر دیا اور محرم نے اس کو قتل کر دیا تو اس صورت میں محرم پر کچھ بھی لازم نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے محرم کو تعرض سے منع کیا ہے نہ کہ دفاع سے، لہذا التعرض تو ممنوعاتِ احرام میں سے ہے لیکن دفاع محظوراتِ احرام میں سے نہیں ہے، لہذا محرم نے بھی چونکہ اپنا دفاع کیا ہے اس لئے اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔ ❶

(۲۱۶) إِنَّ الْجَزَاءَ لَا يَجِبُ مَعَ وُجُودِ الْإِذْنِ مِنَ الشَّارِعِ. ❷

ترجمہ: شارع کی طرف سے اجازت کے پائے جانے کے ساتھ بدلہ واجب نہیں ہوتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب شارع کی جانب سے کسی ممنوع فعل کی اجازت ہو تو اس فعل کے ارتکاب سے کچھ بدلہ واجب نہ ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ محرم آدمی کو اس اذیت کو دفع کرنے کی اجازت دی گئی ہے جو متوہم ہو، یعنی جن سے تکلیف پہنچنے کا وہم ہو، جیسے فواسق جانور (سانپ، بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا) وغیرہ۔ تو جس چیز کا تکلیف دینا متحقق ہو، یعنی یقین ہو کہ یہ اذیت پہنچائے گی تو اس کو دفع کرنے کی تو بطریقِ اولی اجازت ہوگی، اور شارع کی طرف سے اجازت کے ساتھ کچھ واجب نہیں ہوتا۔ لہذا محرم شخص اگر اپنے سے اذیت دور کرنے کے لئے حملہ آور درندے کو قتل کر دیتا ہے تو اس پر ضمان وغیرہ واجب نہیں ہوگا۔ جب شریعت نے فواسقِ خمسہ میں اذیت کے وہم کی وجہ سے انہیں مارنے کی اجازت دی ہے تو پھر وہ جانور جن میں اذیت متحقق ہے انہیں تو بدرجہ اولی مارنے کی اجازت ہوگی۔ ❸

---

❶(وإن صال السبع على محرم) ولا يمكنه دفعه إلا بقتله (فقتله فلا شيء عليه) لأنه ممنوع عن التعرض، لا عن دفع الأذى.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الحج، باب الجنايات، ج ۱ ص ۲۱۵، ط: المكتبة العلمية]

❷الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ۱ ص ۳۰۳، ط: رحمانيه

❸هُوَ مَأْذُونٌ لَهُ فِي قَتْلِ الْمُتَوَهَّمِ مِنْهُ الْأَذَى كَمَا فِي الْفَوَاسِقِ فَلَأَنْ يَكُونَ مَأْذُونًا فِي دَفْعِ الْمُتَحَقِّقِ أَوْلَى وَمَعَ وُجُودِ الْإِذْنِ مِنْ الشَّارِعِ لَا يَجِبُ الْجَزَاءُ حَقًّا.

[الجوهرة النيرة: كتاب الحج، باب الجنايات، ج ۱ ص ۱۷۶، ط: المطبعة الخيرية]

(۲۱۷) إِنَّ الْعَارِضَ لَا يُعْتَبَرُ. ❶

ترجمہ: عارض کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو شئ کسی کو عارض ہو یعنی اس کی ذاتی اور خلقتی نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا، یعنی حکم عارض پر مرتب نہیں ہوتا بلکہ اصل خلقت پر ہوتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ محرم آدمی نے اگر ایسا کبوتر ذبح کیا جو مانوس ہو، یعنی اپنے ساتھ عادی بنایا ہو تو اس پر جزاء ہوگی، کیونکہ کبوتر اصل خلقت کے اعتبار سے وحشی ہے اور اس کا مانوس ہونا عارض ہے، اصلی نہیں ہے۔ احکامِ شرعیہ میں اصل کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ عوارض کا۔ اس لئے یہ وحشی شمار ہوگا اور چونکہ وحشی جانور کو ذبح کرنے کی وجہ سے جزاء لازم ہوتی ہے، لہذا اس محرم پر بھی جزاء لازم ہوگی۔ ❷

(۲۱۸) إِنَّ الصَّوْمَ يُصْلِحُ جَزَاءَ الْأَفْعَالِ لَا ضَمَانَ الْمَحَالِّ. ❸

ترجمہ: روزہ افعال کی جزاء تو بن سکتا ہے لیکن محل کا ضمان نہیں بن سکتا۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ممنوع فعل کے ارتکاب کی وجہ سے جو بدلہ لازم ہوتا ہے روزہ اُس کی جزاء بننے کی صلاحیت تو رکھتا ہے، لیکن محل پر جو جنایت واقع ہوتی ہے اس کا بدلہ نہیں بن سکتا، بلکہ محل کے ضمان پر قیمت لازم ہوگی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر حلال آدمی نے حرم کے شکار میں سے کسی جانور کو ذبح کر دیا تو اس پر اس شکار کی قیمت دینا واجب ہے، یعنی اس کی قیمت کو فقراء

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ۱ ص ۳۰۴، ط: رحمانیہ

❷ أَنَّ جِنْسَ الْحَمَامِ مُتَوَحِّشٌ فِي أَصْلِ الْخِلْقَةِ، وَإِنَّمَا يُسْتَأْنَسُ الْبَعْضُ مِنْهُ بِالتَّوَلُّدِ وَالتَّأْنِيسِ مَعَ بَقَائِهِ صَيْدًا كَالظَّبْيَةِ الْمُسْتَأْنَسَةِ، وَالنَّعَامَةِ الْمُسْتَأْنَسَةِ وَالطُّوطِيُّ وَنَحْوِ ذَلِكَ حَتَّى يَجِبَ فِيهِ الْجَزَاءُ. وَكَذَا الْمُسْتَأْنَسُ فِي الْخِلْقَةِ قَدْ يَصِيرُ مُسْتَوْحِشًا كَالْإِبِلِ، إِذَا تَوَحَّشَتْ وَلَيْسَ لَهُ حُكْمُ الصَّيْدِ حَتَّى لَا يَجِبُ فِيهِ الْجَزَاءُ، فَعُلِمَ أَنَّ الْعِبْرَةَ بِالتَّوَحُّشِ، وَالِاسْتِئْنَاسِ فِي أَصْلِ الْخِلْقَةِ.
[بدائع الصنائع: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ۲ ص ۱۹۶، ط: دار الكتب العلمية]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ۱ ص ۳۰۵، ط: رحمانیہ

ومساکین پر صدقہ کرے گا اور اگر وہ اس کے بدلے میں روزہ رکھے تو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر جو ضمان واجب ہوا ہے وہ اس وصف کو فوت کرنے کی وجہ سے آیا ہے جو وصف محل میں تھا اور وہ امن ہے اور چونکہ یہ جنایت محل میں واقع ہوئی اور روزہ محل کا ضمان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہذا یہ شخص بھی روزے نہیں رکھ سکتا بلکہ قیمت واجب ہوگی۔ غیر محرم کے حق میں قتلِ صید کی جزاء صرف اور صرف صیدِ مقتول کی قیمت ہے، روزے سے وہ شخص بری الذمہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ قیمت اداء کرنا تاوان ہے، کفارہ نہیں ہے، لہذا یہ تاوان اموال کے ضمان کے مشابہ ہے اور جس طرح مالی تاوان کی ادائیگی صرف مال سے ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتی، اسی طرح مذکورہ صید کا ضمان بھی صرف اس کی قیمت ہی سے اداء ہوگا اور چیز سے اداء نہیں ہوگا۔ ❶

(۲۱۹) إِنَّ الْعَادَةَ الْفَاشِيَةَ مِنْ إِحْدَى الْحُجَجِ. ❷

ترجمہ: وہ عادت جو شائع اور مشہور ہو دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز پر عادت جاری ہو اور وہ عادت شائع اور مشہور بھی ہو تو دلائل میں سے ایک دلیل ہے، لہذا اس سے استدلال کرنا درست ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ جس آدمی نے احرام باندھا اس حال میں کہ اس کے گھر یا پنجرے میں اس کے پاس شکار تھا تو اس شخص پر اس شکار کو چھوڑنا اور آزاد کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام احرام باندھے تھے اور ان کے گھروں میں شکار ہوتے تھے لیکن کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ وہ اس شکار کو آزاد کرکے حج پر جاتے ہوں، لہذا اس پر عادتِ مستمرہ جاری ہے اور عادت چونکہ دلائل میں سے ایک دلیل ہے، لہذا اس شخص پر بھی شکار کو چھوڑنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ محرم نے اس کی طرف حالتِ احرام میں تعرض نہیں کیا،

---

❶ إِنَّ الْحُرْمَةَ فِي الْمُحْرِمِ بِاعْتِبَارِ مَعْنًى فِيهِ، وَهُوَ إِحْرَامُهُ فَيَكُونُ جَزَاءَ الْفِعْلِ، وَهُوَ الْكَفَّارَةُ وَالْحُرْمَةُ فِي صَيْدِ الْحَرَمِ بِاعْتِبَارِ مَعْنًى فِي الصَّيْدِ فَصَارَ بَدَلَ الْمَحَلِّ وَالصَّوْمِ يَصْلُحُ جَزَاءَ الْأَفْعَالِ لَا ضَمَانَ الْمَحَلِّ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج۲ ص۶۸، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج۱ ص۳۰۶، ط: رحمانیہ

بلکہ وہ شکار حالتِ احرام سے پہلے ہی اس کی ملکیت میں تھے۔ ممانعت حالتِ احرام میں شکار کی طرف تعرض ہے نہ کہ پہلے سے ملکیت کا ہونا۔ ❶

(۲۲۰) إِنَّ وُصُوْلَ الْخَلْفِ كَوُصُوْلِ الْأَصْلِ. ❷

ترجمہ: بدل کا پہنچ جانا اصل کے پہنچنے کی مانند ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ نائب کا پہنچ جانا ایسا ہے جیسا کہ اصل پہنچ گیا، اور جو حکم اصل کے پہنچنے کی صورت میں مرتب ہوگا وہی حکم بدل کے پہنچنے کی صورت میں بھی دائر ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ہرن کو حرم سے باہر نکالا، پھر اس ہرن نے بچے جنے اور ہرن بھی مرگئی اور اس کے بچے بھی مر گئے، تو اس نکالنے والے پر ان کی جزاء واجب ہوگی، کیونکہ ہرن حرم سے نکالے جانے کے بعد بھی شرعاً مستحقِ امن ہے، اسی وجہ سے اس کو اس کی جاءِ امن میں لے جانا واجب ہے، ہاں اگر اس نکالنے والے نے ہرن کی جزاء ادا کر دی پھر اس نے جنا تو اس پر بچوں کی جزاء واجب نہ ہوگی، کیونکہ جزاء ادا کرنے کے بعد وہ مستحقِ امن نہ رہی، کیونکہ بدل یعنی قیمت کا فقراء کی طرف پہنچ جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہرن کا حرم میں پہنچ جانا، اس لئے کہ اصول ہے کہ وصولِ بدل وصولِ اصل کی مانند ہوتا ہے۔ ❸

---

❶ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يُحْرِمُونَ، وَفِي بُيُوتِهِمْ صُيُودٌ وَدَوَاجِنُ، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُمْ إِرْسَالُهَا وَبِذَلِكَ جَرَتِ الْعَادَةُ الْفَاشِيَةُ، وَهِيَ مِنْ إِحْدَى الْحُجَجِ، وَلِأَنَّ الْوَاجِبَ عَدَمُ التَّعَرُّضِ، وَهُوَ لَيْسَ بِمُتَعَرِّضٍ مِنْ جِهَتِهِ لِأَنَّهُ مَحْفُوظٌ بِالْبَيْتِ وَالْقَفَصِ لَا بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ فِي مِلْكِهِ.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج۳ ص۴۵، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ج ا ص ۳۰۸، ط: رحمانیہ

❸ (وَمَنْ أَخْرَجَ ظَبْيَةَ الْحَرَمِ فَوَلَدَتْ فَمَاتَا ضَمِنَهُمَا فَإِنْ أَدَّى جَزَاءَهَا فَوَلَدَتْ لَا يَضْمَنُ الْوَلَدَ) لِأَنَّ الصَّيْدَ بَعْدَ الْإِخْرَاجِ مِنَ الْحَرَمِ بَقِيَ مُسْتَحَقَّ الْأَمْنِ شَرْعًا وَلِهَذَا وَجَبَ رَدُّهُ إِلَى مَأْمَنِهِ، وَهَذِهِ صِفَةٌ شَرْعِيَّةٌ فَتَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ فَإِنْ أَدَّى جَزَاءَهَا ثُمَّ وَلَدَتْ لَيْسَ عَلَيْهِ جَزَاءُ الْوَلَدِ، لِأَنَّ بَعْدَ أَدَاءِ الْجَزَاءِ لَمْ تَبْقَ آمِنَةً، لِأَنَّ وُصُولَ الْخَلَفِ كَوُصُولِ الْأَصْلِ.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب إضافة الإحرام، ج ا ص ۳۰۴، ط: دار الكتاب الإسلامي]

باب إضافة الإحرام

(۲۲۱) إِنَّ النَّهْيَ لَا يَمْنَعُ تَحَقُّقَ الْفِعْلِ. ❶

ترجمہ: نہی فعل کے تحقق کو منع نہیں کرتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی فعل پر نہی وارد ہو تو یہ نہی فعلِ منہی عنہ کو تحقق سے نہیں روک سکتی، یعنی اگر اس نے فعل منہی عنہ کا ارتکاب کرلیا تو متحقق ہو جائے گا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ مکی آدمی اگر حج اور عمرے کے افعال کو سرانجام دے تو یہ عبادات ادا ہو جائیں گی، کیونکہ اس نے اسی طرح ادا کیا ہے جس طرح اپنے اوپر التزام کیا تھا، لیکن مکی کے لئے یہ دونوں یکجا کرنا منہی عنہ ہیں اور نہی فعل منہی عنہ کے تحقق سے مانع نہیں ہے، لہٰذا مکی کا یہ حج اور عمرہ ادا ہو جائے گا، البتہ منہی عنہ کے ارتکاب کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا۔ ❷

باب الإحصار

(۲۲۲) إِنَّ حُرْمَةَ الْمَالِ كَحُرْمَةِ النَّفْسِ. ❸

ترجمہ: مال کی حرمت جان کی حرمت کی طرح ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسلمان کی جان محفوظ ہے اور جان کو ضائع کرنا حرام ہے اسی طرح مال کو ضائع کرنا بھی حرام ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ محصَر آدمی اگر حج کو پا سکتا ہو لیکن

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب إضافة الإحرام، ج ۱ ص ۳۱۰، ط: رحمانیہ

❷ (فَلَوْ أَتَمَّهُمَا) أَيْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ (صَحَّ) لِأَنَّهُ أَدَّى أَفْعَالَهُمَا كَمَا الْتَزَمَهُمَا غَيْرَ أَنَّهُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ وَالنَّهْيُ لَا يَمْنَعُ تَحَقُّقَ الْفِعْلِ كَمَا فِي الْإِصْلَاحِ (وَعَلَيْهِ دَمٌ) لِجَمْعِهِ بَيْنَهُمَا وَهُوَ دَمُ جَبْرٍ لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ بِخِلَافِ الْآفَاقِيِّ حَيْثُ يَجُوزُ لَهُ الْأَكْلُ، لِأَنَّهُ دَمُ شُكْرٍ.

[مجمع الأنهر: كتاب الحج، باب إضافة الإحرام، ج ۱ ص ۳۰۴، ط: دار إحياء التراث]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب إضافة الإحصار، ج ۱ ص ۳۱۴، ط: رحمانیہ

ہدی کو نہ پا سکتا ہو تو اس کے لئے استحساناً حلال ہونا جائز ہے، تاہم افضل یہ ہے کہ مکہ چلا جائے اور افعالِ حج کو اداء کرلے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ ہم اگر اس محصر کے ذمہ مکہ جانا لازم کردیں تو اس صورت میں اس کا مال ضائع ہو جائے گا اور چونکہ مال کی حرمت نفس کی حرمت کی طرح ہے، اس لئے یہ استحساناً حلال ہو سکتا ہے۔ ❶

باب الفوات

(۲۲۳) إِنَّ الْفَرْضِيَّةَ لَا تَثْبُتُ مَعَ التَّعَارُضِ فِي الْآثَارِ. ❷

ترجمہ: آثار میں تعارض کے ہوتے ہوئے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کے بارے میں دو نصوص یا آثار میں تعارض آجائے تو اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ عمرہ احناف کے نزدیک سنت ہے فرض نہیں ہے، کیونکہ عمرے کے بارے میں دو نصوص آپس میں متعارض ہیں اور نصوص میں تعارض کے ہوتے ہوئے فرضیت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کہ فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔ ❸

---

❶ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَتَحَلَّلْ يَضِيعُ مَالُهُ مَجَّانًا، وَحُرْمَةُ الْمَالِ كَحُرْمَةِ النَّفْسِ فَيَتَحَلَّلُ كَمَا إِذَا خَافَ عَلَى نَفْسِهِ، وَالْأَفْضَلُ أَنْ يَتَوَجَّهَ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب إضافة الإحرام، ج۲ ص ۸۱، ط: دار الكتاب الإسلامی]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الفوات، ج ۱ ص ۳۱۶، ط: رحمانیہ

❸ وَإِذَا تَعَارَضَتْ الْآثَارُ لَا تَثْبُتُ الْفَرْضِيَّةُ لِأَنَّهَا لَا تَثْبُتُ إِلَّا بِدَلِيلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ. فَإِنْ قِيلَ: هُوَ ثَابِتٌ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) عَطَفَ الْعُمْرَةَ عَلَى الْحَجِّ، وَالْحَجُّ فَرِيضَةٌ، وَأَمَرَ بِالْإِتْمَامِ وَالْأَمْرُ لِلْوُجُوبِ، أُجِيبَ بِأَنَّ الْقِرَانَ فِي النَّظْمِ لَا يُوجِبُ الْقِرَانَ فِي الْحُكْمِ، وَالْأَمْرُ إِنَّمَا هُوَ بِالْإِتْمَامِ، وَالْإِتْمَامُ إِنَّمَا يَكُونُ بَعْدَ الشُّرُوعِ، وَنَحْنُ نَقُولُ بِهِ وَإِنْ كَانَتْ فِي الِابْتِدَاءِ سُنَّةً.

[العناية: كتاب الحج، باب الفوات، ج۳ ص ۱۴۱، ط: دار الفكر]

باب الحج عن الغير

(۲۲۴) إِنَّ فِعْلَ الْمَأْمُوْرِ إِذَا خَالَفَ أَمْرَ الْآمِرِ يَقَعُ عَنِ الْمَأْمُوْرِ لَا عَنِ الْآمِرِ. ❶

ترجمہ: مامور کا فعل جب آمر کے حکم کے خلاف ہو تو وہ مامور ہی کی طرف سے واقع ہوگا نہ کہ آمر کی طرف سے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ آمر جب مامور کو کسی کام کا حکم کرے پھر مامور آمر کے حکم کے خلاف کرے تو یہ کام مامور کی اپنی طرف سے ہوگا، یعنی اس فعل کے متعلق جتنے بھی حقوق ہیں وہ مامور کی طرف راجع ہوں گے اور آمر اس صورت میں بری ہوگا۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر دو آدمیوں نے کسی کو وکیل بنایا اس بات کا کہ وہ وکیل ان دونوں یعنی مؤکلین میں سے ہر ایک کی طرف سے الگ الگ حج کرے، پھر مامور نے دونوں کی طرف سے ایک ہی حج کا احرام باندھا تو حج اسی مامور کی طرف سے ہوگا، آمروں کی طرف سے نہ ہوگا۔ اور اس حج پر جتنا خرچہ ہوا ہے اس کا بھی یہی مامور ضامن ہوگا، اس لئے کہ مامور کا فعل آمر کے حکم کے خلاف ہے، کیونکہ اس کو حکم دیا تھا کہ ہر ایک کی طرف سے الگ الگ بغیر اشتراک کے حج کرے، اب کسی کو دوسرے پر ترجیح بھی نہیں دے سکتے، اس لئے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی، جب یہ حج دونوں کی طرف سے بھی نہیں ہوسکتا، اور کسی کو ترجیح بھی نہیں دی جاسکتی تو یہ حج مامور کی طرف سے واقع ہوگا۔ ❷

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج ۱ ص ۳۱۷، ط: رحمانیہ

❷ وَالْمَسْأَلَةُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: إِمَّا أَنْ يَكُونَ أَحْرَمَ عَنْهُمَا جَمِيعًا، أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا غَيْرَ عَيْنٍ أَوْ أَطْلَقَ فَإِنْ نَوَاهُمَا جَمِيعًا، وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْكِتَابِ فَقَدْ خَالَفَهُمَا، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَمَرَهُ أَنْ يُخْلِصَ لَهُ الْحَجَّ وَأَنْ يَنْوِيَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ صَارَ مُخَالِفًا، وَلَا يَكُونُ عَنْ أَحَدِهِمَا، إِذْ لَيْسَ أَحَدُهُمَا بِأَوْلَى مِنَ الْآخَرِ فَوَقَعَ عَنِ الْمَأْمُورِ، وَلَا يُمْكِنُهُ أَنْ يَجْعَلَهُ عَنْ أَحَدِهِمَا بَعْدَ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ قَدْ وَقَعَ عَنْ نَفْسِهِ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى جَعْلِهِ لِغَيْرِهِ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج ۲ ص ۸۶، ط: دار الكتاب الإسلامي]

باب الهدى

(۲۲۵) إِنَّ دَمَ الْقِرَانِ وَجَبَ شُكْرًا لِمَا وَفَّقَهُ اللّٰهُ مِنَ الْجَمْعِ مِنَ النُّسُكَيْنِ. ❶

ترجمہ: دمِ قران اُس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے واجب ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کو جمع کرنے کی توفیق دی ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ دمِ قران دمِ جبر نہیں ہے بلکہ دم شکر ہے، حجِ قران میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندہ حج اور عمرہ دونوں عبادتوں کو ایک ساتھ ادا کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے انسان پر دم واجب ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کر کے یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے دوسرے کو حکم دیا حجِ قران کا تو اس صورت میں دم اُس پر لازم آئے گا جو احرام باندھے گا، کیونکہ دمِ قران بطورِ شکر کے واجب ہوتا ہے اور شکر ادا کرنا محرم پر ہے، لہٰذا دم بھی محرم پر ہوگا۔ ❷

(۲۲۶) إِنَّ دَمَ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ دَمُ نُسُكٍ بِخِلَافِ بَقِيَّةِ الدِّمَاءِ فَإِنَّهَا دِمَاءُ الْكَفَّارَاتِ. ❸

ترجمہ: حجِ تمتع اور قران کا دم، دمِ عبادت ہے، برخلاف باقی دموں کے کیونکہ وہ کفارات کے دم ہیں۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ حجِ تمتع اور حجِ قران میں جو دم آتا ہے یہ کفارے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ دم نسک، یعنی عبادت کا دم ہے، کیونکہ بطورِ شکر کے واجب ہوتا ہے، برخلاف دمِ کفارہ اور دمِ جنایت وغیرہ کہ وہ دمِ جبر ہیں۔

---

❶ الهداية: كتاب الحج، باب الهدى، ج ١ ص ٣٢٠، ط: رحمانیہ

❷ وَإِنَّمَا وَجَبَ دَمُ الْقِرَانِ عَلَى الْمَأْمُورِ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ وَجَبَ شُكْرًا لِمَا وَفَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْ الْجَمْعِ بَيْنَ النُّسُكَيْنِ وَالْمَأْمُورُ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِهَذِهِ النِّعْمَةِ، لِأَنَّ حَقِيقَةَ الْفِعْلِ مِنْهُ، وَإِنْ كَانَ الْحَجُّ يَقَعُ عَنْ الْآمِرِ، لِأَنَّهُ وُقُوعٌ شَرْعِيٌّ وَوُجُوبُ دَمِ الشُّكْرِ مُسَبَّبٌ عَنْ الْفِعْلِ الْحَقِيقِيِّ الصَّادِرِ مِنْ الْمَأْمُورِ.
[البحر الرائق: كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج٣ ص ٧٠، ط: دار الكتاب الإسلامي]

❸ الهداية: كتاب الحج، باب الهدى، ج ١ ص ٣٢٠، ط: رحمانیہ

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ نفلی حج کے جانور اور دمِ متعہ اور قران کے جانوروں کو یوم النحر ہی کے دن ذبح کیا جائے گا، یوم النحر کے علاوہ باقی دنوں میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے، برخلاف باقی دموں کے کہ ان کو جب بھی چاہے ذبح کرسکتا ہے، کیونکہ دمِ متعہ اور قران یہ دمِ نسک ہیں، اور دمِ نسک کے جانور کو یوم النحر ہی کے دن ذبح کرنا ضروری ہے، جبکہ دمِ کفارہ وغیرہ کا ذبح یومِ نحر کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، یومِ نحر سے پہلے انہیں ذبح کرنا اولی اور بہتر ہوگا، کیونکہ یہ دم نقصان کی تلافی کے لئے واجب ہوئے ہیں اور نقصان کی تلافی جتنی جلدی ہوجائے اتنا ہی بہتر ہے۔ ❶

(۲۲۷) إِنَّ التَّوَلِّيَ فِي الْقُرُبَاتِ أَوْلَى. ❷

ترجمہ: قربات میں متولی بننا زیادہ بہتر ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کے کاموں میں خود متولی بننا یعنی خود سرانجام دینا زیادہ افضل ہے بہ نسبت دوسروں سے کرانے کے، یعنی اگر دوسرے آدمی کے ذریعے سرانجام دے تو یہ بھی جائز ہے لیکن خلافِ اولی ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول کو ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ ہدی وغیرہ کے جانور کو حاجی بذاتِ خود ذبح کرے اگر وہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو، یہ زیادہ افضل ہے، کیونکہ یہ ثواب کا کام ہے اور ثواب کے کام کو بذاتِ خود کرنا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس میں خشوع زیادہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ وَذَكَرَ الْقُدُورِيُّ أَنَّ دَمَ التَّطَوُّعِ يَخْتَصُّ بِأَيَّامِ النَّحْرِ كَدَمِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ، لِأَنَّهُ نُسُكٌ مِثْلُهُ، وَفِي الْأَصْلِ ذَبْحُهُ يَجُوزُ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ، وَذَبْحُهُ يَوْمَ النَّحْرِ أَفْضَلُ، وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ الْقُرْبَةَ فِي التَّطَوُّعِ بِاعْتِبَارِ أَنَّهُ هَدْيٌ، وَيَتَحَقَّقُ ذَلِكَ بِالْبُلُوغِ إِلَى الْحَرَمِ، وَلَكِنَّ ذَبْحَهُ يَوْمَ النَّحْرِ أَفْضَلُ، لِأَنَّ الْقُرْبَةَ بِإِرَاقَةِ الدَّمِ فِيهِ أَظْهَرُ وَيَجُوزُ ذَبْحُ بَقِيَّةِ الْهَدَايَا فِي أَيِّ وَقْتٍ شَاءَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ يَعْتَبِرُهُ بِدَمِ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ دَمُ جَبْرٍ عِنْدَهُ، وَلَنَا أَنَّهُ دَمُ جَبْرٍ فَكَانَ التَّعْجِيلُ بِهَا أَفْضَلَ بِخِلَافِ الْمُتْعَةِ، لِأَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ وَكَذَا الْقِرَانُ.

[تبيين الحقائق: كتاب الحج، باب الهدى، ج۲ ص۹۰، ط: دار الكتاب الإسلامى]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الهدى، ج ۱ ص ۳۲۱، ط: رحمانيه

نے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ خود نحر کئے۔ بذاتِ خود زیادہ بہتر اوراولی ہے۔ ❶

(۲۲۸) إِنَّ السَّتْرَ أَلْيَقُ بِالْجِنَايَاتِ. ❷

ترجمہ: جنایتوں کی پردہ پوشی کرنا زیادہ مناسب ہے۔

تشریح: مذکورہ اصول کا مطلب یہ ہے کہ جو دم انسان پر جنایت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے ان کی تقلید نہ کرے، یعنی ان کے گلے میں قلادہ نہ ڈالے کیونکہ تقلید سے شہرت مقصود ہوتی ہے جبکہ جنایت میں پوشیدگی بہتر ہے۔

صاحبِ ہدایہ مذکورہ اصول ذکر کرکے یہ بتلا رہے ہیں کہ قران اور تمتع کی ہدی کو قلادہ ڈالنا درست ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک عبادت کا دم ہے، لہٰذا اس کی تشہیر کرنا اس کے حسبِ حال ہے، لیکن ان کے علاوہ دمِ احصار اور دمِ جنایت کے جانوروں کو قلادہ نہ پہنایا جائے، اس لئے کہ دمِ جنایت کا سبب جنایت ہے، اور جنایت کو چھپانا اور پوشیدہ رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ ❸

---

❶ (والأولى أن يتولى الإنسان ذبحها بنفسه إن كان يحسن ذلك) لأنه قربة، والتولي في القربات أولى، لما فيه من زيادة الخشوع، إلا أنه يقف عند الذبح إذا لم يذبح بنفسه.

[اللباب في شرح الكتاب: كتاب الحج، باب الهدي، ج ۱ ص ۲۲۵، ط: المكتبة العلمية]

❷ الهداية: كتاب الحج، باب الهدي، ج ۱ ص ۳۲۲، ط: رحمانیہ

❸ (قَوْلُهُ: وَتَقَلَّدَ بَدَنَةَ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ) لِأَنَّهُ دَمُ نُسُكٍ، وَفِي التَّقْلِيدِ إظْهَارُهُ وَتَشْهِيرُهُ فَيَلِيقُ بِهِ، وَأَفَادَ بِقَوْلِهِ فَقَطْ أَنَّهُ لَا يُقَلِّدُ دَمَ الْإِحْصَارِ، وَلَا دَمَ الْجِنَايَاتِ، لِأَنَّ سَبَبَهَا الْجِنَايَةُ وَالسِّتْرُ أَلْيَقُ بِهَا وَدَمُ الْإِحْصَارِ جَابِرٌ فَيَلْحَقُ بِجِنْسِهَا.

[البحر الرائق: كتاب الحج، باب الهدي، ج ۳ ص ۷۹، ط: دار الكتاب الإسلامي]